منظر دین حق یادگار رضا

مرکز اہل سنت پہ لاکھوں سلام
(تاج الشریعہ)

یادگار اعلیٰ حضرت دار العلوم منظر اسلام کی وہ مرکزی عمارت جہاں سے
حضرت تاج الشریعہ نے اپنے تعلیمی وتدریسی اور فتویٰ نویسی کے سفر کا آغاز فرمایا۔

جلد نمبر ۵۸، شمارہ نمبر ۹-۱۰

ذی الحجہ، محرم ۱۴۳۹ھ
ستمبر، اکتوبر ۲۰۱۸ء
Sep-Oct 2018

کلام الامام - امام الکلام

حرز جاں ذکر شفاعت کیجئے
نار سے بچنے کی صورت کیجئے

ان کے نقشِ پا پہ غیرت کیجئے
آنکھ سے چھپ کر زیارت کیجئے

اُن کے حسن بالاحت پر نثار
شیرۂ جاں کی حلاوت کیجئے

اُن کے در پر جیسے ہو مٹ جایئے
ناتوانو! کچھ تو ہمت کیجئے

ان کے در پر بیٹھئے بن کر فقیر
بے نواؤ فکر ثروت کیجئے

عالِم علمِ دو عالَم ہیں حضور
آپ سے کیا عرض حاجت کیجئے

آپ ہم سے بڑھ کے ہم پر مہرباں
ہم کریں جرم، آپ رحمت کیجئے

جو نہ بھولا ہم غریبوں کو رضا
یاد اُس کی اپنی عادت کیجئے

نوٹ: تمام مشمولات کی صحت و درستگی پر مجلس ادارت کی گہری نظر رہتی ہے پھر بھی اگر کوئی شرعی غلطی راہ پا جائے تو آگاہ فرما کر اجر کے مستحق بنیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ کسی قریبی شمارے میں تصحیح کردی جائیگی۔

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ

ماہنامہ اعلیٰ حضرت
۸۴، سوداگران بریلی شریف

Monthly Alahazrat
84, Saudagran, Bareilly Sharif
Pin-243003
Contact No.
(+91)-0581-2575683, 2555624 (Fax) 2574627
(Mob) (+91)-9359103539
E-mail:mahanamaalahazrat@gmail.com
E-mail:subhanimian@yahoo.co.in

ماہنامہ اعلیٰ حضرت انٹرنیٹ پر پڑھنے کے لئے
visit us: www.aalahazrat.in

چیک یا ڈرافٹ بنام
MAHNAMA ALA HAZRAT
A/c No.
0043002100043696
Punjab National Bank Civil Lines Bareilly

زر سالانہ ممبر شپ

فی شمارہ:	25/-
زر سالانہ:	250/-
بیرون ملک:	25$ / امریکی ڈالر

کسی بھی قسم کی قانونی چارہ جوئی بریلی کورٹ ہی میں قابل سماعت ہوگی (ادارہ)

پرنٹر، پبلیشر، پروپرائٹر اور ایڈیٹر **"مولانا سبحان رضا خاں"** نے رضا برقی پریس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ اعلیٰ حضرت سوداگران بریلی شریف سے شائع کیا۔

فہرست

سنیت کی شان تھے ہمارے چچا جان

محمد سبحان رضا خاں سبحانی میاں مدیر اعلیٰ ماہنامہ اعلیٰ حضرت

ہمارے چچا جان کا وصال بلا شبہ پوری دنیائے سنیت کا ایک عظیم خسارہ ہے۔ان کے وصال سے ہر سنی کو دلی صدمہ پہنچا۔ پوری دنیائے سنیت کا ہر خطہ سوگوار ہو گیا۔خاندان اعلیٰ حضرت ہی کو ان کے جانے کا غم نہیں بلکہ اہل سنت و جماعت کے ہر فرد کو دکھ ہے۔عالم سنیت کے درد و کرب اور غم و اضطراب کو الفاظ کا جامہ پہنانا نہایت مشکل ہے۔بلاشبہ وہ ہمارے خاندانی بزرگوں کے علم و فضل کی نشانی تھے۔خاندان اعلیٰ حضرت کی ہی نہیں بلکہ وہ سنیت کی آبرو تھے۔اس کی آن بان اور شان تھے۔

اللہ رب العزت نے اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ خاندان اعلیٰ حضرت پر یہ ایک عظیم احسان فرمایا ہے کہ ہر دور میں اس خاندان کی دینی، مذہبی، مسلکی، علمی اور روحانی شان و شوکت کی حفاظت و پاسبانی کے لیے اس خاندان کے کسی نہ کسی فرد کو مقرر فرما دیتا ہے۔ہمارے جد اعلیٰ، حضرت علامہ مفتی رضا علی خاں علیہ الرحمہ نے اپنے پیش رو بزرگوں کی علمی و روحانی میراث کی حفاظت کی ۔ان کے بعد امام المتکلمین حضرت علامہ نقی علی خاں علیہ الرحمہ نے اہل سنت و جماعت کے عقائد حقہ کی ترویج واشاعت اور اس کی حفاظت و پاسبانی کے فرائض بحسن و خوبی انجام دیئے۔سیدی سرکار اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خاں قدس سرہ نے تو اسے نشان امتیاز بخشا اور اس طرح بخشا کہ ان کی ذات ہی خوش عقیدگی اور ٹھوس سنیت کی کسوٹی اور معیار بن گئی۔اہل سنت نے امام اہل سنت کی بے مثال دینی خدمات کی وجہ سے بریلی شریف کو مرکز اہل سنت تسلیم کیا۔اس دار فانی سے امام اہل سنت کے کوچ کر دینے کے بعد اُن کے دونوں شہزادگان جد امجد حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں اور تاجدار اہل سنت سیدی سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مرکز اہل سنت بریلی شریف کی مرکزیت کو ہر جہت سے مضبوط و مستحکم کرنے کا زریں کارنامہ انجام دیا۔ہمارے دادا حضور، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں علیہ الرحمہ بھی شب و روز مرکز و مسلک کے استحکام میں مصروف رہے۔سرکار مفتی اعظم ہند اور حضرت جیلانی میاں کے وصال کے بعد میرے والد بزرگوار ریحان ملت حضرت علامہ مفتی محمد ریحان رضا خاں علیہ الرحمہ نے ہمارے خاندان کی آن بان شان کو برقرار رکھا، ملک و بیرون ملک کے بیشمار دورے کر کے سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کو فروغ بخشا۔ جن ملکوں ہمارے خاندانی بزرگوں میں سے کوئی نہ پہنچا وہاں میرے والد بزرگوار ہی سب سے پہلے تشریف لے گئے ۔ہمارے خاندانی بزرگوں میں سے بیرون ملک کے اسفار سب سے پہلے میرے والد بزرگوار ہی نے شروع کئے۔قدرت کی طرف سے اگرچہ انہیں بہت کم عمر نصیب ہوئی تھی مگر اس مختصر سی مدت میں انہوں نے مذہب و

مسلک اور مرکز اہل سنت کی بے شمار خدمات انجام دیں۔ مرکز اہل سنت کو خوب سے خوب تر تقویت بھی پہنچائی اور اسے استحکام بھی بخشا۔ ہندوستان کے علاوہ پاکستان، نیپال، موریشس، افریقہ، ہالینڈ، امریکہ، سرینام جیسے بہت سے ممالک کا انہوں نے سفر کیا۔ ان خطوں اور ملکوں میں مسلک اعلیٰ حضرت کی ترسیل وتبلیغ کے ساتھ سلسلۂ رضویہ کو بھی خوب فروغ بخشا۔ خانقاہ عالیہ قادریہ رضویہ درگاہ اعلیٰ حضرت، یادگار اعلیٰحضرت جامعہ رضویہ منظر اسلام میں بہت سارے تعمیری اور ترقیاتی کام کرائے۔

مختصر سی عمر میں ان کے وصال فرما جانے کے بعد ہمارے چچا حضور نے ملک و بیرون ملک کے بیشمار سفر کر کے مسلک و مرکز کا پیغام عام کیا، سلسلہ رضویہ کو خوب سے خوب تر فروغ بخشا۔ فقہ و فتاویٰ کے سلسلہ میں خاندان اعلیٰ حضرت کی امتیازی شان کو برقرار رکھا۔ اپنے اسلاف اور اپنے اجداد کے موقف کی حفاظت وصیانت کے لیے انہوں نے کوئی نرم رویہ اختیار نہ فرمایا۔

چونکہ وہ میرے والد محترم سے عمر میں کافی چھوٹے تھے۔ بڑے بھائی ہونے کے ناطے بچپن ہی سے اُن پر والد صاحب شفقت فرماتے۔ ان کی تعلیم وتربیت کے سلسلہ میں اپنے والد گرامی حضرت جیلانی میاں علیہ الرحمہ کا ہاتھ بٹاتے۔ خود بھی تعلیم دیتے اور منظر اسلام کے جید علماء سے بھی تعلیم دلواتے۔ منظر اسلام سے تعلیمی سفر مکمل کرنے کے بعد جامع ازہر مصر میں داخلے سے متعلق ضابطے کی کاروائی مکمل کرانے میں میرے والد کا کافی اہم رول رہا۔ جامع ازہر مصر سے تعلیمی سفر مکمل کر کے مؤرخہ ۱۷ رنومبر ۱۹۶۶ء میں صبح کے وقت جب چچا جان بریلی شریف تشریف لائے تو ان کی آمد پر میرے والد بزرگوار نے جنکشن سے گھر تک نہایت ہی پُر تپاک انداز میں استقبال کا اہتمام فرمایا۔ ماہنامہ اعلیٰ حضرت کی ادارت اس وقت والد محترم ہی کے ذمہ تھی۔ آپ نے چچا جان کی تشریف آوری اور استقبالیہ کی کافی اہتمام کے ساتھ رپورٹ شائع کرائی جو مندرجہ ذیل ہے:

”اے آمد نت باعث.................“

گلستان رضویت کے مہکتے پھول، چمنستان اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کے گل خوشتر مولانا محمد اختر رضا خاں صاحب ابن حضرت مفسر اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک عرصہ دراز کے بعد جامع ازہر مصر سے فارغ التحصیل ہو کر ۱۷ رنومبر ۱۹۶۶ء کی صبح کو بہار افزائے گلشن بریلی ہوئے۔ بریلی کے جنکشن اسٹیشن پر متعلقین و متوسلین و اہل خاندان، علمائے کرام و طلبہ دار العلوم کے علاوہ معتقدین حضرات نے (جن میں بیرون جات خصوصاً کانپور کے احباب بھی موجود تھے) حضرت مفتی اعظم ہند مدظلہ العالی کی سرپرستی میں پُر تپاک اور شاندار استقبال اور صاحبزادے موصوف کو خوش رنگ پھولوں کے گجروں اور ہاروں کی پیش کش سے اپنے والہانہ جذبات وخلوص اور عقیدت کا اظہار کیا۔

ادارہ مولانا اختر رضا خاں اور ان کے متوسلین کو اس کامیاب سفر پر ہدیۂ تبریک وتہنیت پیش کرتا ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ بطفیل اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم، ان کے آبائے کرام خصوصاً اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سچا، صحیح وارث و جانشین بنائے۔ آمین ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین آباد۔

(ماہنامہ اعلیٰ حضرت، دسمبر ۱۹۶۶ء)

جنوری ۱۹۶۷ء میں بحیثیت مدرس و مفتی آپ کو والد صاحب علیہ الرحمہ نے منظر اسلام کی ذمہ داریاں تفویض فرمائیں۔ چونکہ خاندان اعلیٰ حضرت کی بے مثال خدمات ومقبولیت کی وجہ سے جہاں اس کے بے شمار عقیدتمند ہیں تو وہیں کچھ دشمن اور کچھ حاسدین بھی ہیں جن کی نگاہوں میں اس خاندان کا یہ امتیاز، وقار اور عزت و عظمت ہمیشہ کھٹکتی رہتی ہے۔ اس کی عظمت کو داغدار کرنے کے لیے بہت سی منصوبہ بندی بھی ہوتی ہے اور شاطرانہ چالیں بھی چلی جاتی ہیں جس میں ہمارے خاندان کے یہ بدخواہ کبھی کبھی وقتی طور پر معمولی سی کامیابی بھی حاصل کر لیتے ہیں۔ ایسے ہی کچھ افراد کی شاطرانہ چالوں اور ان کے ذریعہ پیدا کی گئی غلط فہمیوں کے نتیجہ میں ہمارے والد بزرگوار اور چچا جان کے درمیان وقتی کچھ شکررنجی بھی ہوگئی تھی۔ مگر معمولی سی مدت کے بعد حالات حسب سابق معمول پر آ گئے تھے۔ لیکن بدخواہ اور بد باطن افراد نے اس کا فائدہ اٹھا کر کذب بیانی اور الزام و بہتان تراشی کا ایک طوفان بدتمیزی برپا کر دیا۔ غلط فہمیاں پھیلانا شروع کر دیں۔ اسی ضمن میں میرے والد گرامی کے نام سے انہیں بدخواہ اور بد باطن حاسدین اور دشمنوں نے ایک فرضی پوسٹر شائع کیا جس کا والد صاحب نے بروقت جواب بھی دیا، اپنی برأت کا اظہار بھی کیا اور بریلی تھانے میں قانونی کاروائی بھی کی۔ فرضی طور پر اس پوسٹر کو چھاپنے والے (انجان وگمان افراد) کے خلاف پولیس میں رپورٹ بھی درج کرائی۔

میرے والد صاحب کے وصال کے بعد ان کے عرس چہلم کے موقع پر خانقاہ عالیہ قادریہ رضویہ درگاہ اعلیٰ حضرت کی سجادگی وتولیت، جامعہ رضویہ منظر اسلام کی نظامت، ماہنامہ اعلیٰ حضرت کی ادارت اور دیگر اوقاف کی تولیت فقیر راقم الحروف کو تفویض کی گئی۔ رسم سجادگی کے اسی موقع پر میرے سر پر دستار سجادگی ہمارے چچا جان ہی نے رکھی۔

آپ کے وصال سے کچھ مہینے پیش تر ہی کی بات ہے کہ چچا جان کی عیادت کو میں ان کے گھر گیا۔ چہرہ تو نورانی تھا ہی اب اور پُرنور ہو گیا تھا۔ چچا جان محو آرام تھے۔ دست بوسی کی، سر پر ہاتھ رکھوایا اور کچھ دیر بیٹھ کر واپس آ گیا۔ کئی بار آپ سخت علیل ہوئے۔ کئی بار ہاسپٹل میں بھرتی رہے۔ اس بار بھی جب آپ ہاسپٹل گئے تو ہمیں یہ امید بھی نہ تھی کہ اب آپ کا آخری وقت آ چکا ہے۔ یقین ہی نہیں ہو رہا تھا کہ وہ اب ہمیں چھوڑ کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس دنیائے فانی سے تشریف لے جا چکے ہیں۔

پوری دنیا میں کہرام برپا ہوگیا جس کے پاس بھی یہاں کے کسی بھی شخص کا نمبر تھا وہ انہیں فون کر رہا تھا۔ میرے پاس بھی کئی دنوں تک مسلسل فون آتے رہے۔ پہلے انتقال کی تصدیق کے لیے۔ بعد میں تعزیت کے لیے۔ ہر ایک اپنے اپنے طور پر انہیں خراج پیش کر رہا ہے۔ ادارہ ماہنامہ اعلیٰ حضرت بھی خصوصی شمارے کے ذریعہ انہیں قلمی اور تحریری خراج پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ قابل مبارکباد ہیں عزیزم مفتی محمد سلیم بریلوی زیدہ مجدہ کہ انہوں نے شب و روز کی محنت کے بعد انتہائی سرعت کے ساتھ تن تنہا اس نمبر کو سلیقہ مندی کے ساتھ مرتب کیا۔ اللہ تعالیٰ چچا جان کی تربت پر انوار و رحمت کی بارشیں نازل فرمائے۔ سبھی اہل سنت کو صبر عطا فرمائے۔ ہماری خاندانی عظمت و رفعت اور شان وشوکت کی غیب سے حفاظت وصیانت فرمائے۔ ہمارے خاندان میں ایسے افراد پیدا فرمائے کہ جو اس کی شان وشوکت، جاہ وحشمت، عظمت ورفعت کے محافظ و پاسبان بنیں۔ آمین بجاہ حبیبہ الکریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم۔

تعزیت نامہ

تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری علیہ الرحمہ کے وصال پرغم واندوہ میں لپٹی ایک اشک آلود تعزیتی پیغام

از: امین ملت حضرت ڈاکٹر پروفیسر سید محمد امین میاں قادری برکاتی مدظلہ العالی
سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم!

وارث علوم اعلیٰ حضرت، قائم مقام حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ اختر رضا خاں صاحب ازہری میاں کل وصال فرما گئے۔

عرش پر دھومیں مچیں وہ مومن وصالح ملا
فرش پر ماتم اٹھے وہ طیب و طاہر گیا

ازہری میاں کا وصال دنیائے سنیت کا عظیم نقصان ہے جس کی تلافی ممکن نہیں۔

حضرت والا کا خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ سے پانچ پشتوں کا تعلق تھا۔ والد ماجد حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ نے ازہری میاں کو جملہ سلاسل کی خلافت واجازت سے نوازا تھا۔

میں دل کی گہرائیوں سے مولوی عسجد رضا خاں صاحب، ان کی اہل بیت اور اہل خاندان اور جملہ احباب اہل سنت کو تعزیت پیش کرتا ہوں۔ رب ذوالجلال ان کا بدل عطا فرمائے اور ان کے درجات بلند تر فرمائے۔ آمین بجاہ الحبیب الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

پروفیسر سید امین
خادم سجادہ درگاہ قادریہ برکاتیہ، مارہرہ شریف ضلع ایٹہ
۷/ذی قعدہ ۱۴۳۹ھ/۲۱/جولائی ۲۰۱۸ء

☆

تعزیتی پیغام

از۔رفیق ملت حضرت سید نجیب حیدر قادری برکاتی دام ظلہ، سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ

قاضی القضاۃ فی الہند حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں معروف بہ ازہری میاں کا وصال دنیائے سنیت کا نا تلافی نقصان ہے جس سے علم فقہ کے ایک عہد کا خاتمہ ہوگیا۔

ازہری میاں ان عظیم شخصیات میں ایک تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے بے شمار محاسن و کمالات سے سرفراز فرمایا۔آپ عظیم فقیہ، محقق اور اعلیٰ حضرت کے علوم کے سچے وارث تھے۔آپ کا وصال دنیائے سنیت کا ناقابل تلافی نقصان ہے۔آپ مارہرہ مطہرہ کے افکار و نظریات کے بیباک ترجمان اور مفتی اعظم ہند کی علمی و روحانی وراثتوں کے سچے امین و جانشین تھے۔کیوں نہ ہوتے کہ یہ عظیم تاج ان کے سر پر ان کے مرشد اجازت، والد گرامی، سید العرفاء، احسن العلماء نے سجایا تھا۔

موصوف کی فکری و علمی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔عربی اردو زبان میں ان کی تحریر کردہ متعدد کتابیں ان پر شاہد ہیں۔غم والم کی اس گھڑی میں ہم خانوادۂ رضویہ کے جملہ افراد بالخصوص تاج الشریعہ ازہری میاں کے ولی عہد صاحبزادہ مولانا عسجد رضا خاں و دیگر پسماندگان، مریدین، متوسلین کے لیے دعا گو ہیں کہ اللہ رب العزت سب کو صبر جمیل و اجر عظیم سے نوازے اور تاج الشریعہ کے مدارج میں بلندیاں عطا فرمائے۔

(ماخوذ از داستان غم، صفحہ ۱۷۳)

خانوادۂ رضویہ اور عالم سنیت کا ناتلافی نقصان

از۔پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ محمد احسن رضا قادری، سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ رضویہ، درگاہ اعلیٰحضرت بریلی شریف

حامداً و مصلیاً و مسلما۔

داداجان، تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری میاں علیہ الرحمہ کے وصال سے خانوادۂ رضویہ کا تو ناتلافی نقصان ہوا ہی ہے مگر اس کے ساتھ ہی پوری دنیائے سنیت کا ہی یہ ایک عظیم خسارہ ہے کہ جس کی بھرپائی اور تلافی ناممکن ہے۔

فقہ وفتاویٰ اور رشد و ہدایت کے میدان میں مرکز اہل سنت کو جو اختصاصات و امتیازات قدرت کی جانب سے عطا فرمائے گئے ہیں ان کو محفوظ رکھنے میں آپ کا بہت اہم کردار رہا۔ مرکز اہل سنت کے تصلب دینی کا اقرار تو غیروں کو بھی ہے۔ مقتضیات زمانہ اور دور جدید کی دہائی دے کر بڑے بڑوں نے کوشش کی کہ کچھ رخصتوں کے باب وا کیے جائیں مگر حضرت تھے کہ کوئی سمجھوتا نہ کیا۔ احکام شریعت جاری کرنے میں حضرت تاج الشریعہ اپنے اور پرائے کی تمیز نہیں کرتے تھے۔ شرعی حکم کے دائرے میں جو کوئی بھی آتا وہ بے باک انداز اور حق گوئی کے ساتھ حکم شرع واضح و جاری فرما دیتے۔ کوئی ناراض ہو تو ہوا کرے، کوئی برا کہے تو کہا کرے، کوئی نکتہ چینی کرے تو کیا کرے مگر انہیں کسی کی کوئی پروانہ ہوتی۔ شریعت کے احکام کے سلسلہ میں ان کا موقف بالکل اٹل ہوتا۔ وہ حق گوئی میں اپنے بزرگوں کی عظیم نشانی تھے۔ ان کے دامن علم و معرفت نے ہم سب کو ڈھانپ رکھا تھا۔ مذہب و مسلک اور فقہ وفتاویٰ کے سلسلہ میں کوئی بھی مشکل گھڑی آتی اس کا وہ ڈٹ کر مقابلہ بھی کرتے، ضرورت پڑنے پر دندان شکن جواب بھی دیتے۔ عقائد اہل سنت، اسلاف امت خاص کر ہمارے مشائخ سلسلہ اور مشائخ خانوادہ کی ذات کو نشانۂ تنقید وطعن بنانے والوں کا وہ تحریری و تقریری مسقط جواب دیتے۔ ان کا علم و حکمت ہمارے اجداد کرام کے علوم و معرفت کا سچا آئینہ دار تھا۔ درس و تدریس ہو یا تصنیف و تالیف، رشد و ہدایت ہو کہ فقہ وفتاویٰ وہ ہر میدان میں اہل سنت کے بیباک ترجمان تھے۔ مذہب احناف کے ناشر و موید تھے۔ سلسلہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کو جتنا فروغ ان کی ذات سے ہوا اس کی مثال نہیں ملتی۔

ماہنامہ اعلیٰ حضرت کی ادارتی ٹیم حضرت تاج الشریعہ کی حیات و خدمات پر خصوصی شمارے کی اشاعت کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس ٹیم کو اس کی جزا عطا فرمائے اور ہمارے خاندان میں حضرت تاج الشریعہ کے امثال پیدا فرمائے۔ آمین

بشر اختر ہو جائے تو ہرگز مرتا نہیں

از: چشم و چراغ خاندان رضویت، مولانا محمد ارسلان رضا خان قادری برکاتی (کلیہ اصول الدین جامعہ ازہر، مصر)

یہ انسانی فطرت ہے کہ انسان جب کسی شخصیت سے متاثر ہوتا ہے، اس کا عقیدت مند ہو جاتا ہے اور اس کی یہ عقیدت اس وقت تک سلامت رہتی ہے جب تک وہ اس شخصیت سے دور رہتا ہے اور جب قریب ہوتا ہے تو بشری کمزوریاں نظر آتی ہیں تو اس کی عقیدت میں نسبتا کمی آنے لگتی ہے اسی طرح کوئی بھی بارعب و باوقار انسان اپنا رعب و وقار پہلی دوسری یا کبھی کبھی کی ملاقات میں تو سلامت رکھ پاتا ہے مگر مسلسل ساتھ رہنے والوں اور اکثر ملتے رہنے والوں پر اس کا وہ رعب نہیں رہتا جو پہلے تھا لیکن میں نے ساری دنیا میں صرف ایک ہی شخصیت، اپنے حضرت کی ایسی دیکھی کہ جوان سے جتنا قریب ہوتا گیا، اتنا عقیدت مند بنتا گیا، اور جس نے جتنا اور جس زاویے سے دیکھا اتنا ہی متاثر و مرعوب ہوا۔ کسی بھی شخصیت کے ساتھ یہ عقیدت اسی صورت میں قائم رہ پاتی ہے جب انسان اس کے صبح و شام، رات و دن، خلوت و جلوت، سفر حضر کو دیکھنے کے بعد اس کا کوئی عمل شریعت مصطفے علیہ التحیة والثنا کے خلاف نہیں پاتا، اس شخصیت کو مختلف زاویے سے ملاحظہ کرنے اور اس کی حیات کے گوشوں کو گہرائی و گیرائی سے مطالعہ کرنے کے بعد، اس کا کوئی قدم خلاف سنت اٹھتے ہوئے نہیں پاتا۔

ماضی قریب میں یہ بات حضور مفتی اعظم ہند کے بارے میں کہی جاتی تھی کہ جوان سے جتنا قریب ہوتا اتنا انکا معتقد ہو جاتا، دید مفتی اعظم تو فقیر کو میسر نہیں ہاں مگر ایک ایسی شخصیت کو قریب و بعید سے دیکھنے کا شرف حاصل ہوا جو اسی متقی اعظم مفتی اعظم کا محبوب نظر تھا، علم و عمل کا سمندر تھا، خلوص کا پیکر تھا، وفا کا مصدر تھا، گمرہوں کا رہبر تھا، ہادیوں کا سرور تھا، محبت کا خوگر تھا، شفقت کا جوہر تھا، اپنے عہد میں فائق و برتر تھا، صاحب ممتاز فکر و نظر تھا، مفسر اعظم ہند کا پسر تھا، اہل سنت کا تاجور تھا، برج ہدیٰ کا اختر تھا جسے کبھی اسماعیل رضا بن ابراھیم رضا کہا گیا، کبھی اختر میاں کہہ کر پکارا گیا، کبھی ازہری نسبت سے یاد کیا گیا، کبھی تاج الاسلام، تاج العلماء، قاضی القضاۃ فی الھند جیسے عظیم القاب سے ملقب کیا گیا اور پھر آخر میں لقب تاج الشریعہ زبان زد خواص و عوام ہوا جو علم، کنیت اور القاب سب پر ایسا غالب ہوا کہ جیسے یہ لقب فی زمانا ہمارے حضرت کی ذات پر ہی جچتا ہو۔

راقم الحروف نے حضرت کے رات و دن دیکھے، صبح و شام دیکھے، خلوت و جلوت دیکھی، سفر و حضر دیکھے، مگر کوئی عمل شریعت مصطفیٰ علیه التحیة والثنا کے خلاف نہ دیکھا، کوئی قدم خلاف سنت اٹھتے نہ پایا، اپنے مرشد کے رنگ میں ایسا رنگے کہ۔

من تو شدم تو من شدی من جاں شدم تو تن شدی
تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

کی عملی تفسیر نظر آتی ہے۔

سیرت مفتی اعظم کا عملی زندگی میں مشاہدہ کرنا ہو تو حضور تاج الشریعہ کی زندگی کو ملاحظہ کریں، یقیناً ہمارے حضرت، اپنے حضرت مفتی اعظم ہند کی خَلقا وخُلقا صورتاً وسیرتاً سچی تصویر تھے، وہ کون سی ایسی صفت تھی جس میں ہمارے حضرت، اپنے حضرت کے سچے عکس ومظہر نہ ہوں؟۔تقویٰ وطہارت، زہد وقناعت، شرافت وکرامت، مجاہدہ وریاضت، اصابت واستقامت، ذکاوت و فراست، صورت وسیرت کی کون سی ایسی شاہ راہ ہے جہاں ہمارے حضرت اپنے حضرت کے نقش قدم پر نہ چلے ہوں؟ الولد سر لابیہ کی ایسی بے داغ تفسیر آسانی سے دیکھنے کو نہیں ملتی، فقہ وافتا میں مفتی اعظم کے راز سربستہ، رشد وہدات میں مفتی اعظم کے سر مکنون، صورت وسیرت میں مفتی اعظم کے عکس ومظہر الغرض مفتی اعظم کے ہر اطوار واعتبار سے سچے جانشین وقائم مقام ہیں۔

منقبت مفتی اعظم میں جد کریم حضور ریحان ملت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

ادائے مصطفیٰ تم ہو رضائے مصطفیٰ تم ہو
ہر اک اطوار سے اے مقتدا، احمد رضا تم ہو

ہر اطوار سے مصطفے رضا اگر احمد رضا ہے تو ہر اعتبار سے اختر رضا مصطفے رضا ہے، تو اب ہم اپنے حضرت کی شان میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گے:

ادائے مصطفے تم ہو رضائے مصطفیٰ تم ہو
ہر اک اطوار سے اے مقتدا، مصطفیٰ تم ہو

اور صغریٰ کبریٰ فٹ کر کے شکل اول بدیہی الانتاج سے اگر نتیجہ نکالا جائے تو اس طرح نکلے گا:

تمہاری ذات میں جلوے رضا نوری میاں کے ہیں
میرے نوری میاں تم ہو میرے احمد رضا تم ہو
شبیہ احمد و حامد رضا نوری پیا تم ہو
رضا و حامد و نوری شہا تم ہو

ابھی تو ہمارے حضرت کو اس دنیائے فانی سے کوچ کئے چالیس دن بھی نہ ہوئے ہیں مگر یہ بات یقین کی حد تک کہی جاسکتی ہے کہ سو سال گزرنے کے بعد بھی ان کی یادوں کا چراغ گل نہ ہوگا، امتداد زمانہ کے باوجود ان کی یادوں کی شمع دلوں کی محراب اور تصورات کے منبر پر روشن رہے گی کیوں کہ ’’بشر اگر اختر ہو جائے تو ہرگز مرتا نہیں‘‘۔

جن لوگوں نے انکا جلوۂ زیبا دیکھا ہے، کوئی حسین سے حسین تر جلوہ انکی آنکھوں کو نہیں بھا سکتا، اس جلوے کو خوب دیکھنے کے بعد اب اپنی آنکھوں کا خیال بھی یہی ہے کہ

اب میری نگاہوں میں جچتا نہیں کوئی
جیسے میرے حضرت ہیں ایسا نہیں کوئی

میں نے جب سے ہوش کی آنکھیں کھولیں ہیں تب سے حضرت تاج الشریعہ کو اختر برج ہدیٰ کی حیثیت سے دیکھا، دل کے نہاں خانے میں نہ جانے کتنے واقعات محفوظ ہیں، سمجھ نہیں آرہا کہاں سے آغاز کلام کروں، حضرت سے ایام طفولیت میں ہماری ملاقات روزانہ رضا مسجد میں ہوتی تھی، حضرت جب بریلی شریف میں تشریف فرما ہوتے پنج وقتہ نماز باجماعت ادا کرانے کے لئے مسجد تشریف لاتے اور نماز کے بعد جب سب لوگ حضرت سے مصافحہ و

دست بوسی کررہے ہوتے ، ہم بھی سب کی طرح صف میں لگ کر حضرت کی دست بوسی کرتے اور حضرت بکمال شفقت سر پر ہاتھ پھیرتے ، محبت فرماتے ۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب حضرت با صحت وتوانا اور اور حاسئہ بصر سے باوجود کمزوری کے، مشاہدہ فرماتے تھے مگر جب حضرت کی بظاہر نگاہوں کی روشنی تقریباً معدوم ہوگئی تو حضرت پنج وقتہ حاضری سے معذور ہوگئے مگر حد درجہ ضعف نقاہت اور عدم بصارت کے باوجود حضرت نماز جمعہ کے لئے مسجد میں تشریف لاتے اور امامت فرماتے حالاں کہ اس حالت میں بھی حضرت پر جمعہ فرض نہ تھا اور رخصت تھی مگر عزیمت پر عمل کا یہ عالم کہ آخر وقت تک فرض نمازیں کھڑے ہوکر ادا فرماتے اور حالت یہ ہوتی تھی کہ سجدے سے حالت قیام میں آنے کے لئے ضعف ونقاہت کی وجہ سے پیروں میں لرزش طاری ہوجاتی ۔ مسجد سے مزار اعلیٰ حضرت پر حاضر ہوتے چار ہاتھ دور کھڑے ہوکر تلاوت قرآن پاک کرکے ایصال ثواب فرماتے ،کبھی مزار کو جھک کر بوسہ نہ دیتے بایں ہمہ اکثر دیکھا جاتا کہ اعلیٰ حضرت ومفتی اعظم کے مزار کی پائیتی کو خادم کے سہارے ہاتھ لگاتے اور پھر واپس لوٹ جاتے ، آٹھ دس سال پہلے تک تو یہ معمول تھا کہ بلاناغہ روزانہ مزار اعلیٰ حضرت پر حاضر ہوتے مگر جب عذر لاحق ہوا تو یہ حاضری ہفتے میں ایک دن یعنی روز جمعہ کو متعین ہوگئی ، فقیر راقم الحروف بھی اکثر حضرت کے پیچھے پیچھے نماز جمعہ کے بعد حاضر ہوتا اور اس کے علاوہ جب بھی حضرت کو مزار پر آتے دیکھتا تو ساتھ ہولیتا کہ فیوض وبرکات کی اس موسلا دھار بارش کے کچھ چھینٹے مجھ پر بھی پڑ جائیں ،اور آج فقیر مزار اعلیٰ حضرت پہ بالکل انہیں آداب کو ملحوظ رکھتا ہے جیسا حضرت کو کرتے دیکھا۔ مزار پر حاضری کے جو آداب اعلیٰ حضرت نے تحریر فرمائے ہیں ہمارے حضرت اس پر پورے طور پر عمل فرماتے ۔

حضرت اپنے روزانہ کے معمولات کے بہت پابند تھے، مولانا یونس رضا مونس اویسی، حضرت کے رات و دن کے معمولات پر روشنی ڈالتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''بعد نماز فجر تلاوتِ قران ۔ وظائف، ناشتہ سے فراغت کے بعد کتابیں سنتے ہیں یا فتاوی تحریر کرواتے ہیں یا فتاوی سن کر تصدیق فرماتے ہیں، دوپہر ایک بجے تک ڈرائنگ روم میں تشریف رکھتے ہیں، تخصص فی الفقہ کے طلبہ کو ۱۱ یا ۱۲ /بجے کے بعد درس دیتے ہیں، کھانہ تناول فرماکر قیلولہ فرماتے ہیں ، بعد نماز ظہر پھر کتابیں سنتے یا کتابیں لکھواتے ہیں ، بعد نماز عصر دلائل الخیرات شریف پڑھتے ہیں۔ بعد نماز مغرب وظائف سے فارغ ہوکر پھر کتابیں سننا یا لکھوانا پھر بعد نماز عشاء کھانا تناول فرماتے ہیں بعدہ تھوڑی دیر ٹہلتے ہیں پھر کتابیں سنتے ہیں یا لکھواتے ہیں ، ۱۱، ۱۲ /بجے رات تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے اسی دوران ملاقاتی ملاقات بھی کرتے ہیں ، مرید ہونے والے داخل سلسلہ ہوتے ہیں، پھر حضرت فجر میں اگر فجر سے پیشتر جاگتے ہیں تو تہجد پڑھتے ہیں ورنہ نماز فجر ادا فرمانے کے بعد معمولات حسب سطور بالا انجام دیتے ہیں''۔

(فیضان مارہرہ وبریلی، ص ۳۲۱، ۳۲۲)

فقیر راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ اپنے معمولات اور وقت کا جتنا پابند حضرت کو دیکھا کسی کو نہ دیکھا، ویسے تو ہر کامیاب آدمی کی ظفریابی اور سرفرازی کا راز وقت کی قدر و قیمت میں پوشیدہ ہوتا ہے، مگر ضعف و نقاہت و پیرانہ سالی میں معمولات اور اوقات کی پابندی کرنا مشکل

امر ہے لیکن اس سلسلے میں بھی ایک حضرت کی ذات منفرد و ممتاز دیکھی کہ بایں ہمہ پیرانہ سالی، ضعف و نقاہت روزانہ کے کاموں کو اتنا وقت کی پابندی کے ساتھ ادا فرماتے کہ جیسے کوئی آگاہ کر رہا ہو، ایک ایک منٹ کا خیال فرماتے اور بار بار خادم سے وقت دریافت فرماتے، اقامت صلاۃ، تلاوت قرآن، اوراد و وظائف، اشغال و اعمال، مطالعہ کتب، تصنیف و تالیف، فتوی نویسی، درس و تدریس، تعلیم و تعلم، بیعت و ارادت، رشد و ہدایت، دعوت و تبلیغ، سوال و جواب۔ اتنے سارے کام ایک ذات (وہ بھی جس کی بظاہر آنکھوں کی روشنی متاثر ہے) روزانہ بلاناغہ کیسے ادا کرتی ہوگی سمجھ سے بالاتر ہے ۔ یقیناً اگر ہم خواجہ تاشان دراختر رضا صرف ان کی زندگی سے وقت کی قدر و قیمت کرنے کا ہی سبق حاصل کرلیں تو کامیابی نصیب ہو۔

حضرت کے روزانہ کے معمولات کی ایک جھلک اور دکھاتا چلوں:

حضرت کا پہلے یہ معمول تھا کہ عوام کی رشد و ہدایت کے لئے ازہری گیسٹ ہاؤس میں جلوہ افروز ہوا کرتے تھے مگر جب ضعف و کمزوری میں اضافہ ہوا تو دولت کدے کے بیرونی حصے میں تشریف فرما ہوتے عوام سے ملاقات کا وقت متعین ہوتا، صبح ۱۰ سے ۱ر بجے اور شام مغرب سے عشاء کے بعد تک عام ملاقات فرماتے، طالبین صادق کو سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ میں داخل فرماتے، عصر کے بعد مسلسل پابندی کے ساتھ دلائل الخیرات شریف کا ورد فرماتے اثنائے معمولات اور ان اوقات کے علاوہ دینی کتابوں کو سماعت فرماتے ، کسی مضمون کو احاطۂ تحریر میں لانے کا طریقہ یہ ہوتا کہ کسی موجودہ عالم کو املاء کراتے، فقہی سولات کے جوابات زبانی دیتے، آٹھ دس سال پہلے کا معمول یہ تھا کہ جمعرات کو فقہی سوالات و جوابات کی ایک محفل ازہری گیسٹ ہاؤس (عقب مزار اعلیٰ حضرت، جہاں اب حضرت کی قبر انور ہے) میں منعقد ہوتی حضرت اس فقہی مجلس میں رونق افروز ہوتے اور شہر بریلی کی عوام کے دینی سوالات کے جواب عنایت فرماتے، اسی طرح ایک دوسری محفل شہر کہنہ کی حبیبیہ مسجد میں منعقد ہوتی وہاں بھی حضرت برجستہ لوگوں کے سوالات کا جواب عنایت فرماتے۔ اس کے علاوہ ہفتے میں ایک دن پوری دنیا سے آئے ہوئے آن لائن سوالات کے جواب انٹرنیٹ کے ذریعہ عطا فرماتے، انہی ایام میں انٹرنیٹ پر حضرت کا درس حدیث بھی بہت معروف تھا جس کی آواز آج بھی محفوظ ہے ایک دفعہ جب میں اپنی تعطیل کو مکمل کرنے کے بعد مادر علمی دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف واپس لوٹ رہا تھا تو حضرت سے اجازت لینے کے لئے حاضر ہوا، حضرت نے مجھے اس درس حدیث میں شامل ہونے کی تلقین فرمائی تھی۔ جامعۃ الرضا کے طلبہ بھی ہفتے میں ایک دن حصول برکت کے لئے حضرت سے درس حدیث لینے آتے، یہ تو تھی حضرت کے معمولات کی ایک ہلکی سی جھلک جو میری آنکھوں نے مشاہدہ کی ہے اس کے علاوہ حضور تاج الشریعہ کی حیات مبارکہ کے مختلف گوشوں اور آپ کے سفر و حضر کے معمولات کے متعلق متعدد کتابیں ضخیم جلدوں میں چھپ کر شائع ہو چکی ہیں جس کے مطالعے سے آپ اپنے قلب و روح میں بالیدگی پیدا کر سکتے ہیں۔

اصاغر پر شفقت :- بچپن میں جب فقیر نے یاد کر کے عرس رضوی کے موقعہ پر پہلی تقریر کی، اور اس تقریر کی ریکارڈنگ، مولانا جمیل رضوی صاحب نے حضرت کو سنائی تو حضرت نے فقیر راقم الحروف کو اپنے خادم (یوسف رضوی) کے ذریعہ بارگاہ میں طلب

فرمایا، یہ ان دنوں کی بات ہے جب حضرت ازہری گیسٹ ہاؤس میں تشریف فرما ہوتے تھے، پیغام سنتے ہی نہایت نیاز مندی کے ساتھ دوڑا دوڑا حاضر ہوا، حضرت ایک عالیشان کرسی پر تشریف فرما تھے، مریدین و معتقدین باادب سامنے بیٹھے اپنے پیر و مرشد کی زیارت میں محو تھے، خادم نے عرض کیا حضور! یہ آ گئے ارسلان بھیا، میں نے سلام و دست بوسی کی ،حضرت نے فرمایا تمہاری تقریر میں نے سنی ، اللہ تمہیں کامیاب فرمائے اور مبلغ سو روپئے کا نوٹ بڑھاتے ہوئے فرمایا یہ لو تمہارا انعام، یہ تھی حضرت کی شفقت و عنایت اور کرم نوازی کی ایک جھلک ، اس کے علاوہ حضرت کی فقیر پر سینکڑوں عنایات ہیں جو آج تک نہاں خانۂ دل میں امتداد زمانہ کے باوجود موجود ہیں۔

اس واقعہ سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ چھوٹوں پر کیسی شفقت و رحمت فرماتے اور حضرت کی عظمت و بڑائی کا راز بھی اسی میں پوشیدہ ہے کہ حضرت اپنے لوگوں کے ساتھ بہتر سے بہتر سلوک رکھنے کے روادار تھے، اس میں چھوٹے ، بڑے جوان بوڑھے کا کوئی امتیاز نہیں پایا جاتا ، اس طرح کے سینکڑوں واقعات ملتے ہیں کہ حضرت اپنے اصاغر پر کس درجہ شفقتیں اور عنایتیں فرماتے ہیں۔ جن دنوں میں مادر علمی دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف میں مصروف تعلیم تھا، ان ایام میں میرا مدرسے سے آمد و رفت کا معمول یہ تھا کہ جب مدرسے کو جانے کے لئے روانہ ہوتا تو حضرت سے اجازت لے کر جاتا اور تعطیل میں گھر آتا تو سب سے پہلے حضرت کی بارگاہ میں سلام و دست بوسی کے لئے حاضر ہو کر عرض کرتا: حضرت میں ارسلان، آج مدرسے سے آیا ہوں، حضرت دست کرم سر پر پھیرتے اور دعاؤں سے نوازتے ، یہاں پر میں یہ بھی بتاتا چلوں کہ میں براؤں شریف حصول علم کی غرض سے حضرت کے ہی حکم سے حاضر ہوا تھا، ہوا یوں کہ براؤں شریف حصول علم دین کی غرض سے ایک سال قیام کرنے کے بعد جب میں مصر جامعہ ازہر روانہ ہوا اور وہاں ملک کے حالات خراب ہو جانے کی وجہ سے مجھے لوٹنا پڑا تو میں حضرت کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا حضرت میں اپنی تعلیم کہاں مکمل کروں؟ حضرت کی زبان سے جو کلمات اس وقت نکلے، وہ یہ تھے کہ براؤں چلے جاؤ اور محنت سے پڑھو! حضرت کا حکم پاتے ہی میں گلشن براؤں شریف میں خوشہ چینی کے لئے حاضر ہو گیا اور خانقاہ کے سجادہ نشین حضرت غلام عبدالقادر علوی صاحب قبلہ نے میرے قیام و طعام کا جو معقول انتظام ہو سکا، کیا۔ میں کئی سال اس گلشن علم میں خوشہ چینی کرتا رہا اور ادھر بریلی شریف میں یادگار اعلیٰ حضرت منظر اسلام کا نظم و نسق درست ہونے لگا اور حضرت مولانا عاقل صاحب کے آنے سے تعلیمی معیار خوب سے خوب تر ہو گیا، ایک موقعہ پر مدرسے سے بریلی شریف آیا حضرت سے شرف ملاقات و دست بوسی ہوئی تو فرمایا اب تم یہیں پڑھو (منظر اسلام میں) میں نے عرض کیا حضرت وہاں ذمہ داران خانقاہ نے میری تعلم و تعلیم کے لئے بہتر انتظام کر دیا ہے اور مخصوص اساتذہ کے پاس درس متعین کر دیا ہے اب وہاں سے آنا مناسب نہیں، یہ بات سن کر حضرت نے سکوت فرمایا اور میں سکوت کو رضا جان کر واپس براؤں شریف حاضر ہو گیا۔ مادر علمی دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف پر حضرت کی نظر شفقت کا یہ عالم تھا کہ دارالعلوم کے چار اساتذہ کو حضرت نے اپنی اجازت و خلافت سے

نوازا، جن میں سے ایک خود خانقاہ کے ولی عہد حضرت مولانا آصف علوی ازہری ہیں دوسرے حضرت مفتی نظام الدین احمد نوری، تیسرے شہزادہ خلیفہ مفتی اعظم حضرت مولانا رابع نورانی صدیقی بدری اور چوتھے حضرت مفتی شہاب الدین نوری صاحب قبلہ ہیں۔ یہی وہ ادارہ جس میں حضور مفتی اعظم بغیر کسی دعوت کے اپنا محبوب ادارہ سمجھ کر اور اس ادارے کی علمی کارکردگی، اس کے طلبہ و اساتذہ کی محنت وجاں فشانی دیکھ کر تشریف لائے اور اپنی مخصوص دعاؤں سے نوازا اور اپنے قدوم میمنت لزوم کی برکت سے اس کو شرف عطا کیا، حضرت ریحان ملت نے اپنے تین صاحب زادوں کو یہاں حصول تعلیم کی غرض سے بھیجا اور برادر زادہ اعلی حضرت حضور حسنین میاں اور حضور مفسر اعظم جیلانی میاں نے دارالعلوم کی کارکردگی سے متاثر ہوکر اپنے تاثرات سے نوازا۔ جب حضور مفتی اعظم ہند، حضور حسنین میاں، حضور مفسر اعظم جیلانی میاں، حضور ریحان ملت رحمانی میاں اس ادارے کو اپنا محبوب ادارہ سمجھتے ہوں تو بھلا حضور تاج الشریعہ اسے اپنا محبوب و پسندیدہ ادارہ کیوں نہ مانتے؟۔

براؤں شریف کے سجادہ نشین حضرت غلام عبد القادر علوی صاحب قبلہ جب حضرت سے ملاقات کے لئے حاضر ہوئے، تو حضرت نے خوب شفقت و محبت پیش فرمائی، ضعف و نقاہت کے باوجود حضرت علوی صاحب کی فرمائش پر ان کے خلف اصغر کا ہاتھ میں ہاتھ لے کر داخل سلسلہ فرمایا۔ حضرت نے ان کے خلف اصغر کو داخل سلسلہ فرما کر اور خلف اکبر کو اجازت و خلافت عطا فرما کر اہل براؤں شریف کو اپنی محبت و شفقت اور اپنے وثوق و اعتماد کی سند عطا فرمادی۔

اسلاف اور سادات مارہرہ مطہرہ کا احترام: مارہرہ مطہرہ کے دست کرم میں ہاتھ دینے کی اپنی خاندانی رسم کے مطابق مجھے بھی تاجدار مسند برکاتیت حضور احسن العلماء مارہروی علیہ الرحمۃ و الرضوان کی وساطت سے یہ شرف دو ڈھائی سال کی عمر میں حاصل ہوا، بیعت ہونے کے کچھ ہی مہینوں بعد پیر و مرشد کا وصال ہو گیا، ہوش کے ناخن لئے تو دل میں یہ تمنا جوش مارنے لگی کہ کسی ایسی شخصیت سے طلب بیعت کر لی جائے جو بیک وقت حضرت پیر و مرشد کا بھی اجازت یافتہ ہو اور حضور مفتی اعظم کا بھی، گویا مجھے ایسی مبارک ذات کی تلاش تھی جس کا سینہ رضوی برکاتی نہروں سے مجمع البحرین ہو گیا ہو، یہ خواہش لے کر ایک دن حضور تاج الشریعہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا، دل میں پوشیدہ آرزو کو ان الفاظ سے تعبیر کیا کہ حضرت میں آپ سے طالب ہونا چاہتا ہوں، حضرت نے معاً دریافت فرمایا کس سے مرید ہو؟ عرض کیا: حضور احسن العلماء کا، اس وقت کمرے میں حضرت اور حضرت کے خادم اور میرے سوا کوئی چوتھا نہ تھا، حضرت نے یہ سنتے ہی کہ میں حضور احسن العلماء کا مرید ہوں فرمایا: تب پھر کیا ضرورت ہے؟ ہم سب تو وہاں کے غلام ہیں ہی، اور بہت دیر تک مارہرہ مطہرہ کے مشائخ کا ذکر جمیل فرماتے رہے۔ بہر حال حضرت نے بیعت تو نہ فرمایا مگر فیضان سلسلہ مفتی اعظم سے محروم بھی نہ ہونے دیا اور زمانہ طالب علمی ہی میں فراغت سے تین سال پہلے ۹۶ رویں عرس رضوی کے موقع پر ۲۲ر صفر المظفر ۱۴۳۴ھ کو علماء و عمائدین شہر اور روزانہ کے حاضر باشوں کی موجودگی میں اپنی اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا۔

مذکورہ بالا واقعہ سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو

جاتی ہے کہ حضرت اپنے مشائخ کرام ، سادات کرام اور خصوصا مارہرہ مطہرہ کے سادات کرام کا کس درجہ احترام فرماتے ہیں کہ ان کے مرید کو انہی کے سلسلے میں طالب کرنا بھی بے ادبی تصور کرتے ہیں۔ نیز یہ کہ اور حریص پیروں کے برعکس ہمارے حضرت کا دامن، حرص وطمع سے کتنا پاک ہے، کہتے ہیں کہ پیر وہ جس کو مریدوں کی تلاش وجستجو نہ ہو بلکہ مریدوں کو اس کی جستجو ہو، ہمارے حضرت ہمیشہ اس سے اعراض فرماتے مگر معتقدین ومریدین کا میلہ لگا رہتا، بیعت ہونے کے لئے لمبی لمبی قطاریں لگی رہتیں، ایک جھلک پانے کو لوگوں کے دل بے قرار رہتے، مرید ہونے والا اپنی قسمت کی معراج تصور کرتا۔ یا اللہ! ایسی مقبولیت ایسی ہر دل عزیز شخصیت جس کو دیکھنے کے بعد بس یہی زبان پہ آتا ہے کہ یہ قبولیت عامہ کسبی نہیں ہوسکتی ، بلکہ عطائے ربانی سے ہی اسے تعبیر کرنے میں دل کو اطمینان ہوگا، یقیناً جو اللہ ورسول کا ہو جاتا ہے ساری مخلوق پھر اس کی ہو جاتی ہے، فرشتہ آسمانوں میں ندا کرتا ہے کہ فلاں بندے سے اللہ محبت فرماتا ہے، اے اہل آسمان تم بھی اس سے محبت کرو اور پھر زمین میں بھی اس کی مقبولیت ہو جاتی ہے، اس مضمون کی حدیث پاک بخاری شریف میں موجود ہے۔ نیز اللہ تبارک وتعالی، قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

ان الذین آمنوا و عملوا الصٰلحات سیجعل لهم الرحمٰن ودا. (سورہ مریم، آیت ۹۶)

اسی فلسفے کی طرف ڈاکٹر اقبال بھی یوں اشارہ کرتے ہیں:

ہجوم کیوں ہے زیادہ شراب خانے میں
فقط یہ بات کہ پیر مغاں ہیں مرد خلیق

جلال و جمال کا سنگم: حضرت کو جلال فرماتے بھی دیکھا اور جمال فرماتے بھی، مگر ایک موقع پر حضرت کے جلال فرمانے کا منظر جب بھی یاد آجاتا ہے، مجھ پہ جلال مومن کی ہیبت سی طاری ہو جاتی ہے، کئی دفعہ خواب میں بھی حضرت کو کسی چیز پر جلال فرماتے دیکھا اور جمال فرماتے بھی، حضرت جلال و جمال کا سنگم تھے لیکن ایسا بہت کم ہوتا تھا جب جمال پر جلال غالب آیا ہو، اور اگر ایسا ہوتا بھی تو وہ لمحہ آنی فانی ہوتا، پھر اس کے بعد وہی نرمی وہی رحمت وشفقت، وہی ملائمت۔ کچھ امور ایسے تھے جس کے کرنے پر حضرت اکثر جلال فرماتے مثلا اگر کوئی پیر چوم لیتا، یا ہجوم حد سے زیادہ پریشان کرنے لگتا، یا جم غفیر حضرت سے ملنے کے لئے دھکا مکی کرتا۔

حضرت کے جلال فرمانے کا ایک واقعہ یاد آرہا ہے، ایک دفعہ جامعہ ازہر کے قدیم فاضل مولانا تاج محمد ازہری صاحب بریلی شریف حاضر ہوئے، حضرت مولانا نعیم اللہ صاحب اور مولانا فضل حق صاحب کے ساتھ انہوں نے فقیر سے ملاقات کی، بعد میں حضرت سے ملنے کی خواہش ظاہر کی، معلوم کروایا تو پتہ چلا کہ حضرت رات کا کھانا تناول فرما کر اور غالبا فقہی مجلس سے فارغ ہو کر گلی میں چہل قدمی فرما رہے ہیں اور جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ حضرت کے داماد مولانا شعیب رضا نعیمی صاحب مرحوم، حضرت کو پکڑ کر ٹہلا رہے ہیں،

اور کچھ علمی نکات پر چلتے چلتے گفتگو بھی چل رہی ہے، کثیر تعداد میں معتقدین ہاتھ باندھے گلی کے حاشیہ پر کھڑے ہیں، مگر کسی کو ملنے کی جسارت نہیں ہو رہی (وہ حضرت کے عام ملاقات کا وقت نہ تھا)، اسی اثنا میں، میں حضرت سے ملنے کے لئے آگے بڑھا، سلام ودست و بوسی کر کے عرض کیا، حضرت میں ارسلان، حضرت کے چہرے پر خفگی کے آثار نمایاں تھے مگر ضبط فرما گئے، مگر پھر میرے بعد جب مولانا مذکور ملاقات کے لئے آگے بڑھے، حضرت نے جلال فرمانا شروع کر دیا: کیا ہے یہ سب، پریشان کر کے رکھ دیا، کسی موضوع پر بات کر رہا ہوں اور آپ کو ملنے کی پڑی ہے (اسی طرح کے کچھ کلمات کہے)، کافی دیر تک جلال فرماتے رہے، مگر جب جلال پر جمال غالب آیا تو مفتی شعیب صاحب سے فون کروا کر انہیں بلوایا اور معذرت خواہانہ انداز میں فرمایا کہ میں کسی علمی موضوع پر گفتگو کر رہا تھا، اس دوران، ملاقات سے وہ مسئلہ میرے ذہن سے نکل جاتا، آپ پر ناراض ہوا معذرت خواہ ہوں، اسی طرح کے کئی شفقت و رحمت کے کلمات کہے، تاج صاحب جن کے دل میں بیعت ہونے کا پہلے سے کوئی ارادہ نہ تھا، اسی وقت دامن سے منسلک ہو گئے۔

اسی طرح حضرت جب جمال فرماتے تو بزرگوں، خصوصا مفتی اعظم کے واقعات انتہائی دلچسپی سے سناتے۔

میں کیا کیا لکھوں، نہاں خانۂ دل سے کون کون سے واقعات نکال کر لاؤں، کہاں تک کئی سال پہلے کی بکھری کڑیوں کو سمیٹوں، حاصل و خلاصہ یہ کہ ان کا سایہ ایک تجلی تھا، ان کا نقش پا اک سراغ تھا وہ جدھر چل دیتے روشنی ہی روشنی ہو جاتی تھی۔ ماضی قریب کے بزرگوں میں میں نے حضور مفتی اعظم اور تاج الشریعہ کے علاوہ کسی کے بارے میں ایسا سنا پڑھا نہیں کہ وہ جہاں چلے گئے میلا لگ گیا ہو، عقیدت مندوں کا سیلاب امنڈ آیا ہو، ایک جھلک پانے کو لوگ بیقرار ہوں۔ حضور مفتی اعظم کے بارے میں تو صرف سنا اور پڑھا، حضرت کی یہ مقبولیت آنکھوں دیکھی، جدھر چلے جاتے، دیوانوں کی بارات اتر پڑتی، جہاں قدم رکھ دیتے جلووں کی برسات ہو جاتی، جو دیکھ لیتا اس کی عید ہو جاتی۔

ان کے وجود مسعود کی طراوٹ سے ماحول کی پلکیں ایسی بھیگ جاتی تھیں کہ دیر تک ان سے شریعت کی لطافت کا خمار ٹپکتا تھا اور اس کی نکہت ریزی پکار اٹھتی کہ روح چمن یہاں ہے، مخزن علم و فن یہاں ہے، تاجدار اہل سنن یہاں ہے، سنیت کا رخ روشن یہاں ہے، شریعت کا در عدن یہاں ہے، طریقت کا لعل یمن یہاں ہے، حقیقت و معرفت کا مشک ختن یہاں ہے، بس پھر کیا ہوتا لوگ دیوانہ وار مچلنے لگتے، پروانہ وار نثار ہونے لگتے، بلبلیں چہچہانے لگتیں، بہاریں نغمہ گانے لگتیں۔

دنیا انہیں عقیدت میں حضور ازہری میاں کہتی ہے مگر حقیقت انہیں تاج الشریعہ کہہ کر بھی اہتمام ذوق کی تشنگی محسوس کرتی ہے، فقیر ان سے نسبت ارادت کو اپنی دنیوی و اخروی سعادت کی ضمانت سمجھتا ہے۔ ان کی بارگاہ میں یہ عریضہ پیش کر کے گفتگو ختم کرتا ہوں کہ:

میری دنیائے دیں کا ماحصل الفت تمہاری ہے
قیامت میں میرے ماوا و ملجا آسرا تم ہو

حضور تاج الشریعہ اور شرح قصیدہ بردہ

از: چشم و چراغ خاندان رضویت، مولانا محمد ارسلان رضا خان قادری برکاتی (کلیہ اصول الدین، جامعہ ازہر مصر)

امام شرف الدین بوصیری (۶۰۸ ھ۔ ۶۹۶ھ) کے مبارک و مسعود قصیدے کے متعدد نام ہیں، کوئی اسے 'قصیدہ میمیہ' کہتا تو کوئی 'قصیدۃ البراۃ'، کوئی ''الکواکب الدریۃ فی مدح خیر البریۃ'' نام سے موسوم کرتا تو کوئی 'قصیدۃ البردۃ' سے، مگر مؤخر الذکر اسم سے وہ زبان زد خواص و عوام ہوا، اس مشہور زمانہ قصیدے کو قصیدہ بردہ کے نام سے سے اس لئے شہرت ملی کہ عربی زبان میں 'بردہ'، ردا (یعنی چادر) کو کہتے ہیں اور اس چادر (بردہ) کا حضور علیہ السلام کی مدح و ثنا میں کہے جانے والے قصائد و مدائح کے ساتھ بڑا گہرا ربط رہا ہے۔ صحابیٔ رسول حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی شان میں جب اپنا قصیدہ لامیہ (بانت سعاد) پیش کر کے اپنے کلام کو حسن و زینت بخشی اور گویا بزبان حال یہ کہتے ہوئے کہ ما ان مدحت محمدا بمقالتی لکن مدحت مقالتی بمحمد، اپنا قصیدہ لے کر بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے تو کونین کی زیب و زینت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے سماعت فرما کر انہیں بطور تحفہ اپنی ردائے مبارک یعنی اپنی بردہ شریف عطا فرمائی، اسی وجہ سے ان کے قصیدہ، بانت سعاد کو بھی قصیدہ البردۃ کہا جاتا ہے

وجہ تسمیہ جاننے کے لئے ایک یہ حدیث پاک بھی ملاحظہ فرمالیں، جسے امام جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب تاریخ الخلفاء میں نقل فرمائی ہے: عن ابی عمرو بن العلاء ان کعب بن زهير رضی الله تعالی عنه لما انشد النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قصیدته بانت سعاد رمی الیه ببردة كانت علیه فلما كان زمن معاوية رضی الله تعالی عنه كتب الی كعب بعنا بردة رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم بعشرة آلاف درهم ، فابی علیه فلما مات كعب بعث معاوية الی اولاده بعشرين الف درهم واخذ منهم البردة التی هی عند الخلفاء آل العباس وهكذا قال خلائق آخرون [تاریخ الخلفا ص:۲۱] (۱) ترجمہ: حضرت ابو عمرو سے مروی ہے کہ حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنا قصیدہ بانت سعاد سنایا تو اس وقت حضور کے جسم اطہر پر جو چادر مبارک تھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت کعب بن زہیر کو بطور تحفہ عطا فرما دی پھر جب حضرت امیر

معاویہ کا دور خلافت آیا تو انہوں نے حضرت کعب کو پیغام بھیجا کہ حضور کی وہ چادر مبارک تم مجھے دس ہزار درہم میں بیع کردو، انہوں نے حضرت امیر معاویہ کی اس پیش کش کو قبول نہ فرمایا مگر جب ان کا وصال ہو گیا تو حضرت امیر معاویہ نے ان کی اولادوں کے پاس بیس ہزار درہم بھجوا کر وہ ردائے مبارک حاصل کرلی جو عباسی خلفاء کے پاس تھی۔

اسی سے ملتا جلتا ایک واقعہ امام شرف الدین بوصیری علیہ الرحمہ کے ساتھ عالم رویا میں پیش آیا جس کی وجہ سے ان کے قصیدے کا نام بھی قصیدہ بردہ شریف پڑا، عصیدۃ الشہدا شرح قصیدۃ البردۃ میں ہے: کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امام شرف الدین بوصیری کے قصیدے کو عالم خواب میں سماعت فرمایا اور خوش ہوکر اپنی ردائے مبارک (بردہ شریف) ان کے بیمار جسم پر ڈالی اور اپنا دست شفا پھیرا جس کی برکت سے وہ فورا شفایاب ہوگئے۔

سب طبیبوں نے دے دیا ہے جواب
آہ! عیسی اگر دوا نہ کرے

خود امام شرف الدین بوصیری اسی قصیدے کے ایک شعر میں اس طرف یوں اشارہ کرتے ہیں:

کم ابرات وصبا باللمس راحتہ
واطلقت اربا من ربقۃ اللمم

(ترجمہ: حضور علیہ السلام کے کف مبارک نے نہ جانے کتنے بیماروں کو چھو کر اور مسح فرما کر شفا بخشی ہے اور نہ جانے کتنے محتاجوں کو پریشانی اور گناہوں کے پھندے سے نجات دی ہے)۔

لہٰذا اس چادر مصطفیٰ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی نسبت سے اس قصیدہ کا نام بھی قصیدہ بردہ شریف مشہور ہوا۔

یہ قصیدہ میمیہ ہے وہ قصیدہ لامیہ ہے، نام دونوں کا ہی قصیدہ بردہ ہے فرق یہ ہے کہ صاحب قصیدہ لامیہ (حضرت کعب بن زہیر) کو حضور علیہ السلام کی ردائے مبارک (بردہ شریف) عالم بیداری میں ملی اور صاحب قصیدہ میمیہ (امام بوصیری) کو چادر مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا عالم رویا میں نصیب ہوئی۔

حضور کی اس چادر مبارک کی برکت سے امام شرف الدین بوصیری کے اس قصیدے کو اتنی مقبولیت نصیب ہوئی کہ آج اسلامیان عالم کے سینوں میں عشق رسالت کی جوت جگانے کے لئے دنیا کے گوشے گوشے سے ان کے قصیدے کے اشعار کی صدا سنائی دیتی ہے:

مولای صل وسلم دائما ابدا
علی حبیبک خیر الخلق کلھم
ھو الحبیب الذی ترجی شفاعتہ
لکل ھول من الاھوال مقتحم
محمد سید الکونین والثقلین
والفریقین من عرب ومن عجم

عشق رسالت کی ہر درسگاہ میں اسے شامل نصاب رکھا گیا ہے، اسے عشق رسالت کی تکمیل کا ذریعہ تصور کیا گیا بلکہ عشق رسالت کی سند مانا گیا۔

قصیدہ بردہ شریف جو عربی زبان میں مدح نبوی ﷺ پر مشتمل، علوم وفنون کا جامع، عربی ادب کا شاہکار اور زبان و بیان کے لحاظ سے انتہائی فصیح و بلیغ قصیدہ ہے اور سب سے بڑی بات یہ کہ یہ قصیدہ بارگاہ رسالت میں مقبول اور اتنا مقبول ہے کہ اس کے اشعار دربار خداوندی میں مستجاب اور روحانی فوائد کا خزینہ ہیں، اس قصیدہ مبارکہ کی اتنی ساری خصوصیات کی وجہ سے اکابر علما وائمہ نے اس کی عربی زبان میں شرح فرمائی ہے جن میں سر فہرست، ملا علی قاری (المتوفیٰ ۱۰۱۴ھ) کی ''زبـــدة''، علامہ عمر بن آفندی خرپوتی (م ۱۲۹۹ھ) کی ''عـصـيـدة الشـہـدة''، علامہ ابراہیم بیجوری (م ۱۲۷۶ھ) کی ''شـرح بـرده''، علامہ شیخ زادہ (م ۹۵۱ھ) کا ''حـاشيه برده''، امام ابن حجر مکی (م ۹۷۴ھ) کی ''عمدة''، امام قسطلانی (م ۹۲۳ھ) کی ''الانـوار المضية فی شرح الـكـواكـب الـدرية''، علامہ ابن ھشام (م ۷۶۱ھ) کی ''الـكـواكـب الـدرية''، امام زکریا انصاری (م ۹۲۶ھ) کی ''الزبدة الرائقة فی شرح البردة الفائقة''، علامہ ابن علان صدیقی مکی کی ''الـذخـر والـعدة فی شرح البردة'' ہیں۔ اور ان علمائے کبار کے علاوہ جن عظمائے اسلام کا نام بطور شارح بردہ آتا ہے مگر ان کی شروح دستیاب نہ ہوسکیں ان میں یہ حضرات قابل ذکر ہیں: امام جلال الدین محلی (م ۸۶۴ھ) (صاحب تفسیر جلالین)، امام زرکشی (م ۷۹۴ھ) (صاحب کتاب ''البرہان فی علوم القرآن'')، علامہ ابن العماد حنبلی (م ۸۰۸ھ) (صاحب کتاب ''شذرات الذھب'')، محمد بن عبداللہ بن مرزوق مالکی (م ۷۸۱ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

لیکن ان میں سے اکثر شروح میں یا تو محض فنی گفتگو ہے یا محض لفظی و معنوی اور پھر یہ کہ یہ تمام شروح آج سے کئی کئی سو سال پہلے کی ہیں جو شارح کے اپنے زمانے کے حالات ومقتضیات کے مطابق ہیں اور اس دور کے تناظر میں لکھی گئی ہیں، اس زمانے میں ایسی عربی شرح کی ضرورت تھی جو اس زمانے اور اس دور کے حالات اور تقاضوں کے مطابق ہو جس میں اشعار کی شرح کے ساتھ ساتھ عقائد و معلومات اہل سنت کا کامل بیان اور فرقہائے باطلہ کی تردید بھی ہو، نیز علوم متداولہ کی جامع ہونے کے ساتھ سابقہ تمام شروح کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے بھی ہو۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی بے شمار رحمتیں ہوں جد کریم وارث علوم اعلیٰ حضرت، جانشین مفتی اعظم شارح قصیدہ بردہ حضور تاج الشریعہ کی قبر انور پر کہ آپ نے اس ضرورت کو محسوس فرماتے ہوئے قصیدہ بردہ کی ایک ایسی عربی شرح فرمائی جو یقیناً علماء وطلبہ کے لئے یکساں مفید ہے، جس میں علمی وفنی گفتگو بھی ہے، اور علوم متداولہ مثلا نحو وصرف، معانی و بیان، ادب ومنطق، علم کلام وحدیث اور علم فقہ و اصول فقہ کی اصطلاحات اور ان کی تعریفات بھی ہیں اور اکابر علمائے اہل سنت کی کتابوں سے عقائد اہل سنت کا اثبات بھی، خصوصا جا بجا اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی تصنیفات سے معمولات اہل سنت کی وضاحت بھی ہے اور دیگر شارحین کے تسامحات پر تنبیہ بھی، گویا حضور

تاج الشریعہ کی شرح ''الفردہ فی شرح البردۃ'' سابقہ تمام شروح کی جامع اور قاری کی تشنگی کو دور کرنے والی ہے۔

قصیدہ بردہ شریف میں کل دس فصلیں ہیں۔

پہلی فصل غزلیات میں ہے : اس فصل میں حضرت تاج الشریعہ نے علم نحو وصرف اور علم معانی وبیان کے اعتبار سے شرح فرمائی ہے اور نحوی وصرفی ادوات وحروف کی جگہ جگہ مکمل تحقیق بیان فرمائی ہے مثلاً فصل اول کا یہ شعر:

نعم سری طیف من اھویٰ فارقنی

والحب یعترض اللذات بالالم

ترجمہ: ہاں ہاں (مین اقرار کرتا ہوں کہ) مجھے اپنے محبوب کی یاد اور اس کا خیال خواب میں آیا جس نے مجھے بے چین اور بے خواب کر دیا اور محبت ایسی چیز ہی ہوتی ہے جو خوشی میں رکاوٹ بن جاتی ہے (حائل ہوجاتی ہے درد والم کے ساتھ)۔

اس شعر کے تحت حضور تاج الشریعہ لفظ ''نعم'' اور ''بلی'' کے درمیان فرق واضح فرماتے ہیں اور شارح کے ایک تسامح پر تنبیہ بھی فرماتے ہیں اور پھر حاصل کلام کے طور پر امام جلال الدین سیوطی کی کتاب ''ھمع الھوامع'' سے اپنے دعوے کو مدلل ومبرہن کر کے تحریر فرماتے ہیں:

ہم نے مختصر الفاظ میں زیادہ معانی ومفاہیم کے ساتھ ''ھمع الھومع'' سے کچھ مباحث قارئین کرام کے گوش گزار کئے اور جو کچھ مقاصد ومطالب کی توضیح اور ابہام کا انکشاف اس میں کیا گیا تھا، ہم نے یہاں بیان کر دیا نیز (شارح قصیدہ بردہ) علامہ خرپوتی نے جو شعر 'نعم' کے متعلق نقل کیا تھا اس کی درست صورت یوں ہوسکتی ہے، جو میں عرض کرر ہا ہوں:

بعد نفی قل نعم او عند اعلام کذا

بعد ایجاب نعم لا بعد ایجاب بلیٰ

شعر کی اس صورت کو تسلیم کر لینے سے علامہ خرپوتی نے جو وجہیں ''نعم'' کے متعلق شروع میں بیان کیں وہ صحیح ودرست ہو جائیں گی .... الخ (ترجمہ از الوردۃ فی شرح الفردہ مصنفہ فقیر راقم الحروف، ص۹۱،۹۲)۔

الختصر حضور تاج الشریعہ نے فصل اول میں علم نحو وصرف، علم بدیع، معانی وبیان کی اعلی بحثیں اور ائمہ علوم وفنون کی کتابوں سے نقول پیش فرمائے ہیں۔

دوسری فصل نفس امارہ کے بیان میں ہے : چوں کہ نفس امارہ تصوف کا ایک اہم باب ہے لہٰذا اس فصل کی شرح میں حضرت نے مذکورہ علوم وفنون کے ساتھ ساتھ علم تصوف و روحانیت سے بھی کلام کیا ہے مثلاً یہ شعر ملاحظہ ہو:

وراعھا و ھی فی الاعمال سائمۃ

و ان ھی استحلت المرعی فلاتسم

ترجمہ: تو نفس کی نگرانی کر اس حال میں کہ وہ چرنے میں مصروف ہو اور اگر وہ اس چراگاہ عمل کو لذیذ جانے تو اس کو تو چرنے نہ دے۔

حضور تاج الشریعہ اس شعر کی صوفیانہ تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اے عارباللہ! اپنے نفس کو معرفت الٰہی اور اللہ کی محبت

میں فنا کردے اور اس کی رضا حاصل کر اور اعمال کی تعداد گننے میں نہ رہ اس لئے کہ اعمال میں باقی رہنا صلحا اور زہاد کا مرتبہ ہوتا ہے بلکہ تو ملاحظہ واجب الوجود میں مستغرق ہو جا اور اپنے قعود وسجود پر نظر کرنا چھوڑ دے اس لئے کہ اگر کہ تو گنتیوں میں پھنسا رہا تو محجوب ہوجائے گا اور اگر تو اس کو چھوڑ کر اس سے بالاتر منزل کو پہنچ جائے گا تو تو مطلوب ہوجائے گا، کیوں کہ اعمال واستدلال سے ماورا اصول کمال کی منزل ہوتی ہے اور یہی حقیقت وصال ہے، تو نفس اپنی خباثت کی وجہ سے ذکر وفکر میں پڑا رہنا چاہتا ہے فعلیک بالتحول ولو بالتحمل (ترجمہ از: الوردہ ص ۱۳۱)

تیسری فصل مدح نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر مشتمل ہے : اس میں جد کریم حضور تاج الشریعہ نے اپنے جد کریم سیدنا اعلیٰ حضرت اور دیگر اکابر علمائے اہل سنت کی کتب سے عشق رسالت کا درس دینے کے ساتھ عقائد و معمولات اہل سنت کا واضح بیان فرمایا ہے اور احادیث مبارکہ سے حضور علیہ السلام کے فضائل وشمائل بیان فرمائے ہیں اور حضور کے حسن صورت وسیرت کا نقشہ کھینچتے ہوئے، حضور علیہ السلام کے جمال طلعت کا احادیث سے تفصیلی بیان فرمایا ہے۔ مثال کے طور پر قصیدہ بردہ شریف کا انتہائی معروف شعر ملاحظہ ہو:

هو الحبيب الذي ترجى شفاعته
لكل هول من الاهوال مقتحم

ترجمہ: وہی اللہ کے حبیب ہیں جن کی شفاعت کی امید کی جاتی ہے اور جن کی شفاعت ہی سے تمام سختیوں اور ہولناکیوں کے آپڑنے کے وقت توقع ہے۔

اس شعر کی شرح میں حضرت تاج الشریعہ پہلے حضور علیہ السلام کے حبیب اللہ ہونے پر قرآن وحدیث سے شواہد پیش فرماتے ہیں پھر آپ ﷺ کے محبوبیت کے ساتھ آپ کی شفاعت کے معانی و مفاہیم کی وضاحت، المعتقد المنتقد اور المعتمد المستند سے کرکے، شفاعت کے اقسام بیان فرماتے ہیں اور چوں کہ اقسام شفاعت میں سے بعض کفار کے اوپر سے تخفیف عذاب کی شفاعت بھی ہے اور اس کی مثال میں ابوطالب ہیں لہذا یہاں سے ابوطالب کے کفر وایمان کی بحث چل پڑتی ہے تو شرح المطالب فی مبحث ابی طالب کے مباحث لائے جاتے ہیں اور اس ایک شعر کی شرح تقریباً بارہ تیرہ صفحات میں جا کر مکمل ہوتی ہے، اس فصل میں ایک مقام پر حضرت تاج الشریعہ حبیب وخلیل کے درمیان فرق بیان کرتے ہوئے علامہ ابوبکر بن فورک کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں:

''اس کلام میں متکلمین بیان فرماتے ہیں کہ ''خلیل'' بالواسطہ واصل حق ہوتا ہے، فرمان باری تعالیٰ کے بموجب ﴿وكذالك نرى ابرٰهيم ملكوت السمٰوٰت والارض﴾ (الانعام ۷۵) لیکن اس کے برعکس حبیب اپنے رب کی بارگاہ میں بغیر کسی واسطے کے پہنچتا ہے اس فرمان باری تعالیٰ کے بموجب ﴿فكان قاب قوسين او ادنى﴾ (النجم ۹) اور بعض علماء کا کہنا ہے کہ خلیل

وہ ہوتا ہے جس کی مغفرت حد طمع میں ہوتی ہے رب تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے ﴿ والذی اطمع ان یغفرلی خطیئتی یوم الدین﴾ (الشعراء ۸۲) اورحبیب وہ ہوتا ہے جس کی مغفرت حد یقین میں ہوتی ہے بوجہ ایں فرمان باری تعالیٰ ﴿ لیغفرلک الله ما تقدم من ذنبک و ما تأخر﴾ (الآیة الفتح: ۲) خلیل نے کہا﴿ ولا تحزنی یوم یبعثون﴾ (الشعراء۸۷) اورحبیب سے کہا گیا﴿ یوم لایخزی الله النبی﴾ (التحریم: ۸) یعنی مانگنے سے پہلے ہی بشارت سنا کر آغاز کیا گیا۔خلیل نے آزمائش میں کہا ﴿حسبی الله﴾ اورحبیب سے کہا گیا ﴿ یایها النبی حسبک الله ﴾ (الانفال: ٦٤) خلیل نے عرض کیا ﴿واجعل لی لسان صدق فی الآخرین﴾ (الشعراء: ۸٤) اورحبیب سے فرمایا گیا﴿ ورفعنا لک ذکرک﴾ (الانشراح: ٤) یعنی بغیر مانگے عطا کیا گیا،خلیل نے دعا کی ﴿ واجنبنی و بنی ان نعبد الاصنام﴾ اورحبیب کو بشارت سنائی گئی﴿ انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت﴾ (الاحزاب:۳۳)

(ترجمہ از الوردہ،ص ۲۷۰،۲۷۱)

مذکورہ بالا سطور میں ایک جگہ علماء کا یہ قول نقل ہوا کہ حضرت خلیل کی مغفرت حد طمع میں ہیں،حضور تاج الشریعہ اس قول پر یوں تنبیہ فرماتے ہیں:

تنبیہ: قارئین کرام کو طمع کے معنی پر آگاہ کردینا ضروری سمجھتے ہیں جس کا ذکر ابھی ماسبق میں گزرا۔

یہ بات جاننا انتہائی ضروری ہے کہ کسی بھی نبی کا طمع کرنا (خواہش اور تمنا کرنا)،(صلی الله علی سیدنا محمد وعلی سائر النبیین) درجۂ یقین سے نہیں گرتا اس لئے کہ انبیائے کرام کی امید و رجاء وہ پایۂ ثبوت اور یقین کی منزل میں ہوتی ہے اور آیت پاک کے دوسرے پہلو کے متعلق قارئین کرام کا متفکر اور فکرمند ہونا لازمی ہے کہ تمام انبیائے کرام علیهم الصلوٰة والسلام تو معصوم عن الخطاء ہیں تو آیت پاک میں 'خطیئة' مؤول ہے اور اپنے ظاہری معنیٰ میں نہیں ہے اور معاملہ تواضع پر محمول ہے یا پھر خطایا خطیئة سے حضرت ابراہیم کے اصحاب وخواص کی خطائیں مراد ہیں جیسا کہ اس فرمان کے متعلق کہا گیا ہے﴿واستغفر لذنبك و للمومنین﴾ تو اب معنیٰ یہ ہوگا کہ حضرت ابراہیم علیه الصلوٰة والسلام نے اپنے بارے میں خبر دی کہ ان کو اس مغفرت کا یقین ہے جو مغفرت کہ انبیائے کرام کے ساتھ مختص ہے اور قربیٰ کی مغفرت سے جدا اور الگ ہے یا پھر وہ اس بات کی خبر دے رہے ہیں کہ وہ مرتبۂ شفاعت کے خواہاں اور متمنی ہیں جو کہ سید الانبیاء کے وسیلے اور وساطت سے ہی حاصل ہوسکتا ہے۔ اور حضور سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ، حضور سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے بایں طور ممتاز اور منفرد ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور کو یہ فرما کر بشارت دی﴿ لیغفرلك﴾

یعنی اس کو حضور کے سپرد اور حضور کے ذمے پہ باقی نہ چھوڑا برخلاف حضرت خلیل کے علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام۔

(وردہ شرح فردہ،ص ۲۷۱،۲۷۲)

چوتھی فصل میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیان میں ہے : اس میں میلاد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء منانے کی مشروعیت پہ بحث کی گئی ہے اور دلائل وبراھین سے ثابت فرمایا ہے کہ میلاد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء منانا ایک ایسا نیک عمل ہے جس کی بنیاد قران وسنت اور سلف صالحین کا تواتر عملی ہے اور جسے مسلمانوں نے اپنے آباء واجداد اور اسلاف سے ورثے میں پایا ہے۔آغاز فصل میں حضرت تاج الشریعہ یوں رقم طراز ہیں:

''شاعر ذی فہم اس شعر میں جشن میلاد النبی ﷺ منارہے ہیں اسی وجہ سے وہ بہت ہی عمدہ اور نرالے طریقے سے جشن میلاد النبی منانے کی مشروعیت پر تنبیہ کررہے ہیں کہ وہ ایسی سنت جمیلہ ہے کہ مسلمانوں نے اسے اپنے اباؤاجداد سے ورثے میں پایا ہے اور ہر زمانے وعصر میں نسلاً بعد نسل مسلمانوں میں جاری وساری رہی ہے۔

لہٰذا قارئین کرام کے لئے امام بوصیری جیسی شخصیت بحثیت امام و مقتدا کافی ہے کہ ان کی بات مانی جائے۔

جیسا کہ اس سے قبل ناظم نے حضور کے نسب شریف کی شرف و بزرگی اور شرک کی نجاست سے اس کے پاکی وطہارت پر تنبیہ کی تھی۔تو حضور کے آباؤ اجداد اور امھات میں حضرت آدم وحوّا سے لے کر حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما تک کوئی بھی مشرک نہ تھا بلکہ سب موحد تھے اور پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے نبی اکرم ﷺ پر مزید فضل پر فضل فرمایا کہ اس نے آپ کے والدین کریمین کو ددوبارہ زندہ فرمایا اور پھر وہ آپ ﷺ پر ایمان لائے تو انہیں توحید کی فضیلت کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ پر ایمان لانے کی بھی فضیلت نصیب ہوئی، جد کریم امام ہمام شیخ احمد رضا قدس سرہ کا اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ ہے جس کا نام '' شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام'' ہے،اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مجھے اس کی تعریب وتحقیق اور اس پر اہم تقریرات کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے،فالحمد للہ علی ذالك۔''(وردہ،ص۳۳۷،۳۳۸)

پانچویں فصل حضور اکرم ﷺ کے معجزات کے بیان میں ہے : اس فصل کی شرح میں کثرت کے ساتھ حضور کے معجزات ،آیات واحادیث کی روشنی میں بیان کئے گئے ہیں،ایک مثال ملاحظہ ہو:

اقسمت بالقمر المنشق ان لہ
من قلبہ نسبۃ مبرورۃ القسم

ترجمہ: میں شق ہونے والے چاند کی سچی قسم کھاتا ہوں کہ بے شک اس شق قمر کو آپ ﷺ کے قلب شریف سے ایک مشابہت و مناسبت ہے۔

اس شعر کے تحت حضور کے معجزہ شق القمر کی ایک روایت غریبہ ان الفاظ میں نقل فرماتے ہیں:

''علامہ خرپوتی نے شق قمر کے متعلق ایک حکایت نقل کی ہے جس میں غرابت ہے مگر ان کی روایت پر بھروسہ واعتماد کرتے ہوئے ہم اسے یہاں نقل کئے دیتے ہیں''

مذکورہ شعر میں امام شرف الدین بوصیری نے چاند کی قسم اٹھائی ہے،تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ غیر اللہ کی قسم کھانا جائز ہے یا ناجائز؟اس کا جواب دیتے ہوئے حضرت تاج الشریعہ رقم طراز ہیں:

یہ قسم جو امام شرف الدین بوصیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب سے صادر ہوئی بتا رہی ہے کہ مؤمن سے جب، اللہ تبارک وتعالیٰ کے شعائر اور نشانیوں کی تعظیم واجلال کے طور پر قسم صادر ہو،مشرکوں کے طریقے اور بے تکی باتیں کرنے والوں سے بچتے ہوئے اور تفاخر ممنوع سے دور رہتے ہوئے،تو یہ قسم اس قسم میں سے نہیں جو ہر طرح ممنوع ہے،اور اس طرح قسم کھانا کیوں کر ممنوع ہو کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے(و من یعظم شعائر الله فانها من تقوی القلوب) اور فرماتا ہے(ومن یعظم حرمٰت الله)،تو ان شعائر کی تعظیم رب تعالیٰ کی تعظیم ہے۔(الوردہ،ص ۴۰۷)

چھٹی فصل شرف قرآن کے بیان میں ہے :

اس کے اشعار کی شرح میں علم عقائد کی مشہور معرکۃ الآراء بحث،کلام باری تعالی کے تعلق سے انتہائی فاضلانہ اور پر مغز بحث کی ہے اور کلام نفسی وکلام لفظی کی بحث میں اعلیٰ حضرت کے رسالہ ''انوار المنان فی توحید القرآن'' سے نقول پیش کئے ہیں اور شرف قرآن کے متعلق بحث امام اہل سنت کی تصنیف لطیف ''انباء الحی بان کلامه المصون تبیانا لکل شئی'' سے پیش فرمائی ہے۔خوف طوالت سے مثالیں پیش کرنے سے گریز کررتے ہوئے کلام کو سمیٹنے کی کوشش کرر ہا ہوں۔

مشتے نمونہ ازخروارے کے طور پر حضور تاج الشریعہ کی شرح بردہ کے تعرف میں مذکورہ بالا سطور کافی ہیں، فقس علی هذا الباقیات۔

الغرض حضور تاج الشریعہ کی یہ عربی شرح ''الفردہ'' یقیناً اسم بامسمیٰ ہے اور قصیدہ بردہ شریف کی ایک منفرد و بے مثال شرح ہے جو پڑھے پڑھائے جانے کے لائق ہے۔

جس طرح عالم عرب کی محافل مولد وقیام میں قصیدۂ بردہ کی تلاوت نہایت محبت سے کی جاتی ہے بالکل اسی طرح یہاں برصغیر ہندو پاک میں اہل سنت کی کوئی محفل حدائق بخشش کے بغیر مکمل نہیں ہوتی،امام شرف الدین بوصیری اور امام اہل سنت اعلی حضرت کے مابین جو چیز مشترک تھی اسے عشق رسالت سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ عشق رسالت ہی کا صدقہ ہے کہ اس مبارک ومسعود قصیدے کی بزبان عربی شرح کرنے کی سعادت سرخیل خانوادۂ اعلیٰ حضرت حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے حصے میں آئی،عشق رسالت کی جس شاہ راہ پر امام شرف الدین بوصیری اور امام اہل سنت اعلیحضرت چلے اسی پر حضور تاج الشریعہ نے رواں دواں رہتے ہوئے یہ شرح فرمائی۔

حضور تاج الشریعہ کی ایک عادت کریمہ یہ بھی تھی کہ آپ اس مبارک ومسعود قصیدے کی خلوت وجلوت میں کثرت کے ساتھ تلاوت فرماتے تھے،محافل میں ترنم سے گنگنا کر اہل دل کے قلب وروح کو کیف وسرور کی لذتوں سے آشنا کردیتے۔

بڑے بڑے علماء،حضرت سے قصیدہ بردہ شریف پڑھنے کی اجازت طلب کرتے اور حضرت انہیں اجازت سے مشرف بھی فرماتے،حضرت مولانا افروز قادری چریا کوٹی اپنا واقعہ یوں تحریر

فرماتے ہیں: ''کسی موقع پر میں نے حضرت سے قصیدہ بردہ شریف پڑھنے کی اجازت طلب کی تو حضرت نے زبانی عنایت فرمادی۔ میں نے عرض کیا حضور! تحریری درکار ہے۔ فرمایا تب لکھئے میں اس پر دستخط کئے دیتا ہوں، میں نے لکھنا شروع کیا، حضرت نے فی البدیہہ ایسا مقفیٰ اور مسجع اجازت نامہ املاء کروایا کہ میں توعش عش کر اٹھا۔ ذرا جملوں کے زیر و بم دیکھیں بلکہ سیاق وسباق کی تفہیم کے لئے پورا اجازت نامہ ہی نقل کئے دیتا ہوں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد اللہ الملک المنعام، والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد النعمۃ المھداۃ رحمۃ للانام، وعلی آلہ الکرام وصحبہ العظام، ومن تبعھم باحسان الی قیام الساعۃ وساعۃ القیام وبعد! قد استجزت لقرأۃ بردۃ المدیح فھا اناذا اجیز المستجیز .... بھا وبکل ماجزت من مشائخی الکرام رحمھم اللہ تعالیٰ، اسئل اللہ سبحانہ وتعالی ان یسدد خطای وخطاہ ویوفقنا بما یحبہ ویرضاہ اوصیہ بملازمۃ السنۃ و مصباحۃ اھلھا ومجانبۃ البدعۃ ومفارقۃ اھل الھویٰ والاستقامۃ علی نھج الھدیٰ)'' [تجلیات تاج الشریعہ ص ۲۱۱، ۲۱۲]

اس شرح کی انفرادیت وخصوصیت قارئین کرام مذکورہ بالا سطور میں ملاحظہ فرما چکے، اس کی اہمیت وافادیت کے پیش نظر فقیر راقم الحروف کے ذہن میں زمانہ طالب علمی ہی میں یہ خیال آتا تھا کہ کیوں نہ اس کا اردو زبان میں ترجمہ اور کہیں کہیں مناسب تشریح کردی جائے، اللہ تبارک وتعالی نے فقیر راقم الحروف کو توفیق مرحمت فرمائی اور فقیر نے اپنے دور طالب علمی ہی میں ''الفردہ'' کا ترجمہ اور اس کی شرح بنام 'الوردہ فی شرح الفردہ' بحول اللہ تعالی مکمل کردی جو پچھلے سال عرس رضوی کے موقع پر چھپ کر شائع بھی ہوگئی، فقیر نے حضور تاج الشریعہ سے اس بات کا جب ذکر کیا تو حضرت نے مسرت کا اظہار فرماتے ہوئے ڈھیر ساری دعاؤں سے نوازا تھا۔

اس کام کا آغاز راقم الحروف نے ہدایہ، حسامی اور مدارک وغیرہ (یعنی جماعت سادسہ کی کتابوں) کا درس لینے کے وقت کردیا تھا اور اختتام توضیح وتلویح، بخاری، مسلم وغیرہ یعنی جماعت ثامنہ کی کتابوں کا درس لینے کے وقت کردیا اور مقصد صرف یہ تھا کہ فقیر کو بھی قصیدہ بردہ شریف کے فیوض وبرکات نصیب ہوں، اللہ تعالی فقیر کی اس کاوش کو قبول فرمائے۔ اس کے لکھنے میں میری نیت وارادے میں خلوص کی کوئی کمی رہ گئی ہو تو معاف فرمائے، اور اپنے حبیب کے ثناخوانوں میں فقیر راقم الحروف کا نام بھی قصیدہ بردہ شریف کے شارح ومترجم کی حیثیت سے قبول فرمائے نیز شارح قصیدہ بردہ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی قبر انور اور مرقد منیف پر صبح وشام انوار وتجلیات کی بارش نازل فرمائے۔

تیرے دامن کرم میں جسے نیند آگئی ہے
جو فنا نہ ہوگی ایسی اسے زندگی ملی ہے
ترا دل شکستہ اختؔر اسی انتظار میں ہے
کہ ابھی نوید وصل تیرے در سے آرہی ہے

حیات تاج الشریعہ ماہ وسال کے آئینہ میں

از۔حضرت علامہ محمد احسن رضا قادری، صاحب سجادہ آستانۂ اعلیٰ حضرت، بریلی شریف

☆۲۳ رفروری ۱۹۴۳ء کو حضرت مفسر اعظم ہند کے گھر پر آپ کی ولادت ہوئی۔محمد نام پر عقیقہ ہوا۔اسمٰعیل رضا نام رکھا گیا۔اختر رضا کے عرفی نام سے مشہور ہوئے۔

☆۴ رسال ۴ رمہینہ چار دن کی عمر میں ۱۹۴۷ء کو رسم تسمیہ خوانی ہوئی۔ سرکار مفتی اعظم ہند نے تسمیہ خوانی کرائی ۔قرآن کریم والدہ ماجدہ نے پڑھایا اور ابتدائی اردو وفارسی سرکار مفسر اعظم ہند سے پڑھی۔

☆۱۹۵۲ء میں اسلامیہ انٹر کالج میں داخلہ لیا اور مروجہ عصری تعلیم حاصل کی۔

☆۱۹۵۶ء میں میزان،منشعب اور نحو میر سے منظر اسلام میں درس نظامیہ کی تعلیم شروع کی۔

☆۱۹۶۰ء سے شعر وشاعری کا آغاز کیا۔

☆۱۳،۱۴،۱۵ رجنوری ۱۹۶۲ء میں منظر اسلام کا جشن دستار بندی ہوا۔۱۵ رجنوری کی صبح تاجدار اہل سنت سرکار مفتی اعظم ہند نے اپنے کاشانۂ مبارکہ پر محفل میلاد پاک کا انعقاد فرمایا۔اسی موقع پر بیشمار علماء اور نو فارغ فضلاء کی موجودگی میں آپ کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر تمام سلاسل کی اجازت وخلافت عطا فرمائی۔

☆۱۹۶۳ء میں جامعہ ازہر مصر میں داخلہ لیا۔

☆۱۹۶۴ء میں اول پوزیشن حاصل کرنے پر مصر کے صدر مملکت جمال عبدالناصر کے ہاتھوں ایوارڈ ملا۔

☆۱۲ رجون ۱۹۶۵ء کو حضرت جیلانی میاں کا وصال ہو گیا۔آپ جامع ازہر میں زیر تعلیم ہونے کی وجہ سے آخری دیدار اور تدفین وغیرہ کی رسومات سے محروم رہے۔جس کا آپ کو بے پناہ غم ہوا۔

☆۱۷ رنومبر ۱۹۶۶ء میں آپ جامع ازہر کی تعلیم مکمل کر کے بریلی شریف تشریف لائے تب آپ کا شاندار استقبال کیا گیا۔

☆اسی سال آپ نے پہلا فتویٰ لکھ کر مفتی سید افضل حسین مونگیری اور سرکار مفتی اعظم ہند کو دکھایا جس میں نکاح،طلاق اور میراث سے متعلق سوالات تھے۔

☆ جنوری ۱۹۶۷ء کو منظر اسلام میں استاذ ومفتی مقرر ہوئے۔

☆۳؍نومبر ۱۹۶۸ء میں استاذ زمن کی پوتی اور حضرت مولانا حکیم حسنین رضا خاں صاحب کی شہزادی صاحبہ سے عقد نکاح ہوا۔

☆۱۹۷۰ء میں آپ کے شہزادے حضرت عسجد میاں صاحب کی پیدائش ہوئی جن کا نام محمد منور رضا حامد اور عرفی نام عسجد رضا رکھا گیا۔

☆۱۹۷۸ء میں منظر اسلام کے صدر المدرسین کی حیثیت سے انتخاب عمل میں آیا۔

☆۱۹۸۲ء میں مرکزی دارالافتاء کی بنیاد ڈالی۔

☆ ماہ دسمبر ۱۹۸۳ء میں آپ نے پہلا سفر حج و زیارت کیا اسی سال ماہنامہ سنی دنیا کا اجراء فرمایا۔

☆ اگست ۱۹۸۶ء میں آپ تیسرے حج کے لیے حرمین طیبین تشریف لے گئے جہاں وہابیہ کی خباثت کی وجہ سے آپ کو بلا وجہ شرعی قید کر لیا گیا۔ پوری دنیا خاص کر ہند و پاک میں جگہ جگہ مظاہرے ہوئے جس کے دباؤ میں سعودی حکومت نے آپ کو مدینہ طیبہ کی حاضری کے بغیر مکۃ المکرّمہ ہی سے ہندوستان واپس بھیج دیا۔

☆۱۹۸۹ء میں جماعت رضائے مصطفیٰ کا نشاۃ ثانیہ کیا۔ آپ اس کے سرپرست اعلیٰ منتخب ہوئے۔

☆۱۷؍فروری ۱۹۹۱ء کو امین شریعت حضرت مفتی محمد سبطین رضا خاں علیہ الرحمہ کی صاحبزادی سے آپ نے اپنے اکلوتے فرزند حضرت عسجد میاں صاحب کا عقد نکاح کیا۔

☆۱۹۹۸ء میں سرزمین بریلی شریف پر ''مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا'' کا منصوبہ بنایا۔ ''امام احمد رضا ٹرسٹ'' کے رجسٹریشن کے بعد بریلی شریف کے متھراپور میں بریلی دہلی شاہراہ پر ۲۴؍بیگھہ زمین خریدی۔ ۲۰۰۰ء میں تعمیری کام شروع ہوا۔

☆ ۲،۳ستمبر ۲۰۰۴ء میں شرعی کونسل آف انڈیا کا پہلا دو روزہ فقہی سیمینار ہوا۔

☆ ۵؍مئی ۲۰۰۹ء آپ کو ''فخر ازہر'' کا تمغہ ملا۔

☆۲۰۱۳ء میں آپ کی غسل کعبہ میں شرکت ہوئی۔ کعبہ کے اندر داخل ہو کر زیارت کی، نماز ادا کی اور دعا مانگنے کی سعادت میسر ہوئی۔

☆۱۹؍جولائی ۲۰۱۸ء میں مغرب کے وقت نماز مغرب کے لیے آپ نے وضو فرمایا کہ اتنے میں رضا مسجد سے اذان کی صدا بلند ہوئی۔ ''اللہ اکبر اللہ اکبر'' اذان کے ان دو کلمات کا جواب دینے کے بعد اسم اعظم ''اللہ'' کہہ کر اس دار فانی سے کوچ فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضور تاج الشریعہ کے محاسن وکمالات

از:- مفتی محمد عاقل رضوی، صدرالمدرسین جامعہ رضویہ منظر اسلام، سوداگران بریلی شریف

نبیرۂ امام اہل سنت، وارث علوم اعلیٰ حضرت، فخر ازہر، مرشد گرامی، سیدی الکریم، تاج الشریعہ حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے علم و فضل، تقویٰ وطہارت، حزم احتیاط، جملہ علوم میں کمال مہارت کی وجہ سے یگانۂ روزگار شہرۂ آفاق شخصیت کے حامل تھے۔ اپنے بیگانے سب ان کی علمی برتری کے قائل اور معترف تھے۔ پیچیدہ، لاینحل مسائل میں اکابر علماء آپ سے رجوع کرتے۔ اس طرح آپ کی مبارک ذات عوام وخواص سبھی کے لیے مرکز عقیدت تھی۔

اہل سنت کو حضرت سے ایسی والہانہ عقیدت ومحبت تھی کہ پروانہ وار نثار ہونے کے پاکیزہ جذبۂ بیکراں سے ہمیشہ سرشار رہتے۔ حضرت جس علاقہ میں جلوہ افروز ہوتے سارا علاقہ سمٹ آتا اور حضرت کی زیارت، زبان حق ترجمان کے مبارک کلمات سے عقیدہ وایمان کا تحفظ ہو جاتا، لوگوں کے دلوں میں عشق رسالت کی ضیاء بارکرنوں میں مزید چمک آجاتی، کتنے بدعقیدہ بدمذہبیت سے توبہ کر کے داخل سلسلہ ہو جاتے، حضرت کے دست حق پرست پر بیعت ہونے والے افراد لاکھوں کی تعداد میں دنیا بھر میں مذہب اہل سنت، مسلک اعلیٰ حضرت کا پرچم بلند کر رہے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ نے مسلک اعلیٰ حضرت اور سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کی ترویج واشاعت میں پوری زندگی وقف کر دی۔ عوام و خواص میں قبول عام کا بارگاہ ایزدی سے وافر حصہ ملا یہی وجہ ہے کہ آپ کے دامن کرم سے وابستہ افراد بے شمار ہیں۔

ملک و بیرون ملک میں تبلیغی اسفار کی بے پناہ مصروفیات کے باوجود فتویٰ نویسی اور درجنوں علمی کتابوں کے مصنف و مترجم ہونے کی حیثیت سے بھی آپ کی ذات انفرادی خصوصیت کی حامل نظر آتی ہے۔ ہر تصنیف سے عیاں ہوتا ہے کہ آپ علم کثیر، وسعت مطالعہ اور قلم سیال کے مالک ہیں۔

سب سے پہلے حضرت کی زیارت اور خطاب سننے کا موقع ۱۹۸۶ء میں اس وقت میسر آیا جب آپ افتتاح بخاری شریف کے لیے جامعہ فاروقیہ عزیز العلوم قصبہ بھوج پور ضلع مراد آباد میں جلوہ فرما ہوئے۔ اسی موقع پر راقم الحروف کو شرف بیعت حاصل ہوا۔ حضرت نے حدیث مبارک ''انما الاعمال بالنیات الخ'' کی تشریح و توضیح فرماتے ہوئے ایسے علمی نکات بیان فرمائے کہ سارے مجمع سے داد وتحسین کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔

حضور تاج الشریعہ دیگر علوم کی طرح علم حدیث میں بھی اپنے وقت کے امام اور عظیم وجلیل محدث تھے۔ حضرت کا حاشیۂ بخاری شریف اس پر شاہد عدل ہے جو علم حدیث میں گراں قدر قابل افتخار علمی سرمایہ ہے۔ حاشیہ بخاری شریف سے چند نمونے پیش کئے جاتے ہیں جس سے حضرت کی قوت استحضار، ندرت استدلال اور

شان علم وفضل کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

حدیث مبارک ''انما الاعمال بالنیات '' کی تشریح کرتے ہوئے ''فائدہ'' کے تحت ارشاد فرماتے ہیں:

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کسی سے منقول نہیں کہ انہوں نے زبان سے نماز کی نیت کی ہو۔البتہ صحابہ کرام علیہم الرحمۃ والرضوان نے زبان سے نیت کرنے کو مستحب قرار دیا۔اس سے معلوم ہوا کہ زبان سے نیت کرنا بدعت حسنہ ہے۔بدعت صرف بدعت سیئہ نہیں ہوتی ہے بلکہ حسنہ بھی ہوتی ہے۔لہٰذا وہابیوں کا یہ گمان کہ ہر بدعت سیئہ ہے مسلمانوں پر ظلم و زیادتی ہے۔ بلکہ ان کا یہ گمان خود بدعت ہے اور وہ بدعتی ہیں۔پھر اس تعلق سے احادیث مبارکہ،علامہ علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ''مرقاۃ شرح مشکوٰۃ'' کی تفصیلی عبارت نقل فرمائی۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف میں ایک باب قائم فرمایا:'' باب قول الله وما اوتيتم من العلم الا قليلا ''

پوری آیت یہ ہے''ويسئلونك عن الروح قل الروح من امر ربى وما اوتيتم من العلم الا قليلا ''

اس کے اس حاشیہ میں مولوی احمد علی سہارنپوری نے یہ تحریر فرمایا:

اراد بايراد هٰذا الباب المترجم بهٰذه الآية التنبيه على ان من العلم شيئا لم يطلع الله تعالىٰ عليه نبيا ولا غيره۔

یعنی اس آیت کے ساتھ باب مقرر کرنے میں اس بات پر تنبیہ کرنا ہے کہ کچھ علوم ایسے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے نبی اور غیر نبی کسی کو مطلع نہیں فرمایا۔

حضور تاج الشریعہ اس حاشیہ کا رد کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ اس تنبیہ پر کوئی دلالت نہیں ۔آیت اُس پر دلالت نہیں کرتی جو تم گمان کرتے ہو۔یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ حالانکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں ارشاد فرماتا ہے:'' وعلمك مالم تكن تعلم ''اور فرمایا''الرحمٰن علم القرآن خلق الانسان علمه البيان ''یعنی بیان ما کان وما یکون۔اور کہا گیا ہے کہ'' الانسان '' سے مراد نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔اور قرآن منزل کی صفت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا''ولا رطب ولا يابس الا فى كتٰب مبين ''اور فرمایا''تبيانا لكل شئ ''اور لفظ''کل'' صیغۂ عموم ہے جو ہر شئ کو شامل،مفید استغراق ہے۔نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عموم علم سے علم روح بھی مستثنیٰ نہیں بلکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو روح کا علم بھی عطا فرمایا گیا۔سیاق آیت اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ قریش نے یہ سوال کیا کہ روح قدیم ہے یا حادث؟ اس آیت میں اس کا جواب دیا گیا جس کا حاصل یہ ہے کہ روح موجود اور حادث ہے۔کلمہ''کن'' سے پیدا کی گئی۔فرمایا"قل الروح من امر ربى" سائلین کے لیے جواب کو مبہم رکھا گیا یہ اشارہ کرنے کے لیے کہ اے سائلین !تمہیں اس کے علم کی کوئی راہ نہیں۔اسی لیے فرمایا'' وما اوتيتم من العلم الا قليلا '' یہ خطاب یہود وسائلین سے ہے۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے یہ تشریح تفقہاً فرمائی پھر یہ تشریح تفسیر کبیر میں دیکھی۔خود فرماتے ہیں۔

ھکذاکنت اظن ثم راجعت التفسیر الکبیر فوجدتہ صرح بنحو ما فھمتہ فالحمد للہ علی التوقیف۔

تشریح بالا سے حضور تاج الشریعہ کا رسوخ فی العلم اور علمی کمال، ندرت استحضار کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

حدیث مبارک ھے :

عن عبد اللہ بن عمر ان رجلا قام فی المسجد فقال یا رسول اللہ من این تامرنا ان نھل ؟ فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یھل اھل المدینۃ من ذی الحلیفہ ویھل اھل الشام من الجحفہ ویھل اھل نجد من قرن۔

یعنی عبداللہ بن عمر روایت کرتے ہیں کہ ایک صاحب نے مسجد میں کھڑے ہوکر عرض کیا یارسول اللہ! احرام کس جگہ سے باندھا جائے ؟ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اہل مدینہ ذوالحلیفہ سے احرام باندھیں اور اہل شام مقام جحفہ سے اور اہل نجد قرن سے۔

اس حدیث کے تحت حضور تاج الشریعہ تحریر فرماتے ہیں:

فیہ معجزۃ عظیمۃ للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حیث اخبر بأن الناس یسلمون ویحجون البیت من کل مکان فعین لکل مھلا یھل منہ۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اہل شام، اہل نجد کے لئے میقات مقرر کرنا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عظیم معجزہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلے ہی خبر دے دی کہ لوگ اسلام قبول کریں گے اور ہر طرف سے حج کے لیے آئیں گے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سب کے لیے الگ الگ میقات مقرر فرمائی۔

اسی طرح پورا حاشیہ علمی نکات پر مشتمل اہم علمی ذخیرہ ہے۔ یہ حاشیہ بخاری شریف کے ساتھ مجلس برکات مبارکپور سے شائع ہوچکا ہے۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان دنیا سے رخصت ہوئے تو دنیائے سنیت میں کہرام برپا ہوگیا۔ میر کارواں کا رخصت ہونا یقیناً کارواں کے لیے ناقابل تلافی نقصان ہے۔ حضور تاج الشریعہ کے وصال سے ہمارے اکابر علماء و مشائخ کی دینی وملی و مسلکی ذمہ داریوں میں بے پناہ اضافہ ہوگیا ہے۔ مذہب اہل سنت مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت اور بریلی شریف کی مرکزیت کے استحکام کے لیے ضروری ہے کہ تمام علمائے اہل سنت متحد ہوکر جماعت کی شیرازہ بندی فرمائیں تاکہ ہماری جماعت بدمذہبوں کی عیاری و مکاری سے محفوظ رہے اور گلشن سنیت کی پُر بہار رونق میں مزید اضافہ ہو۔

اللہ رب العزت حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے مزار پُر انوار پر خصوصی فضل وکرم کی بارش نازل فرمائے اور جنت الفردوس میں بلند مقام سے سرفراز فرمائے اور ہم سب کو حضور تاج الشریعہ کے علمی فیضان سے ہمیشہ مالامال رکھے۔

تاج الشریعہ مظہر اعلیٰ حضرت

از:- مفتی قاضی شہید عالم رضوی، خادم تدریس وافتاء، جامعہ نوریہ رضویہ باقر گنج بریلی شریف

تاج الشریعہ، شمس الطریقہ، منبع الفضائل، فخر الاماثل بقیۃ السلف، حجۃ الخلف، قطب الاعالی، فلک المعالی، شیخ الاسلام والمسلین، قطب الارشاد والمسترشدین، مخزن علم وحکمت، مرجع قوم و ملت، علم وفضل کے تابندہ اختر، عالم اسلام میں فخر ازہر، وارث علوم اعلیٰ حضرت، جانشین تاجدار اہل سنت، پرتو مجدد الاسلام، مظہر حجۃ الاسلام رہبر شریعت، شیخ طریقت، حضرت علامہ ومولانا اختر رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کے علوم کے سچے وارث تھے۔ کیوں نہ ہوں؟ آپ کی رگوں میں اعلیٰ حضرت کا لہو اپنی تاثیر دکھا رہا تھا۔ آپ کے مزاج میں تفقہ پوری شان کے ساتھ موجود تھا۔ امور دین میں تسلط آپ کی فطرت وجبلت میں داخل تھا۔ اپنے اسلاف کے موقف اور نقطۂ نظر سے سرمو انحراف کو روا نہیں رکھتے۔ اعدائے دین کے لیے ہر وقت شمشیر قلم بے نیام رکھتے۔ اسلاف کے نقطۂ نظر کے خلاف کہیں بھی قلم اٹھایا جاتا تو فوراً آپ کا تصلب اور علمی فیضان سد سکندری بن کر حائل ہو جاتا۔

قوت حفظ، استحضار مسائل اور قوت استخراج واستنباط امام احمد رضا قدس سرہ کی بارگاہ سے گویا ترکہ میں پائی۔ علم فقہ وعلم کلام کے دقیق مسائل میں اتنا استحضار کہ اہل علم محو حیرت رہ جاتے۔ آپ کے سامنے بڑے بڑے اہل علم سے کسی کتاب کی عبارت پڑھنے میں اتفاقاً چوک ہو جاتی تو حضرت فوراً اصلاح فرما دیتے۔ ذہانت و فطانت اور قوت حفظ کا اس بات سے بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ''المعتقد المنتقد'' اور اس کی شرح ''المستند المعتمد'' اور اس جیسی کتابوں کا محض عبارت سماعت فرما کر فی البدیہ ترجمہ بیان کر دیتے۔ شرق وغرب اور شمال وجنوب سے جو حضرات شرف ملاقات کے لیے حاضر بارگاہ ہوتے ان حضرات نے اچھی طرح مشاہدہ کیا کہ اکثر اوقات حضرت کی زبان فیض ترجمان سے علمی مشاغل جاری اور قلم ساری رہتا۔ کبھی لاینحل استفتاء کا جواب لکھواتے اور کبھی دینی مشکل کتاب کا ترجمہ تحریر کرواتے اور کبھی فتاویٰ رضویہ اور امام احمد رضا قدس سرہ کی دیگر کتابوں کی تعریب میں مشغول رہتے تاکہ اہل عرب مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت کی تعلیمات سے متعارف ہو سکیں اور فرقۂ باطلہ کے مکر وکید سے آگاہ رہیں۔ عربی زبان وادب پر قدرت کاملہ اور قوت حافظہ کی وہ نرالی شان تھی کہ عالیجناب مولانا

عاشق حسین صاحب کشمیری بڑی بڑی عبارتیں حضرت کو پڑھ کر سناتے جاتے جبکہ وہ عبارتیں احکام فقہیہ اور مسائل کلامیہ کی دقیق ابحاث پر مشتمل ہوتیں مگر حضرت محض عبارت سن کر فی البدیہ فصیح عربی میں ترجمہ بیان فرمادیتے۔

ایک بار کا اتفاق ہوا کہ ٹائی کے مسئلہ میں اس فقیر کی حضرت سے گفتگو چل رہی تھی۔اسی درمیان ''نسیم الریاض'' کی ایک طویل عبارت حضرت کے سامنے پیش کی۔پھر چند دنوں کے بعد جب اسی مسئلہ پر دوبارہ گفتگو شروع ہوئی تو حضرت نے وہ پوری عبارت زبانی پڑھ دی۔میں محو حیرت تھا کہ چند دن پہلے ایک بار ملاحظہ فرمانے کے بعد پوری عبارت حرف بحرف یاد رکھ لینا حضرت کی قوت حفظ کی بے مثال خوبی اور خصوصیت ہے۔

اسلاف کی تعلیمات اور مسلک اعلیٰ حضرت کی حفاظت و صیانت کے عظیم داعی و امین تھے۔اپنے اسلاف کے موقف کے خلاف کوئی تحریر ملاحظہ فرماتے تو فوراً مدلل وشافی جواب تحریر کراتے اور جوابی تحریر لکھوانے میں اصول بحث اور قواعد مناظرہ کا پورا لحاظ رکھتے۔اس وجہ سے حضرت کی جوابی تحریر اہل علم کے نزدیک وقیع اور دلچسپ ہوتی۔اگر تفصیل کا موقع ہوتا تو بطور تمثیل کچھ عبارتیں پیش کرتا۔

عزم واستقلال اتنا قوی کہ ضعف بصر وعلالت طبع حضرت کے علمی مشاغل میں حائل نہ ہو سکے۔یہ لفاظی اور مبالغہ آرائی نہیں بلکہ اپنے مشاہدات کو الفاظ وعبارات کا جامہ پہنا رہا ہوں۔حضرت کے عربی واردو کے تراجم اور بخاری شریف کے حواشی و دیگر تصنیفات وتعلیقات کا مطالعہ کر کے بخوبی اس بات کا اندازہ کر سکتے ہیں۔بطور نمونہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی کتاب ''الھاد الکاف '' کے عربی ترجمہ کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔کتاب دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کسی کتاب کا ترجمہ نہیں بلکہ فصیح عربی میں لکھی جانے والی ایک مستقل تصنیف ہے۔

حضرت کے تبلیغی اسفار جاری رہے۔دعوت وتبلیغ اور رشد وہدایت کا کام جاری وساری رہا۔آپ نے نور علم کی ضیا بار کرنوں سے عالم اسلام کو منور کیا۔کونسا ملک ہے کہ جو ان کے فیضان سے محروم رہا۔کون سا صوبہ ہے جہاں ان کے رشد وہدایت کی روشنی نہیں پہنچی۔کون سا خطہ ہے جس کو آپ کی ضیا بار کرنوں نے منور نہ کیا۔کون سی سرزمین ہے جہاں آپ کی شفقت ساون بن کر نہ برسی۔

یہی وجہ ہے کہ ایشیا ہو یا افریقہ یورپ ہو یا امریکہ کوئی خطہ ایسا نہیں جہاں آپ کے فیضان کرم کا جھالہ نہ پڑا ہو۔حضرت کی رحلت عالم اسلام کے لئے خاص طور سے ہندوستان کے سنیوں کے لئے عظیم خسارہ ہے۔اللہ رب العزت جل جلالہ حضرت کا علمی فیضان جاری وساری رکھے اور عالم اسلام کو مستفیض ومستنیر فرمائے۔

حدیث ''اصحابی کالنجوم'' کی فنی حیثیت

الصحابة نجوم الاهتداء کی روشنی میں

از:-محمد سلیم بریلوی، مدیر اعزازی ماہنامہ اعلیٰ حضرت واستاذ جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف

سواد اعظم اہل سنت و جماعت کا سلفاً وخلفاً یہی عقیدہ رہا ہے کہ تمام صحابہ کرام عادل ہیں، ثقہ ہیں، ثبت ہیں، ان کی اقتداء، ان کی پیروی، ان سے محبت، ان کا ذکر خیر سے کرنا، ان کی بارگاہوں میں گستاخی نہ کرنا لازمی اور ضروری ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کی اسی دینی اور شرعی حیثیت کو اپنے ارشادات طیبہ کے ذریعہ بہت سے مقامات پر واضح فرمایا ہے۔ امت مسلمہ کے لئے ان کی اقتداء و پیروی کو لازمی قرار دیا ہے۔ چونکہ ان کی اقتداء وپیروی کرنا اور ان کو اپنا ہادی و رہنما ماننا بحیثیت مسلمان ہر ایک کے لیے لازم وضروری ہے اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم یہ جانیں کہ ان شخصیات کا مقام ومرتبہ کیا ہے؟ یہ کون سی مقدس جماعت ہے۔ ان کے اندر وہ کون سی ایسی خوبی ہے کہ جس کی وجہ سے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو ہدایت کے ستارے قرار دیا۔ ان کی اقتدا و پیروی کرنے کا حکم صادر فرمایا، اکابر امت، ائمہ کرام اور اسلاف نے انہیں ہمیشہ اپنا مقتدا تسلیم کیا۔ امام اہل سنت مجدد دین وملت سیدی سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

جس مسلماں نے دیکھا انہیں اک نظر
اُس نظر کی بصارت پہ لاکھوں سلام

☆

اہل سنت کا ہے بیڑا پار کہ اصحاب رسول
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

اس عظیم مقام ومرتبہ کے حامل جو افراد ہیں اُن کے مقام و مرتبہ کو سمجھنے کے لیے ضروری یہ ہے کہ پہلے یہ جانا جائے کہ یہ وصفِ صحابیت ہے کیا؟ صحابی کسے کہتے ہیں؟ صحابی کی تعریف کیا ہے؟ کون لوگ اس مقام کو حاصل کر سکتے ہیں؟ کن لوگوں کو یہ مقام حاصل ہوا؟ جن لوگوں کو یہ مقام حاصل ہوا ہم انہیں کن اصولوں کی روشنی میں شناخت کریں؟ قرآن وحدیث اور اقوال اسلاف کی روشنی میں صحابہ کرام کی مقدس جماعت کے فضائل ومناقب کیا ہیں؟

صحابی کا لغوی معنیٰ:- صحابی ''الصحبة'' سے مشتق ہے۔ یعنی ہر وہ شخص صحابی کہلاتا ہے کہ جس نے کسی دوسرے کی تھوڑی یا زیادہ مدّت تک صحبت اختیار کی ہو اور اُس کے ساتھ رہا ہو۔ جیسے مکلّم مخاطب، ضارب۔ یہ مکالمہ، مخاطبہ اور ضرب سے مشتق ہیں لہٰذا تھوڑی یا زیادہ گفتگو کرنے والے شخص کو مکلّم کہا جائے گا۔ صحابی کے اسی لغوی معنی کے اعتبار سے اُس شخص کو بھی صحابی کہا جائے گا کہ جس نے دن کے ایک لمحے میں بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کی ہو۔ امام سخاوی نے فرمایا کہ لغوی اعتبار سے صحابی کا اطلاق ہر اس شخص پر

ہوگا کہ جس نے اتنی تھوڑی مدّت بھی صحبت اختیار کی ہو کہ جس پر صحبت کا اطلاق ہو سکے۔لہٰذا جن لوگوں کی صحبت بہت طویل اور جن کی مجالست بہت کثیر رہی ہو وہ تو بدرجۂ اولیٰ صحابی ہوں گے۔

(فتح المغیث للسخاوی، جلد۳ رصفحہ ۸۶ بحوالہ الاصابہ ص ۷ جلد۱)

علمائے اصول کے نزدیک صحابی کی تعریف: امام ابوالحسین نے ''معتمد'' میں صحابی کی تعریف یوں کی کہ جو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ طویل زمانے تک اتباع وپیروی کے طور پر اوران سے اخذ وتعلیم کے طور پر رہا ہواُسے صحابی کہیں گے۔لہٰذا جن لوگوں کی مجالست تو طویل تھی لیکن اتباع کا قصد نہ تھا یا مجالست طویل تو نہ تھی مگر اتباع کا قصد تھا تو ایسے لوگ صحابی نہ کہلائیں گے۔

محدثین کے نزدیک صحابی کی تعریف:- ابو المظفر سمعانی کے حوالے سے ابن صلاح نے یہ قول نقل کیا ہے کہ اصحاب حدیث لفظ صحابہ کا اطلاق ہر اُس شخص پر کرتے ہیں جس نے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی روایت کی ہو اگرچہ وہ ایک حدیث یا ایک کلمہ ہی کیوں نہ ہو۔صحابی کے اس اطلاق کے دائرے میں مزید وسعت دیتے ہوئے یہ اصحاب حدیث فرماتے ہیں کہ جس نے انہیں ایک نظر ہی کیوں نہ دیکھا ہو وہ بھی صحابی کہلائے جانے کا استحقاق رکھتا ہے اوراس کی وجہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقام رفیع اس بات کا مقتضی ہے کہ ہر اُس شخص کو صحابی کا خطاب دیا جائے کہ جس نے آقا کو دیکھا ہو۔

تابعین کرام کے حوالے سے بھی کتابوں میں صحابی کی مختلف تعریفات ملتی ہیں:

حضرت سعید بن مسیّب فرماتے ہیں کہ صحابی اُسے کہیں گے کہ جس نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک یا دو سال گزارے ہوں اوران کے ساتھ ایک یا دو غزوات میں حصہ لیا ہو۔

امام واقدی نے فرمایا کہ میں نے اہل علم کا یہ قول دیکھا ہے کہ ہر وہ شخص جس نے آقا کو دیکھا ہو اس حال میں کہ وہ سن بلوغ کو پہنچ گیا ہو، اسلام لے آیا ہو، امور دینیہ کی سمجھ اُس کے اندر پیدا ہو گئی ہو اور وہ شریعت کو پسند کرتا ہو تو وہ ہمارے نزدیک صحابی ہے اگرچہ دن کی ایک گھڑی ہی میں اس نے آقا کی زیارت کیوں نہ کی ہو۔یعنی اِن کے نزدیک صحابی ہونے کے لیے بالغ ہونا، مسلمان ہونا، مسائل شرعیہ کی فہم کا ہونا اور مذہب کا پسندیدہ ہونا شرط ہے۔

صحابی کی مذکورہ تمام اصطلاحی تعریفات کو نقل کرنے کے بعد علامہ ابن حجر عسقلانی نے ایک ایسی جامع تعریف فرمائی ہے کہ جس پر کوئی اعتراض واقع نہیں ہوتا اور وصفِ صحابیت سے متصف ہونے کا استحقاق رکھنے والے تمام حضرات اُس میں شامل ہوجاتے ہیں۔

صحابی کی صحیح تعریف:- جس نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اُن کی حیات طیبہ میں حالت ایمان میں ملاقات کی ہو اوراس کا خاتمہ بھی ایمان پر ہوا ہو تو اسے صحابی کہتے ہیں۔

اس تعریف کی رو سے وہ شخص بھی صحابہ کرام کی مقدس جماعت میں شامل ہو جائے گا کہ جس کی مجالست آقا کے ساتھ طویل رہی ہو، وہ بھی داخل ہوگا کہ جس کی کم رہی ہو۔وہ بھی داخل ہوگا کہ جس نے ان سے روایت کی ہو یا روایت نہ کی ہو، آقا کے ساتھ غزوات میں شریک ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔وہ لوگ بھی اس زمرے میں شامل ہو جائیں گے کہ جنہوں نے محض ایک ہی نظر دیکھا اور لمبی مجالست نہ رہی۔اسی طرح وہ بھی صحابی کہلائے گا کہ جس نے انہیں

کسی عرض عارض کی بنیاد پر نہ دیکھا ہو جیسے کے نابینا۔

مذکورہ تعریف ایک جنس اور دو فصلوں پر مشتمل ہے ''من لقی النبی صلی الله علیه وسلم '' یہ جنس ہے جس میں مسلم وکافر، بالغ ونابالغ ہر وہ شخص شامل ہے کہ جس نے اپنی زندگی میں آقا سے ملاقات کی ہو۔لہٰذا وہ لوگ کہ جنھوں نے آقا کے وصال کے بعد اور تدفین سے پہلے آقا کو دیکھا تو وہ صحابی نہ کہلائے گا۔جیسے ابو ذؤیب الہزلی شاعر کیونکہ اُنہوں نے آقا کو وصال کے بعد اور تدفین سے پہلے دیکھا تھا۔

''الایمان'': ایمان مذکورہ تعریف میں فصل اول کی حیثیت رکھتا ہے کہ جس کی بنیاد پر وہ شخص مرتبۂ صحابیت پانے سے خارج ہو گیا کہ جس نے ایمان کی حالت میں آقا کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت نہیں کی۔اسی طرح وہ افراد کہ جو ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علاوہ دیگر انبیاء پر ایمان رکھتے تھے اور وہ اعلان نبوت سے پہلے ہی اس دنیا سے رخصت ہو گئے جیسے کہ اہل کتاب۔یہ لوگ صحابی نہیں کہلائیں گے۔اب رہ گئے وہ اہل کتاب کہ جنہوں نے اعلان نبوت اور نزول وحی سے پہلے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملاقات بھی کی اور اس بات پر ایمان بھی رکھا کہ وہ عنقریب مبعوث ہوں گے۔وہ اس زمرۂ صحابہ میں شامل کیے جائیں گے کہ نہیں؟ یہ محل احتمال ہے۔جیسے کہ بحیرہ راہب وغیرہم۔

''مات علیٰ اسلامه'' اسلام ہی پر خاتمہ ہونے والی یہ قید اور شرط اس تاریخ میں فصل دوم کی حیثیت رکھتی ہے کہ جس سے وہ لوگ صحابی ہونے سے نکل گئے کہ جو آقا کے وصال کے بعد مرتد ہو گئے۔اب رہ گئے وہ لوگ کہ جو آقا کے بعد مرتد ہوئے پھر اسلام لائے اور حالت اسلام ہی میں اُن کی موت واقع ہوئی ایسے لوگوں کو صحابی کہا جائے گا یا نہیں؟ تو اس سلسلہ میں حضرت امام شافعی اور حضرت امام اعظم کا موقف یہ ہے کہ ارتداد یہ صحبت سابقہ کو ختم کر دیتا ہے۔جیسے کہ قرہ بن میسرہ اور اشعث بن قیس۔ یہ دونوں حضرات پہلے اسلام لائے پھر آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مُرتد ہو گئے پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے زمانے میں دوبارہ اسلام لائے۔علامہ ابن حجر کے نزدیک ایسے لوگوں کو صحابی کے نام سے یاد کیا جائے گا۔نیز محدثین نے اپنی مرویات میں انہیں صحابہ ہی کے نام سے درج کیا ہے۔

واضح رہے کہ یہ اختلاف اُن لوگوں کے بارے میں ہے کہ جو اسلام لانے کے بعد مُرتد ہوئے اور پھر اسلام لے آئے۔ البتہ وہ لوگ کہ جن کی موت ہی ارتداد پر ہوئی وہ بالاتفاق صحابی کہلانے کے مستحق نہیں جیسے حضرت اُمِّ حبیبہ کا شوہر عبیداللہ بن جحش کہ یہ حضرت اُمِّ حبیبہ کے ساتھ اسلام لایا، اُس کے بعد حبشہ کی طرف ہجرت کی مگر وہاں جا کر نصرانی ہو گیا اور اِسی حالت میں اُس کی موت واقع ہو گئی۔اِسی طرح عبداللہ بن خطل اور ربیعہ بن امیہ بن خلف۔

کیا ملائکہ میں سے بھی کوئی صحابی ہے؟ علامہ ابن حجر عسقلانی نے ملائکہ کے وصف صحابیت سے متصف ہونے کے سلسلے میں فرمایا کہ زُمرۂ صحابہ میں اُن کا داخل کرنا یہ محل نظر ہے اور اس کی وجہ بعض لوگوں نے یہ بیان کی کہ آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرشتوں کی طرف مبعوث نہیں ہوئے۔جس کو امام فخر الدین رازی نے ''اسرار التنزیل'' میں نقل فرمایا ہے۔اس کے برخلاف علامہ تقی الدین سُبکی نے فرمایا کہ وہ اِن کی طرف مبعوث ہوئے ہیں۔لہٰذا اس قول کی بنیاد پر یہ وصفِ

صحابیت سے متصف کیے جا سکتے ہیں۔ بہر حال کسی فرشتے کا زُمرۂ صحابہ میں داخل ہونا یہ ایک مختلف فیہ مسئلہ ہے۔

کیا جن صحابی ہو سکتے ہیں؟ چونکہ جن اُن اجسام ہوائیہ لطیفہ کو کہتے ہیں کہ جو مختلف شکلیں اختیار کرنے پر قادر ہوتے ہیں اور جن سے حیرت انگیز افعال صادر ہوتے ہیں۔ اِن میں سے مومن بھی ہوتے ہیں اور کافر بھی۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا جنّات وصف صحابیت سے متصف ہو سکتے ہیں؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے علامہ ابن حجر عسقلانی نے راجح قول پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ جنات کہ جنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حالت ایمان میں دیکھا یا اُن کی زیارت کی تو وہ بلا شبہ صحابی کہلانے کے مستحق ہیں کیونکہ یہ بات قطعی اور یقینی ہیں کہ اللہ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جن وانس دونوں کی طرف مبعوث ہوئے۔

صحابی کی شناخت کے طریقے :- کون صحابی ہے اور کون نہیں اس کی معرفت کے مندرجہ ذیل پانچ طریقے ہیں:

(۱) خبر متواتر سے ثبوت: کسی صحابی کا صحابی ہونا خبر متواتر سے ثابت ہو۔ یعنی کسی کے صحابی ہونے کو اتنے لوگوں نے بتایا ہو کہ جن کا جھوٹ پر اجماع عقلاً وعادتاً محال ہو۔ ایسے لوگوں کا صحابی ہونا قطعی اور یقینی ہے جیسے خلفائے راشدین اور بقیہ عشرۂ مبشرہ۔

(۲) خبر مشہور اور خبر مستفیض سے ثبوت: یعنی وہ لوگ کہ جن کا صحابی ہونا خبر مشہور یا خبر مستفیض سے معلوم ہو جیسے کہ ضمام بن ثعلبہ اور عکاشہ بن محصن۔

(۳) قول صحابی سے ثبوت : یعنی کسی کے صحابی ہونے کے بارے میں کسی ایک صحابی نے روایت کی ہو اور بتایا ہو کہ فلاں صحابی ہے جیسے حممہ بن ابی حممہ دوسی جن کے صحابی ہونے کے بارے میں حضرت ابوموسیٰ اشعری نے گواہی دی۔

(٤) قول تابعی سے ثبوت: کسی تابعی نے یہ خبر دی ہو کہ فلاں صحابی ہے۔

(۵) خود اپنے قول سے ثبوت: کسی عادل وثقہ ایسے شخص نے کہ جس نے آقا کا زمانہ پایا ہو اُس نے خود اپنے بارے میں یہ خبر دی ہو کہ میں صحابی رسول ہوں تو اُس کی عدالت وثقاہت اور معاصرت رسول کے ثبوت کے بعد اُسے صحابی مانا جائے گا۔

اس سلسلہ میں علامہ ابن حجر عسقلانی نے ایک ایسا جامع ضابطہ نقل کیا ہے کہ جس کی بنیاد پر صحابہ کرام کی اس مقدس جماعت میں کثیر افراد داخل ہو سکتے ہیں۔ یہ ضابطہ تین نشانیوں پر مشتمل ہے۔ لہٰذا اُن تین نشانیاں کی بنیاد پر کثیر افراد زُمرۂ صحابہ میں داخل ہو جائیں گے۔

(۱) چونکہ غزوات میں صرف صحابہ کرام ہی شامل ہوتے تھے۔ لہٰذا جن کا مرتد ہونا ثابت ہو جائے انہیں چھوڑ کر بقیہ جتنے بھی لوگ جنگوں میں شامل ہوئے وہ سب صحابی ہی ہوں گے۔

(۲) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے فرمایا کہ کوئی بھی بچہ پیدا ہوتا تو اُسے آقا کی بارگاہ میں لایا جاتا۔ آقا اُس کے لیے دعا فرماتے۔ اِس قول کی بنیاد پر بھی صحابہ کرام کی تعداد بہت زیادہ ہوگی۔

(۳) مدینہ شریف، مکہ شریف، طائف اور اُس کے اِردگرد کے جتنے بھی خطے ہیں اُن میں رہنے والے سارے لوگ ہی اسلام لائے اور حجۃ الوداع کے موقع پر شریک ہوئے۔ ایسی صورت میں جن لوگوں نے بھی آقا کو اس حج کے موقع پر دیکھا وہ زُمرۂ صحابہ ہی میں داخل

ہونگے اگر چہ آقا نے اُن کو نہ دیکھا ہو۔

مذکورہ ضابطے سے یہ اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ صحابہ کرام کی تعداد بلاشبہ بہت زیادہ ہے اگرچہ ہمیں تفصیل کے ساتھ اُن کے نام اور اُن کی معیّن تعداد معلوم نہ ہو۔

صحابہ کا مقام و مرتبہ :- صحابہ کرام کو اللہ رب العزت نے بہت ہی عظیم مرتبہ عطا فرمایا ہے۔ اِن کی عظمت و رفعت کا اندازہ اِسی بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ تمام صحابہ کرام بالاتفاق ایسے عادل و ثقہ ہیں کہ اِن میں سے کسی کی عدالت کے سلسلہ میں نہ تو کوئی سوال کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی کوئی تفتیش۔ صحابۂ کرام کے عادل ہونے اور اِن کی عدالت پر قرآن وحدیث میں بہت سے دلائل موجود ہیں اس کے ساتھ ہی ان کی عدالت اجماع امت سے بھی ثابت ہے۔

عدالت صحابہ قرآن کی روشنی میں

قرآن کریم میں کئی جگہوں پر ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اِن پاکباز ساتھیوں کی تعریف وتوصیف کی گئی اور اِن کی عدالت کے بارے میں بتایا گیا۔ اِن میں سے چند آیات یہاں پر نقل کی جارہی ہیں:

(۱) محمد رسول الله والذين معه اشداء على الكفار رحماء بينهم، تراهم ركعا سجدا يبتغون فضلا من الله ورضوانا، سيماهم فى وجوههم من اثر السجود، ذلك مثلهم فى التوراة، ومثلهم فى الانجيل كزرع اخرج شطأه. فأزره فاستغلظ فاستوى علىٰ سوقه يعجب الزراع ليغيظ بهم الكفار، وعد الله الذين آمنوا و عملوا الصٰلحٰت منهم مغفرة واجرا عظيما۔(الفتح ۲۹)

ترجمہ:- محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل۔ تو انہیں دیکھا گا رکوع کرتے سجدے میں گرتے۔ اللہ کا فضل ورضا چاہتے۔ اُن کی علامت اُن کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے۔ یہ اُن کی صفت توریت میں ہے اور اُن کی صفت انجیل میں۔ جیسے ایک کھیتی اُس نے اپنا پٹّھا نکالا پھر اُسے طاقت دی پھر دبیز ہوئی پھر اپنی ساق پر سیدھی کھڑی ہوئی کسانوں کو بھلی لگتی ہے تاکہ اُن سے کافروں کے دل جلیں۔ اللہ نے وعدہ کیا اُن سے جو اُن میں ایمان اور اچھے کاموں والے ہیں بخشش اور بڑے ثواب کا۔ (کنزالایمان)

(۲) للفقراء المها جرين الذين اخرجوا من ديارهم واموالهم يبتغون فضلا من الله ورضوانا، وينصرون الله ورسوله اولئك هم الصٰدقون. والذين تبوأ وا الدار والايمان من قبلهم يحبون من هاجر اليهم ولا يجدون فى صدورهم حاجة مما اوتوا ويوثرون على انفسهم ولو كان بهم خصاصة ومن يوق شح نفسه فاولئك هم المفلحون.(الحشر۸–۹)

ترجمہ:- اِن فقیر ہجرت کرنے والوں کے لیے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے۔ اللہ کا فضل اور اُس کی رضا چاہتے اور اللہ ورسول کی مدد کرتے۔ وہی سچے ہیں اور جنہوں نے پہلے سے اِس شہر اور ایمان میں گھر بنا لیا دوست رکھتے ہیں اُنہیں جو اُن کی طرف ہجرت کر کے گئے اور اپنے دلوں میں کوئی حاجت نہیں پاتے اُس چیز کی جو دیئے گئے اور اپنی جانوں پر اُن کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں

شدید محتاجی ہو اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا تو وہی کامیاب ہیں۔(کنزالایمان)

(۳)والذین آمنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل الله والذین اٰووا وّنصروا اولئك ھم المومنون۔ حقا لھم مغفرۃ ورزق کریم۔(الانفال ۷۴)

ترجمہ: اور وہ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں لڑے اور جنہوں نے جگہ دی اور مدد کی وہی سچے ایمان والے ہیں۔ اُن کے لیے بخشش ہے اور عزت کی روزی۔(کنزالایمان)

(٤)لقد رضی الله عن المؤمنین اذیبایعونك تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبھم، فانزل السکینۃ علیھم واثابھم فتحا قریبا۔(الفتح ۱۸)

ترجمہ:- بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اُس پیڑ کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے۔تو اللہ نے جانا جو اُن کے دلوں میں ہے تو اُن پر اطمینان اتارا اور انہیں جلد آنے والی فتح کا انعام دیا۔(کنزالایمان)

(٥)یا ایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصٰدقین۔(التوبۃ ۱۱۸)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو۔ (کنزالایمان)

(٦)والسٰبقون الاولون من المھٰجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی الله عنھم ورضوا عنہ واعد لھم جنٰت تجری تحتھا الانھار خٰلدین فیھا ابدا ذلك الفوز العظیم۔(التوبۃ ۱۰۰)

ترجمہ: اور سب میں اگلے پہلے مہاجر اور انصار اور جو بھلائی کے ساتھ اُن کے پیرو ہوئے۔ اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی اور ان کے لیے تیار کر رکھے ہیں باغ جن کے نیچے نہریں بہیں ہمیشہ ہمیشہ اُن میں رہیں یہی بڑی کامیابی ہے۔(کنزالایمان)

(۷)وکذٰلك جعلنٰکم امۃ وسطا۔(البقرۃ ۱۴۳)

ترجمہ: اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا سب امتوں میں افضل۔(کنزالایمان)

(۸)کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتومنون بالله۔(آل عمران ۱۱۰)

ترجمہ: تم بہتر ہو اُن سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔(کنزالایمان)

(۹)وجاھدوا فی اللہ حق جھادہ ھوا جتبٰکم وما جعل علیکم فی الدین من حرج ملۃ ابیکم ابراھیم ھو سمّٰکم المسلمین من قبل وفی ھذا لیکون الرسول شھیدا علیکم وتکونوا شھداء علی الناس۔(الحج ۷۸)

ترجمہ: اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا حق ہے جہاد کرنے کا۔ اُس نے تمہیں پسند کیا اور تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی۔تمہارے باپ ابراہیم کا دین۔اللہ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے اگلی کتابوں میں اور اس قرآن میں تاکہ رسول تمہارا نگہبان اور گواہ ہو اور تم اور لوگوں پر گواہی دو۔(کنزالایمان)

(۱۰)قل الحمد للہ وسلٰم علی عبادہ الذین اصطفی۔(النمل ۵۹)

ترجمہ: تم کہوسب خوبیاں اللہ کواور سلام اُس کے چنے ہوئے بندے پر۔(کنزالایمان)

"عبادہ الذین اصطفی" اللہ کے وہ بندے کہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے چُن لیا ہے یہ کون لوگ ہیں؟ اِس سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ ان سے مراد نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقدس صحابہ کرام ہیں کہ جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے منتخب فرمایا۔

عدالت صحابہ احادیث کریمہ کی روشنی میں: جن لوگوں نے ہوش وایمان کی حالت میں آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا یا آقا کی صحبت میں حاضر ہوئے پھر ایمان پر ہی اُن کا خاتمہ بھی ہوا ایسے لوگوں کی عدالت قرآن سے بھی ثابت ہے، احادیث کریمہ سے بھی اور اجماع امت سے بھی۔ صحابۂ کرام کی عظمت ورفعت اور فضائل ومناقب کے سلسلہ میں بہت سی احادیث کریمہ موجود ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ وہ مقدس جماعت ہے جو تمام مسلمانوں سے افضل ہے۔روئے زمین کے سارے ولی، غوث،قطب اور ابدال کسی ایک صحابی کے گردِ قدم تک نہیں پہنچ سکتے۔اس سلسلہ میں چند احادیث کریمہ ذیل میں نقل کی جاتی ہیں:

(۱) عن ابی سعید عن النبی۔علیہ السلام۔ قال: لا تسبوا اصحابی،فوالذی نفسی بیدہ لو ان احدکم انفق مثل احد ذہبا ما ادرك مد احدھم ولا نصیفہ۔(بخاری،کتاب فضائل الصحابة)

ترجمہ:- حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے صحابہ کو بُرا نہ کہو کیونکہ اگر تم میں سے کوئی شخص اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا خیرات کرے تو وہ اِن صحابہ میں سے کسی ایک کے ایک مُد کو بھی نہ پہونچے اور نہ آدھے مُد کو۔(چار مُد کا ایک صاع ہوتا ہے ایک صاع ساڑھے چار سیر کا تو اس لحاظ سے ایک مُد ایک سیر آدھ پاؤ کا ہوا یعنی تقریباً سوا سیر)

واضح رہے کہ یہاں یہ خطاب حضرت خالد بن ولید اور اُن کے اُن ساتھیوں سے ہے کہ جو صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے موقع پر ایمان لائے۔اب آپ اندازہ لگائیں کہ جب حضرت خالد بن ولید جیسے صحابۂ کرام کا اللہ کی راہ میں اُحد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرنا اللہ کے نزدیک ان صحابہ کرام کے اس ایک مُد یا آدھے مُد کے برابر نہیں کہ جو انہوں نے ابتدائے اسلام میں راہِ خدا میں خرچ کیا تو پھر بعد کے عام مسلمان صحابہ کرام کے مثل کیسے ہوسکتے ہیں؟ اور یہ مقدس صحابہ کرام فقہ وفتاویٰ میں صواب ودرستگی سے کیسے محروم کیے جاسکتے ہیں؟

(۲) وعن عبد الله بن مغفل المزنی قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: الله الله فی اصحابی، الله الله فی اصحابی لا تتخذوھم غرضا بعدی، فمن احبھم فبحبی احبھم، ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم، ومن آذاھم فقد آذانی ومن آذانی فقد آذی الله، ومن آذی الله فیوشك ان یا خذہ۔

(ترمذی جلد۵ /۶۵۳کتاب المناقب)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ ابن مغفل سے روایت ہے کہ آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ میرے صحابہ کے سلسلہ میں اللہ سے ڈرو! اللہ سے ڈرو! میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو! میرے بعد انہیں نشانۂ تنقید وتنقیص نہ بناؤ کیونکہ جس نے اُن سے محبت کی تو

میری محبت کی وجہ سے اُن سے محبت کی اور جس نے اُن سے بغض رکھا تو میرے بغض کی وجہ سے اُن سے بغض رکھا اور جس نے انہیں ستایا اُس نے مجھے ستایا اور جس نے مجھے ستایا اُس نے اللہ کو ایذا پہونچائی اور جس نے اللہ کو ایذا دی تو بہت جلد اللہ اُس کی گرفت فرمائے گا۔

خلاصہ یہ ہے کہ صحابۂ کرام کی عداوت اللہ و رسول سے عداوت ودشمنی اور بغض وکینہ رکھنے کی علامت ہے۔

(۳) عن ابی بُرده عن ابیه قال: رفع یعنی النبی صلی الله علیه وسلم رأسه الی السماء وکان کثیرا مما یرفع رأسه الی السماء، قال النجوم امنة لاهل السماء، فاذا ذهبت النجوم اتی اهل السماء ما یوعدون وانا امنة لا صحابی، فاذا ذهبت اتی اصحابی ما یوعدون، واصحابی امنة لا متی، فاذا ذهب اصحابی اتی امتی ما یوعدون۔

(مسلم جلد ۳/ ۱۹۶۱ کتاب فضائل الصحابة)

ترجمہ:- حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند حضرت ابوبُردہ اپنے والد سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا سرِ مبارک آسمان کی طرف اُٹھایا اور آقا اکثر اپنا سرِ مبارک آسمان کی طرف اٹھاتے تھے۔اُس کے بعد آقا نے ارشاد فرمایا کہ تارے آسمان کے لئے امان ہیں لہٰذا جب تارے جاتے رہیں گے تو آسمان والوں کو وہ پہونچے گا جس کا اُن سے وعدہ ہے اور میں اپنے صحابہ کے لیے امان ہوں تو جب میں چلا جاؤں گا تو میرے صحابہ پر وہ گزرے گا جس کا اُن سے وعدہ ہے اور میرے صحابہ میری امت کے لیے امان ہیں جب میرے صحابہ چلے جائیں گے تو میری اُمت کو وہ پہونچے گا جن کا اُن سے وعدہ ہے۔

واضح رہے کہ قیامت میں پہلے تارے جھڑیں گے پھر آسمان پھٹیں گے اِس لیے جب تک آسمان پر تارے ہیں تو آسمان محفوظ ہیں اِسی طرح جب تک آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظاہری حیات میں صحابہ کے درمیان موجود رہے صحابہ کرام آپسی لڑائی جھگڑوں سے محفوظ رہے۔اِسی طرح جب تک صحابہ کرام موجود رہے تب تک فتنے اتنے عام نہ ہوئے مگر جیسے ہی دورِ صحابہ ختم ہوا دین میں بگاڑ وفساد اور فتنے بے انتہاء پیدا ہوگئے۔

(٤) عن عمران بن حصین قال: قال رسول الله ﷺ خیر امتی القرن الذی بعثت فیهم، ثم الذین یلونهم، ثم الذین یلونهم۔(مسلم ،کتاب فضائل الصحابة)

ترجمہ:- حضرت عمران بن حصین سے روایت ہے کہ آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری اُمت میں سب سے بہترین جماعت وہ ہے کہ جس میں میں مبعوث ہوا۔پھر وہ لوگ جو اُس سے قریب ہوں پھر وہ جو اُن سے قریب ہوں۔

اس حدیث پاک میں پہلے قرن سے مراد صحابہ کرام، دوسرے سے تابعین تیسرے سے تبع تابعین ۔زمانۂ صحابہ ظہور نبوت سے ۱۲۰/سال تک رہا یعنی ۱۰۰/ہجری تک، زمانۂ تابعین ۱۰۰/سے ۱۷۰/ہجری تک اور زمانۂ تبع تابعین ۱۷۰/ہجری سے ۲۲۰/ہجری تک۔(مرأۃ المناجیح جلد ۶/صفحہ ۳۳۹)

اس حدیث پاک سے تمام صحابہ کرام کا عادل واخیار ہونا مطلقاً ثابت ہے۔اور جتنے بھی خیر اور بھلائی کے ابواب ومیدان ہیں سبھی میں صحابہ کرام کا عادل، مظفر، منصور اور اخیار ہونا ثابت ہے۔

عدالت صحابہ اقوال ائمہ کی روشنی میں :- امام نووی فرماتے ہیں کہ الصحابة کلهم عدول یعنی تمام صحابہ عادل و ثقہ ہیں۔

☆امام الحرمین فرماتے ہیں کہ اُن کی عدالت کے سلسلہ میں تحقیق و تفتیش نہ کئے جانے کا سبب یہ ہے کہ یہ صحابہ کرام شریعت کے علمبردار ہیں لہٰذا اگر اِن کی روایت میں تفتیش عدالت کی بنیاد پر توقف ہو جائے تو شریعت مطہرہ آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے ہی تک محدود ہو جائے گی۔

☆حضرت ابوزرعہ فرماتے ہیں کہ اگر تم کسی شخص کو کسی صحابیٔ رسول کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے دیکھو تو جان لو کہ وہ بلاشبہ زندیق ہے کیونکہ ہمارے رسول حق، قرآن حق اور جو کچھ آقا لے کر آئے وہ حق اور یہ تمام چیزیں ہمیں صحابہ کرام ہی نے عطا فرمائیں۔ یہ زندیق چاہتے ہیں کہ صحابہ کرام کو مجروح قرار دے کر قرآن و حدیث کے نصوص کو ہی مجروح کر ڈالیں۔

☆امام ابن صلاح کا قول ہے کہ تمام صحابہ کرام کی عدالت پر پوری امت کا اجماع ہے۔ اب رہ گیا معاملہ حضرت علی اور حضرت معاویہ جیسے چند صحابہ کے درمیان ہونے والے مشاجرات کا تو اِن کا ثبوت علم تاریخ وغیرہ سے ہے جو صرف ظن کا افادہ کرتے ہیں لہٰذا ثبوت ظنّی، ثبوت قطعی کی تردید نہیں کرسکتا۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ جو کسی صحابی کی شان میں گستاخی کرے اُس کا فیٔ مسلم میں کوئی حق نہیں۔

تفضیل صحابہ اور عقیدۂ اهل سنت: یوں تو صحابہ کرام کی تعداد تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے۔

(مرأۃ المناجیح، جلد ۷)

اسی کے ساتھ ماقبل میں یہ بات بھی ثابت ہو چکی ہے کہ تمام صحابہ کرام عادل و ثقہ ہیں۔ مگر اب سوال اس بات کا ہے کہ ان صحابہ کرام میں سب سے افضل صحابی کون سے ہیں؟ تو اس سلسلہ میں ہم اہل سنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد مطلقاً سب سے افضل صحابی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور اُن کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اِن دونوں کی افضلیت پر اہل سنت کا اجماع قائم ہے۔ اس اجماع کو نقل کرنے والے ابوالعباس قرطبی فرماتے ہیں کہ ائمۂ سلف وخلف میں سے کسی کا اس سلسلہ میں کوئی اختلاف نہیں اور اہل تشیع اور اہل بدعت کے اقوال کی کوئی حیثیت نہیں۔ حضرت امام شافعی نے بھی صحابہ کرام اور تابعین حضرات کا تفضیل شیخین پر اجماع نقل کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کے افضل ہونے کے سلسلہ میں صحابہ کرام اور تابعین میں سے کسی کا کوئی اختلاف نہیں البتہ حضرت علی اور حضرت عثمان میں سے کس کو کس پر افضلیت حاصل ہے اِس میں ضرور بعض لوگوں کا اختلاف ہے۔ مگر زیادہ تر اہل سنت کا رجحان اس طرف ہے کہ خلفائے راشدین میں افضلیت کا اعتبار اُن کی خلافت کے اعتبار سے ہے۔ یعنی سب سے پہلے حضرت ابو بکر پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

حضرت ابو بکر کی افضلیت کے سلسلہ میں حضرت امام بخاری نے حضرت عمرو بن عاص کے حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے جب آقا ﷺ سے سوال کیا کہ آپ کے نزدیک لوگوں میں سب سے افضل کون ہے؟ تو آقا ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اِن

کے والد محترم! یعنی حضرت ابوبکر اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے بخاری شریف میں ایک روایت اس طرح درج ہے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں حضرت ابوبکر کے برابر کسی کو نہ گردانتے، اُن کے بعد حضرت عمر کے برابر اور اُن کے بعد حضرت عثمان کے برابر کسی کو نہ سمجھتے تھے۔

محمد بن حنفیہ کی روایت میں یہ ہے کہ میں نے اپنے والد صاحب سے پوچھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل کون ہے؟ تو انہوں نے حضرت ابوبکر کا نام لیا۔ میں نے کہا کہ اُن کے بعد تو اُنہوں نے حضرت عمر کا نام لیا۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں حضرت عمر کے بعد وہ حضرت عثمان کا نام نہ لے لیں اس لیے میں نے جلدی سے کہا کہ عمر کے بعد آپ؟ تو حضرت علی نے فرمایا میں تو مسلمانوں کا صرف ایک فرد ہوں۔ ان روایات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ تمام صحابہ میں سب سے افضل حضرت ابوبکر پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان غنی اور پھر حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم ہیں۔

صحابہ کرام اور فقہ اسلامی: قرآن کریم مجمل ہے جس کی توضیح حدیث نے فرمائی اور حدیث مجمل ہے جس کی تشریح شرعی اصولوں اور صحابہ کرام کے اقوال، افعال، اور احکام کی روشنی میں مجتہدین کرام نے فرمائی۔ جیسا کہ قرآن کریم میں اس ترتیب کو یوں بیان فرمایا گیا کہ ''تبیانا لکل شئ ''یعنی قرآن کریم میں ہر چیز کا روشن بیان ہے۔ تو کوئی ایسی بات نہیں جو قرآن میں نہ ہو مگر ساتھ ہی فرمادیا''وما یعقلها الا العلمون ''یعنی اس کی سمجھ نہیں مگر عالموں کو۔ اسی لیے قرآن کریم کے مجملات اور اس کے نصوص کے محمل و مراد کو جاننے اور سمجھنے کے لیے قرآن کریم کا علم رکھنے والے نفوس قدسیہ کی بارگاہوں میں زانوئے ادب تہ کرنے کا یوں حکم دیا کہ

''فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لاتعلمون''

ترجمہ:- علم والوں سے پوچھو اگر تم نہ جانتے ہو۔ چونکہ علم والے محض اپنے علم اور اپنی عقل سے قرآن کو سمجھنے پر قادر نہیں بلکہ اس کے لیے انہیں آقا کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارگاہ بے کس پناہ میں حاضر ہونا ہوگا چنانچہ اسی آیت سے متصل اس بات کو یوں بیان فرمایا کہ:

''وانزلنا الیك الذکر لتبین للناس مانزل الیهم''

ترجمہ:- اے نبی ہم نے یہ قرآن تیری طرف اس لیے اتارا کہ تو لوگوں سے شرح بیان فرمادے اس چیز کی جو ان کی طرف اتاری گئی۔

چاروں آیات کا ترتیب وار اب حکم یہ رہا کہ اے جاہلو! تم علما کے کلام کی طرف رجوع کرو اور اے عالمو! ہمارے رسول کا کلام دیکھو تو ہمارا کلام سمجھ میں آئے۔

(ماخوذ از فتاویٰ حامدیہ صفحہ ۱۲۶، ۱۲۷ مطبوعہ رضوی کتاب گھر دہلی)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب تک اس ظاہری دنیا میں موجود رہے تب تک صحابہ کرام کو اپنے تمام تر مسائل دینیہ اور مسائل دنیویہ میں آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی علاوہ کسی کی حاجت اور ضرورت نہ تھی۔ جب بھی انہیں کوئی ضرورت پیش آتی، یا قرآن کریم کی آیات کا محمل اور ان کی مراد سمجھنے کی ضرورت پڑتی یا کوئی نیا مسئلہ ان کے سامنے آتا اس کے سلسلہ میں وہ آقا کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ سلم سے سوال کرتے تب آقا یا تو وحی کے ذریعہ یا اپنے اجتہاد کے ذریعہ انہیں ان کا مطلوبہ جواب عنایت فرمادیتے۔ اسی طرح کبھی یوں بھی ہوتا کہ ہر صحابی آقا سے پوچھنے کی ہمت نہ کرپاتے یا یہ کہ انہیں براہ

راست معلوم کرنے کا موقع میسر نہ آتا تو وہ دوسرے صحابہ سے اس مسئلہ کا حکم دریافت کر لیتے تو یہ صحابہ کرام اپنے اجتہاد کے ذریعہ اس کا جواب عنایت فرما دیتے۔ کبھی یوں بھی ہوتا کہ صحابہ کرام کسی حکم عمومی کی توجیہ اپنے اجتہاد سے کر کے اس سے مسائل کا استخراج اپنے اپنے طور پر کرتے جس کی وجہ سے کبھی کبھی ایک فریق کا موقف دوسرے فریق کے خلاف ہوتا پھر آقا تک یہ معاملات پہنچتے تو جو فریق اپنے اجتہاد میں صواب پر ہوتا اس کو برقرار رکھتے اور تصویب فرما دیتے اور جس سے خطائے اجتہادی سرزد ہو جاتی اس کی خطائے اجتہادی کو واضح فرما دیتے مگر ایسی کوئی روایت نہیں ملتی کہ خطائے اجتہادی کرنے والے صحابہ کرام پر اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ناراضگی کا اظہار فرمایا ہو یا ان کی اتباع میں اس پر عمل کرنے والے لوگوں سے توبہ کا مطالبہ کیا ہو کیونکہ یہ خطا، خطائے عنادی نہیں بلکہ خطائے اجتہادی، وہ بھی خطائے مقرر کہ جس کے صاحب پر انکار نہیں کیا جاتا۔ اس لیے کہ یہ وہ خطائے اجتہادی ہے جس سے دین میں کوئی فتنہ پیدا نہیں ہوتا جیسے احناف کے نزدیک مقتدی کا امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا۔

(ماخوذ از بہار شریعت جلد اول صفحہ ۲۵۶ مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی)

بلکہ اس خطا پر تو مجتہد کو اجر دیا جاتا ہے۔ نیز اصول شرع اگر چہ چار ہیں کتاب اللہ، حدیث رسول اللہ، اجماع اور قیاس مگر اصولی حضرات نے صحابہ کرام کے ان اقوال کو کہ جن کا حکم معقولی نہ ہو انہیں اجماع میں اور جن کا حکم معقولی ہو اُن کو قیاس میں داخل فرمایا ہے لہٰذا اقوال صحابہ بھی اصول شرع کا ہی حصہ ہیں۔

(ماخوذ از نور الانوار صفحہ ۹ رمطبوعہ مجلس برکات)

یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ تمام صحابہ کرام علم وفقہ میں برابر نہیں تھے۔ اس لئے غیر مجتہد صحابہ مجتہد صحابہ کرام کے احکام پر عمل پیرا ہوتے۔

یہ تو ان صحابہ کرام کا معاملہ تھا کہ جو مدینہ طیبہ میں زندگی بسر فرماتے تھے۔ مگر وہ مسلمان جو ممالک مفتوحہ اور دور دراز کے علاقوں میں رہتے تھے تو وہ اپنے مسائل کا حل ان صحابہ کرام سے دریافت کرتے کہ جو اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے ان دور دراز کے علاقوں میں وفد کی صورت میں بھیجے جاتے تھے۔ آقا کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ تک شریعت اسلامیہ کے مسائل کا حل مذکورہ بالا طریقوں پر ہوتا رہا لیکن جب آقا کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس ظاہری دنیا سے تشریف لے گئے تو سلطنت تشریعیہ خلفائے راشدین اور اکابر صحابہ کرام کی طرف منتقل ہو گئی۔ جیسے جیسے سلطنت اسلامیہ اور فتوحات اسلامیہ کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا ویسے ویسے مسائل جدیدہ بھی سامنے آتے رہے۔ ان ممالک مفتوحہ میں چونکہ صحابہ کرام کی مقدس جماعت کثیر تعداد میں پھیل چکی تھی اس لئے جو بھی مسائل درپیش ہوتے تو مقامی سطح پر جو بھی صحابہ کرام وہاں ہوتے وہ ان مسائل کا حکم اور فیصلہ کتاب اللہ اور احادیث رسول کی روشنی میں جاری فرما دیتے۔ اگر کوئی مسئلہ ایسا ہوتا کہ جس کا حکم واضح طور پر وہ کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ میں نہیں پاتے تو اس کا جواب اپنے اجتہاد اور اپنی رائے کے ذریعہ پیش فرما دیتے کیونکہ کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ میں عدم وجدان کی صورت میں انہیں اسی کا حکم تھا جیسا کہ حدیث معاذ بن جبل میں اس کی تصریح ہے۔ سارے مسلمان ان فیصلوں پر عمل کرتے کیونکہ وہ تمام صحابہ کو عادل، ثقہ اور اپنے لیے مشعل راہ، اپنا

ھادی ورہنما، دین کی حجتیں اور ہدایت ورہنمائی کے ستارے جانتے۔ قرآن وحدیث اور اجماع امت کے مقتضیات کی روشنی میں ان کی اقتداء کو اپنے لیے لازم اور باعث اہتداء جانتے۔ نیز ان کے بتائے ہوئے احکام پر نہ صرف یہ کہ وہ خود عمل کرتے بلکہ ان احکام کو امت مسلمہ کے ہر فرد تک پہنچانے میں اور ان کی ترسیل وتبلیغ میں دل وجان سے کوشاں رہتے۔ انہیں محفوظ رکھتے، ان کو ذخیرہ کرتے۔ ان کی جمع وتدوین کا اہتمام کرتے۔ اگر کسی کو ان کے حوالے سے پہنچے کسی مسئلہ میں تردد ہوتا تو وہ اپنے ذہنی خلجان کو دور کرنے کے لیے دور دراز کا سفر تہ کرتے حجاز مقدس، کوفا، بصرا، شام، مصر وغیرہ ان جگہوں پر آتا کہ جہاں متعلقہ صحابہ کرام کی مقدس جماعت اقامت پذیر ہوتی۔ وہ دریافت کرتا اور یہ اس کی تصدیق وتوضیح کر دیتے۔ اس طرح فقہ اسلامی کی ترتیب وتدوین ہوتی رہی اور مسائل فقہیہ کی جمع وتدوین کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ مسائل شرعیہ دینیہ کی جمع وتدوین اور اس کا یہ ذخیرہ صحابہ کرام کی اقتدا اور ان کے اقوال، افعال اور احکام پر عمل کرنے اور انہیں عادل وثقہ ماننے جاننے اور تسلیم کرنے ہی پر مبنی ہے۔

ماقبل میں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ بے شمار صحابہ کرام حجاز مقدس سے نکل کر ممالک مفتوحہ میں پھیل گئے تھے۔ جن میں سے کچھ ممالک محروسہ کے انتظامات میں مصروف رہتے، کچھ اسلامی سرحدوں کی حفاظت کرتے، کچھ اسلامی لشکر میں شامل ہو کر جہاد کے فرائض انجام دیتے اور کچھ حضرات علوم دینیہ کی ترویج واشاعت کے لیے اپنی زندگی کو وقف کر کے علوم دینیہ کے تشنگان کو سیراب کرتے جس کا حکم خود قرآن میں موجود ہے کہ ''فلولا نفر من کل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا فى الدين.'' یہ حضرات ان شہروں کے حاکموں کے مشیر بھی ہوتے اور معلم بھی، مفتی بھی ہوتے اور قاضی بھی۔ چنانچہ کوفہ میں حضرت عبداللہ ابن مسعود، مصر میں عبداللہ بن عمرو بن عاص، بصرہ میں حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت انس بن مالک، شام میں حضرت معاذ بن جبل، حضرت عبادہ بن صامت اور حضرت ابو درداء مستقل طور پر قیام پذیر ہو گئے۔ ان شہروں اور ان کے مضافات کے علاقوں میں زندگی بسر کرنے والے مسلمان اپنے دینی وشرعی مسائل میں ان اکابر صحابہ کی طرف رجوع کرتے اور اپنے مسائل شرعیہ کا حل حاصل کرتے۔ اس کے ساتھ ہی یہ اکابر صحابہ کرام ان علاقوں میں اپنی علمی محفلیں اور درسگاہیں بھی سجاتے جن میں دینی علوم ومعارف کے شائق وشیدا حضرات ان سے استفادہ کرتے، ان کی شاگردی اختیار کرتے اور علوم دینیہ یعنی قرآن وحدیث کی افہام وتفہیم میں درک ومہارت حاصل کرتے۔ مگر بہت سے صحابہ کرام حجاز مقدس ہی میں تشریف فرما رہے جیسے مکۃ المکرّمہ میں حضرت عبداللہ ابن عباس، مدینہ طیبہ میں حضرت زید ابن ثابت اور حضرت عبداللہ ابن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) مکۃ المکرّمہ اور مدینہ طیبہ کے رہنے والے حضرات خصوصاً اور دیگر ممالک اور علاقوں کے ضرورت منداور علوم دینیہ کی تحصیل کے شائق حضرات حجاز مقدس میں زندگی بسر کرنے والے ان اکابر صحابہ کرام کی طرف رجوع کرتے اور ان سے استفادہ کرتے۔ (الاصابۃ جلد اول مقدمہ مفہوماً واختصاراً)

جیسے جیسے مسلمانوں کی ضرورتوں کا دائرہ وسیع ہوتا گیا ویسے ویسے ان صحابہ کرام کے افادہ واستفادہ کی ان علمی محفلوں اور درسگاہوں کی اہمیت وافادیت بھی بڑھتی چلی گئی۔ دور دراز سے بے

شمار مسلمان ان موارد و مناہل اور علوم اسلامیہ کے ان سرچشموں پر آ کر اپنی علمی پیاس بجھاتے، شب وروز ان اکابر صحابہ کرام کی خدمت میں رہ کر علوم دینیہ کے موتی چنتے۔ ہروقت قال اللہ و قال الرسول کے جانفزا نغمات شیریں سے علم وعمل کے یہ شائق اپنے وجود کو مسرور و مسحور کرتے۔اس طرح ابتدائے اسلام میں علوم دینیہ وفقہیہ کے دو بڑے مراکز وجود میں آئے جنہیں تاریخ اسلام میں ''مدرسۃ المدینہ/مدرسۃ الحجاز'' اور ''مدرسۃ الکوفہ/مدرسۃ العراق'' کے نام سے جانا گیا۔

مدرسۃ المدینہ: چونکہ حجاز مقدس نزول وحی کا مہبط وعلاقہ ہے۔اس کے ساتھ ہی مکۃ المکرّمہ پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے پیدائش اور مدینۂ منورہ آپ کی جائے ہجرت ہونے کے ساتھ آخری آرامگاہ بھی ہے۔ نیز حجاز مقدس اکابر صحابہ کرام کا وطن اصلی بھی ہے جہاں آقا نے اپنے صحابہ کرام کے ساتھ زندگی بسر فرمائی۔ اسی مقدس خطے سے اسلام کا سورج نمودار ہوا اور یہیں سے اسلام کا پیغام پوری دنیا میں نشر کیا گیا۔اس کی اسی اہمیت اور عظمت کے پیش نظر پوری دنیا کے مسلمان ان دونوں شہروں سے جس قدر محبت و عقیدت رکھتے ہیں اتنی کسی اور شہر سے نہیں رکھتے ان دونوں شہروں سے محبت اور عقیدت رکھنے کو وہ ایمان ہی کا حصہ لازمہ سمجھتے ہیں۔ اس وجہ سے مکۃ المکرّمہ اور مدینہ طیبہ اسلام کے اولین اور اصلی مراکز، تبلیغ اسلام کا منبع اور علوم اسلامیہ کا سرچشمہ بنے۔اکابر صحابہ کی موجودگی میں مدرسۃ المدینہ کے بانی کی حیثیت سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ متعارف ہوئے۔ان کے بعد مدرسۃ المدینہ یا مدرسۃ الحجاز کے سربراہ حضرت سعید بن مسیّب بنے جو اس وقت اہل حرمین کے درمیان ایک ممتاز حیثیت کے مالک تھے۔اس مرکز کی اہم شخصیات میں سات حضرات کو شمار کیا گیا۔جنہیں تاریخ اسلام ''فقہائے سبعہ بالمدینہ'' کے نام سے جانتی ہے۔ان سب کا سلسلۂ تلمذ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ان ساتوں حضرات کے اسماء یہ ہیں۔

(۱) حضرت سعید بن مسیّب (۲) حضرت عروہ بن زبیر (۳) حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق (۴) حضرت ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام (۵) حضرت عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود (۶) حضرت سلیمان بن یسار (۷) حضرت خارجہ بن زید بن ثابت۔

مدرسۃ الکوفہ/ مدرسۃ العراق: پہلی صدی ہجری کے نصف میں عراق کے اندر علوم دینیہ فقہیہ کا ایک اور اہم مرکز اور ایک اور اہم سرچشمہ قائم ہوا جس کی بنیاد کوفہ میں پڑی۔اس مرکز کے بانی کی حیثیت سے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ متعارف ہوئے۔ان کی علمی محفل میں بے شمار علاقائی مسلمانوں کے علاوہ دور دراز کے خطوں اور ممالک محروسہ میں زندگی بسر کرنے والے اہل ایمان اپنے مسائل کا حل دریافت کرتے ۔بے شمار طالبان علوم دینیہ رات و دن ان کی خدمت میں رہ کر استفادہ کرتے ،ان کے خوان علم وفضل سے علوم ومعرفت اور حکمت و روحانیت کے درخشاں وتاباں جواہر چنتے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کے شاگردوں میں سب سے زیادہ

شہرت حاصل کرنے والے حضرات کی تعداد چھ ہے۔جنہیں ''فقہائے ستہ بالکوفہ'' کی حیثیت سے جانا جاتا ہے جو مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) حضرت علقمہ بن قیس نخعی (۲) حضرت اسود بن یزید نخعی (۳) حضرت مسعود بن یزدہ ہمدانی (۴) حضرت عبیدہ بن عمرو سلمانی (۵) حضرت شریح بن حارث قاضی (٦) حضرت حارث اعور۔

(الاصبابة جلد ۱،مقدمة التحقيق مفهوماً و اختصاراً)

فقہ حنفی کا سرچشمہ یہی مدرسۃ الکوفہ ہے۔ مسائل فقہ حنفی کے زیادہ تر مسائل کی مستدل احادیث کریمہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہی مرویات میں سے ہیں۔اس کے برخلاف فقہ شافعی ،فقہ مالکی اور فقہ حنبلی کے زیادہ تر مسائل کا منبع مدرسۃ المدینہ ہے۔نیز امام شافعی اکثر مسائل میں حضرت عبداللہ ابن عباس کے تابع ہیں جس طرح حضرت امام اعظم اکثر مسائل میں حضرت ابن مسعود کے تابع۔

یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ صحابہ کرام کی مقدس جماعت میں دو طرح کے حضرات تھے ۔(۱) مجتہد صحابہ کرام (۲) غیر مجتہد صحابہ کرام۔لیکن یہ تقسیم تو روز بروز درپیش آنے والے ان مسائل جدیدہ کے اعتبار سے ہے کہ جن کا واضح حکم قرآن وحدیث میں نہیں ہوتا تو وہ صحابہ کرام جنہوں نے بارگاہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے براہ راست علوم اسلامیہ کی تحصیل کی ، رات و دن سفر وحضر میں آقا کی خدمت میں رہ کر تفقہ اور علم تشریعی حاصل فرمایا، کاروان حیات کے ہنگاموں سے دور رہ کر ''اب تو غنی کے در پہ بستر جما دیئے ہیں'' کا مظہر تاباں بن کر آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان فیض ترجمان سے جاری ہونے والے علوم وحکمت کے موتیوں سے اپنے دامنوں کو پُر کرنے میں لگے رہتے۔آقا کے ہر قول وفعل اور تقریر کو محفوظ کرتے ،آقا نے کسے کیا حکم دیا، کس کے فعل کو برقرار رکھا، کس کے قول وفعل پر نکیر فرمائی، کس موقع اور کن حالات میں کن لوگوں کو کیا حکم دیا؟ کیسے اٹھتے ،کس طرح بیٹھتے ،کس طرح چلتے ،کس انداز میں سوتے ،کیا پسند فرماتے اور کیا ناپسند فرماتے ،کیسے وضو فرماتے ،کیسے نماز ادا فرماتے ،کیا کھاتے ؟اور کیا پیتے ،کیا پہنتے اور کیا اوڑھتے ،کس طرح خرید وفروخت کرتے ،عبادات ،معاملات ،اور حدود وقصاص کے باب میں کیا کہا، کیا کیا اور کیا برقرار رکھا۔غرض کہ آقا کی ہر ادا کو یہ اپنے قلب وذہن کی تختی پر محفوظ بھی رکھتے اور ان کی تبلیغ وترسیل بھی کرتے۔انہیں سب باتوں کو پیش نظر رکھ کر صحابہ کرام کی یہ مقدس جماعت روز بروز درپیش آنے والے نت نئے مسائل اجتہادیہ میں اپنے اجتہاد کے ذریعہ فیصلہ صادر فرماتی اور اسی کے مطابق حکم شرع بیان فرما دیتی۔اب رہ گئے وہ صحابہ کرام جو درجۂ اجتہاد پر فائز نہ تھے یہ حضرات ان ہی مجتہد صحابہ کرام کی اتباع کرتے۔ان مسائل اجتہادیہ میں مذکورہ خصوصیات کے حامل صحابہ کرام کے ذریعہ جاری کردہ احکام پر خود بھی عمل کرتے اور دوسروں کو بھی ان پر عمل کرنے کی تلقین کرتے۔ ان احکام کو دوسروں تک پہنچانے کی سعی وکوشش کرتے اور ضرورت کے وقت مجتہد صحابہ کرام کے ذریعہ جاری کردہ احکام سے استشہاد بھی کرتے۔

ان ساری تفصیلات کا خلاصہ یہ ہے کہ تمام مسائل منصوصہ وواضحہ میں صحابہ کرام کے اقوال وافعال قرآن وحدیث کے عین مطابق ہوتے اور مسائل اجتہادیہ میں غیر مجتہد صحابہ کے اقوال و افعال مجتہد صحابہ کے اقوال ،افعال اور احکام کے مطابق ہوتے۔اسی

لئے دور صحابہ کے بعد والے لوگوں کو قرآن وحدیث کی تفہیم ،قرآن و حدیث سے مسائل شرعیہ کے استخراج اوران مصادر سے احکام شرعیہ کے استنباط واستدلال میں صحابہ کرام کے اقوال وافعال کی ضرورت پیش آئی۔خواہ وہ اقوال وافعال مجتہد صحابہ کرام کے ہوں یا غیر مجتہد صحابہ کرام کے۔نیز مجتہد صحابہ کرام کے یہ اقوال،افعال اور احکام اگرچہ صورتاً ان کی طرف منسوب ہیں مگر درحقیقت ان کا موردو سرچشمہ آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اقوال وافعال اوراحکام،مجتہد صحابہ کرام کے اقوال،افعال اوراحکام ہی ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ائمہ مجتہدین نے فقہ اسلامی کی ترتیب و تدوین میں اپنے اجتہاد کے ذریعہ جن مسائل کا بھی استنباط کیا انہیں قرآن وحدیث اور آثار صحابہ کے مطابق مانا گیا۔استنباط مسائل میں ان مجتہدین کرام نے قرآن و حدیث کی تفسیر،تشریح،توضیح اوران کی مراد کی تعیین میں صحابہ کرام کی مقدس جماعت میں سے جس کسی صحابی رسول کے قول وفعل پر اعتماد و استناد کیا اوراس سلسلہ میں جس صحابی رسول کا بھی دامن تھام کران کی اقتدا و پیروی کی تو وہ منزل مقصود تک پہونچ گیا۔اسی مفہوم کا پتہ آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک حدیث سے بھی ملتا ہے کہ ’’عن عمر بن الخطاب قال سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول سألت ربي عن اختلاف اصحابي من بعدي فأوحى الي يا محمد ان اصحابك عندي بمنزلة النجوم في السماء بعضها اقوى من بعض ولكل نور فمن اخذ بشئ مماهم عليه من اختلافهم فهو عندي على هدى‘‘۔

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے اپنے رب سے اپنے صحابہ کے اختلاف کے متعلق سوال کیا جو میرے بعد ہوگا تو مجھے وحی فرمائی گئی کہ اے محمد تمہارے صحابہ میرے نزدیک آسمان کے ستاروں کی طرح ہیں کہ ان کے بعض بعض سے قوی ہیں اورسب میں نور ہے تو جس نے ان کے اختلاف میں سے کچھ حصہ لیا کہ جس پر وہ ہیں تو وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے۔واضح رہے کہ یہاں اختلاف سے مراد اجتہادی ،علمی،عملی یعنی فقہی وشرعی مسائل میں اختلاف ہے۔جو شخص کسی بھی صحابی کے فتوے پر عمل کرے گا نجات پا جائے گا۔لہٰذا ائمہ مجتہدین جیسے حضرت امام اعظم اور امام شافعی وغیرہم صحابہ ہی کے مقلد ہیں۔

(مرأۃ المناجیح جلد ۶ رصفحہ ۳۴۵، باب مناقب الصحابہ)

اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن وحدیث کے ظاہر اوراجماع کی رو سے تمام صحابہ مطلقاً عادل وثقہ ہیں جیسا کہ ملا علی قاری نے فرمایا کہ ’’والصحابة كلهم عدول مطلقاً لظواهر الكتاب والسنة واجماع من يعتد به‘‘

(مرقاة باب مناقب الصحابة)

نیز ان مجتہدین کے بیان کردہ مسائل پر ان کے مقلدین نے جو عمل کیا انہوں نے حق ہی پر عمل کیا اور وہ قرآن وحدیث ہی پر عمل کرنے والے کہلائے۔

حدیث اصحابی کالنجوم :۔علوم اسلامیہ اور مسائل دینیہ وشرعیہ میں صحابہ کرام کی اسی اہمیت،افادیت،حیثیت اوراُن کی اسی امانت داری کے پیش نظر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی اقتدا و پیروی کرنے،ان کو بھلائی کے ساتھ یاد کرنے،ان کی

شخصیات دینیہ کو ھادی و رہنمائی ماننے ،ان سب کو عادل وثقہ تسلیم کرنے ،ان کی ذوات مقدسہ کونشانہ تنقید بنا کراُن کی حیثیت دینیہ کو مجروح نہ کرنے ،اُن کوسب وشتم نہ کرنے ،انہیں برانہ کہنے اورانہیں دین کی حجتیں ماننے کا حکم ایسی بہت سی حدیثوں کے ذریعہ آقا کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جاری فرمایا جوقرآن پاک کے حکم کے مطابق ہے۔ان میں سے بہت سی حدیثیں وہ ہیں کہ جومحدثین کے معیار و منہج پر درجۂ صحت تک پہنچی ہوئی ہیں۔مگر کچھ وہ ہیں کہ جوان محدثین کی کسوٹی کے مطابق اصطلاحاً درجۂ صحت تک تو نہیں پہنچتی کہ اُن کی سندوں میں ضعف اوران کے راوی متکلم فیہ ہیں۔مگرانہیں ہر دور کے علمائے ملت اسلامیہ کا قبول عام حاصل رہا ہے،ان کے درمیان وہ حدیثیں مشہور بھی رہی ہیں اوراُن کی نقل وکتابت بھی ہوتی رہی ہے۔اہل علم نے اُن پر عمل بھی کیا ہے اور اُن سے استناد بھی ،بلکہ انہوں نے ان حدیثوں کو اپنی کتابوں میں نقل کرنے کے بعد مسائل کا استخراج بھی فرمایا ہے۔

صحابہ کرام کی اقتدا واتباع کا حکم دینے والی،انہیں امت کا ہادی ورہنما اور محافظ و پاسبان ماننے کی دعوت دینے والی اور بہت سی صحیح حدیثوں کے مذکورہ مفہوم سے یکسانیت ومتابعت رکھنے والی ایک حدیث پاک یہ بھی ہے جس میں آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ" اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم " یعنی میرے تمام صحابہ ستاروں کے مثل ہیں تم ان میں سے جس کسی کی بھی پیروی کروگے ہدایت پا جاؤ گے۔

حدیث اصحابی کالنجوم کی تخریج: یہ حدیث پاک الفاظ کے اختلاف اور معانی کی یکسانیت کے ساتھ (۱) حضرت عمر (۲) حضرت عبداللہ بن عمر (۳) حضرت جابر بن عبد اللہ (۴) حضرت ابو ہریرہ (۵) حضرت انس بن مالک (۶) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسے چھ مقدس صحابہ کرام سے مروی ہے۔جسے مندرجہ ذیل کتابوں میں نقل کیا گیا ہے:

ابن عبدالبر کی کتاب جامع بیان العلم،خطیب کی الکفایہ فی علم الروایہ،بیہقی کی المدخل ، دیلمی کی فردوس ، دیلمی ہی کی مسند،ابن عساکر کی تاریخ دمشق ،ابن عدی کی کامل ،آجری کی الشریعہ،عبد بن حمید کی مسند ،ابن بطہ کی الابانہ،علامہ ابن حجر کی موافقہ اور الامالی، قاضی عیاض کی الشفاء۔

(جلد۳صفحہ۴۲۵۔مطبوعہ برکات رضا پور بندر گجرات)

ان کے علاوہ متقدمین ومتاخرین کی اور بھی بہت سی کتابوں میں یہ حدیث پاک نقل کی گئی ہے۔

حدیث اصحابی کالنجوم کی سندیں: جیسا کہ مذکور ہوا کہ یہ حدیث پاک مندرجہ بالا کتابوں میں چھ صحابہ کرام کے حوالہ سے منقول ہے۔جسے مذکورہ بالا ائمہ نے اپنی مختلف سندوں سے اپنی کتابوں میں درج کیا ہے۔اب ہم ہر ایک صحابی کی مروی اس حدیث پاک کی سندوں پر اجمالی گفتگوں کریں گے۔

(۱)**حدیث عبد اللہ بن عمر کی سند**: حضرت عبد اللہ بن عمر سے مروی اس حدیث پاک کو عبد بن حمید نے اپنی مسند میں،انہیں کی سند سے علامہ ابن حجر نے " الامالی المطلقه" اور " موافقة الخبر الخبر "میں احمد ابن یونس کے حوالہ سے اور ابن بطہ نے الابانہ الکبریٰ میں موسیٰ بن اسحاق انواری کے حوالہ سے یہ حدیث پاک نقل کی ہے۔پھر آجوری نے شریعہ میں،ابن عدی نے

کامل میں، ابوالفضل زہری نے اپنی کتاب ''حدیثہ'' میں ابن بطہ نے الابانۃ الکبریٰ میں عمرو بن عثمان کلابی سے۔ پھر ابن یونس اور کلابی نے ابوشہاب الحناط سے اور ابن عدی نے کامل میں غسان بن عبید سے پھر ابوشہاب اور غسان بن عبید نے حمزہ بن ابی حمزہ الجزری النصیبی سے، انہوں نے نافع سے اور انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً یہ حدیث روایت کی۔ اس طرح عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی روایت کی مندرجہ ذیل سندیں ہوئیں۔

(۱) عبد بن حمید نے احمد بن یونس سے انہوں نے ابوشہاب سے انہوں نے حمزہ ابن ابی حمزہ جزری نصیبی سے انہوں نافع سے انہوں نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے۔

(۲) آجری و ابن عدی و ابوالفضل الزہری و ابن بطہ نے عمرو بن عثمان کلابی سے انہوں نے ابوشہاب سے انہوں نے حمزہ سے انہوں نے نافع سے انہوں نے ابن عمر سے۔

(۳) ابن عدی نے کامل میں غسان بن عبید سے انہوں نے حمزہ سے انہوں نے نافع سے انہوں نے عبداللہ بن عمر سے۔

نوٹ:- ان سندوں میں سے عمر بن عثمان کلابی عن ابی شہاب والی روایت عن احمد یونس والی روایت سے عالی ہے۔

مذکورہ بالا سندوں سے مروی اس حدیث کا دار و مدار حمزہ بن ابی حمزہ جزری پر ہے جنہیں متروک الحدیث، متہم بالوضع کہا گیا ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبل نے انہیں مطروح الحدیث، ابن معین نے ''لیس یساوی فلساً'' اور امام بخاری نے منکر الحدیث قرار دیا ہے۔ نافع سے اس حدیث کی روایت میں یہ تنہا ہیں جس ان کے علاوہ کسی نے بھی نافع سے روایت نہیں کیا۔

(۲) **حدیث جابر بن عبداللہ کی سندیں:-** حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ حدیث دو سندوں سے مروی ہے۔

(۱) دارقطنی نے فضائل الصحابہ اور المؤتلف والمختلف میں اور انہیں کی سند سے ابن حزم نے احکام میں، ابن عبدالبر نے جامع بیان العلم وفضلہ میں، ابن مندہ نے فوائد میں، ابن حجر نے امالی اور موافقہ میں اور ابوطاہر سلفی نے المشیخۃ البغدادیۃ میں سلام بن سلیمان سے، انہوں نے حارث بن غصین سے انہوں نے اعمش سے انہوں نے ابوسفیان سے انہوں نے جابر بن عبداللہ سے یہ حدیث مرفوعاً روایت کی۔

اس سند کا مدار حارث بن غصین پر ہے۔

(۲) دارقطنی نے غرائب مالک میں جمیل بن یزید سے انہوں نے مالک بن انس سے انہوں نے جعفر بن محمد سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعا یہ حدیث روایت کی۔

(۱) اس حدیث کی پہلی سند کے راوی سلام بن سلیمان کی کچھ ائمہ نے تضعیف فرمائی ہے۔ اور ان کی کچھ احادیث میں منکر حدیثیں بتائی گئی ہیں۔ چنانچہ ابوحاتم نے انہیں ''لیس بالقوی''، عقیلی نے "فی حدیثہ عن الثقات مناکیر"، ابن عدی نے ھو عندی منکر الحدیث بتایا ہے۔ ان کے شیخ حارث بن غصین کا ذکر امام بخاری نے تاریخ کبیر میں کیا مگر ان کے سلسلہ میں نہ کوئی جرح ذکر کی اور نہ ہی تعدیل، ابن حبان نے نے انہیں ثقات میں شمار کیا ہے۔ مگر ابن عبدالبر اور علائی نے ان پر مطلقاً مجہول ہونے کا حکم لگایا ہے۔ البتہ زرکشی نے مجہول الحال کا مقید حکم لگایا۔ علائی نے کہا کہ میں نے ان

کے ذکر میں نہ توثیق پائی نہ جرح۔ زرکشی نے کہا کہ میں ان کے ذکر میں سے کچھ نہیں جانتا۔ البتہ ابن حجر نے فرمایا کہ ابن حبان نے انہیں ثقات میں ذکر کیا ہے۔ ابن عبدالبر نے سلام بن سلیمان کی مذکورہ سند سے مروی اس حدیث کی تضعیف فرمائی۔ چنانچہ ابن عبدالبر نے کہا'' هذا اسناد لا تقوم به حجة لان الحارث بن غصين مجهول''۔

یہ حدیث جتنی بھی سندوں سے مذکور ہوئی ان میں سب سے عالی سند یہی ہے۔ اب رہا ابن عبد البر، ابن حزم اور علائی کا حارث پر مجہول ہونے کا طعن تو علامہ ابن حجر نے اسے یوں ردّ فرما دیا کہ عام ائمہ جرح وتعدیل سے ان کے سلسلہ میں جرح وطعن مذکور نہ ہوا۔ سوائے ان تینوں حضرات کے جب کہ اس کے برعکس ابن حبان نے انہیں ثقات میں شمار کیا ہے اور فرمایا ہے کہ ان سے حسین بن علی جعفی نے روایت لی ہے لہٰذا اب ان سے روایت لینے والے حضرات کی تعداد دو ہوگئی۔ اب ان کی توثیق کی جائے گی اور انہیں مجہول نہ کہا جائے گا۔ (مفہوماً واختصاراً)

حارث سے روایت لینے والے سلام بن سلیمان کہ جن پر عقیلی، ابن عدی، ابوحاکم اور ابن حزم نے کلام کیا ہے تو اس کے رد کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ امام نسائی نے اپنے بعض مشائخ سے ان کی توثیق نقل کی ہے۔ اس کے علاوہ صحیح سند سے مروی حضرت عبد اللہ ابن عباس کی اُس حدیث سے اس کا شاہد بھی موجود ہے۔ جس سے اس حدیث کے مفہوم ومعنیٰ کی تائید ہوتی ہے کہ جسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت فرمایا جس کے الفاظ یہ ہیں النجوم امان لاهل السماء والاصحابی امان لامة. پہلی حدیث میں صحابہ کو نجوم سے تشبیہ دی گئی اور دوسری میں نجوم وصحابہ کا اطلاق یکساں طور پر کیا گیا جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ صحابہ کو نجوم سے تشبیہ دینا صحیح ہے۔ پھر چونکہ سمندر کی گھٹا ٹوپ اندھیریوں اور سمندر کی ہولناک لہروں کے درمیان سمندری سفر میں ستاروں سے ہی رہنمائی حاصل کی جاتی ہے۔ اسی طرح صحابہ کرام کے زرّیں دور گزر جانے کے بعد جب دین میں نت نئے فتنے جنم لینے لگیں تو فتنوں، بدعتوں، بدعقیدگیوں سے بھرپور اور سنتوں کو مٹانے والے تیرہ وتاریک اس دور میں صحابہ کرام کے اقوال، افعال اور احکام سے روشنی، ہدایت اور رہنمائی حاصل کی جائے گی۔ اھتداء یعنی ہدایت حاصل کرنا یہ اقتدا کی فرع ہے کیونکہ بنا اقتدا کے یہ رہنمائی ممکن ومتصور نہیں۔

(ماخوذ از: مرقاۃ باب مناقب الصحابہ)

لہٰذا مذکورہ تشریح کے مطابق حدیث اصحابی کالنجوم کے مفہوم کی تائید حدیث مسلم سے بجا طور پر ہو رہی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ علامہ ابن حجر نے اگرچہ اولاً اس سند سے مروی اس حدیث کو'' ضعیف واہ ''یعنی یہ حدیث ضعیف واہی ہے کہا اور ساتھ ہی ابن حزم کا قول'' موضوع باطل''نقل کیا مگر پھر استدراک کے طور پر امام بیہقی کا مذکورہ قول کہ حدیث سے اس کے معنی کی تائید ہوتی ہے، نقل فرما کر جہاں ابن حزم کے قول'' موضوع باطل'' کا صریح ردّ فرمایا وہیں اصحابی کالنجوم کی توثیق بھی فرما دی۔ اس سے معلوم ہوا کہ مذکورہ سند سے مروی یہ حدیث ضعیف سے ترقی کر کے حسن کا درجہ اختیار کر چکی ہے۔

(۲) اس حدیث کی دوسری سند جو جمیل بن یزید عن مالک بن انس ہے اس کے سلسلہ میں کہا گیا کہ اس کی اسناد میں مجہول راوی ہیں۔

جن کی وجہ سے اس حدیث کی تضعیف کی جائے گی۔ دارقطنی نے اس کی تخریج کے بعد کہا کہ یہ مالک سے ثابت نہیں ہے اور اس کو مالک سے روایت کرنے والے راوی مجہول ہیں۔ ابن ملقن نے کہا: اس جمیل کو میں نہیں پہچانتا۔ حالانکہ مذکورہ طعن سے کوئی شدید حکم نہیں لگتا اور پھر یہ کہ ان کے راویوں سے الزام جہالت کو بھی رفع کردیا گیا ہے۔

(۳) حدیث ابو ہریرہ کی سندیں: اس حدیث کو قضاعی نے مسند شہاب میں جعفر بن عبدالواحد ہاشمی سے اور انہوں نے وہاب بن جریر بن حازم سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے ابوصالح سے اور انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ اس حدیث کا دارومدار جعفر بن عبدالواحد ہاشمی پر ہے اور وہ اسے اس سند سے روایت کرنے میں متفرد ہیں۔ ابن حبان نے ان کے بارے میں کہا کہ ''یہ ان لوگوں میں سے ہیں جو حدیث سرقہ کرتے ہیں اور حدیثوں میں الٹ پھیر کردیتے ہیں چنانچہ یہ حدیث کے اس متن صحیح کو جو اپنی کسی ایک سند سے مشہور ہے اسے دوسری سند سے اس طرح روایت کرتے ہیں کہ ان کی یہ کاریگری محسوس نہیں ہو پاتی اور یہ اپنی روایت میں ''حدثنا'' نہیں کہتے بلکہ ''قال لنا فلاں بن فلاں'' کہتے ہیں''۔ ذہبی نے اس حدیث کو ذکر کرکے جعفر بن عبدالواحد کے حالات کے ضمن میں کہا کہ ''یہ حدیث جعفر کی بلاؤں میں سے ہے''۔ زیلعی نے جعفر بن عبدالواحد کی وجہ سے اس حدیث کو معلول قرار دیا۔ ابن حجر نے کہا کہ ''اس کی اسناد میں جعفر بن عبدالواحد ہے اور وہ کذاب ہے''۔ حالانکہ آگے اس بات کی وضاحت آرہی ہے کہ علامہ ابن حجر سے جعفر کی توثیق منقول ہے۔

(٤) حدیث عمر بن خطاب کی سندیں: دارمی نے اس حدیث کو علل میں، ابن عدی نے کامل میں، ابن بطہ نے ابانہ میں، ابوذر حربی نے کتاب السنہ میں، بیہقی نے مدخل میں، خطیب بغدادی نے فقیہ اور کفایہ میں، نظام الملک نے امالی میں، ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں، ابن حجر نے موافقہ میں اور ابوطاہر سلفی نے مشیخہ میں، نعیم بن حماد سے انہوں نے عبدالرحیم بن زید عمی سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے سعید بن مسیّب سے، انہوں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعا اس حدیث کا شاہد روایت کیا۔ اس حدیث کے راوی نعیم بن حماد کو حدیث کا امام کہا جاتا ہے۔ البتہ عبدالرحیم بن زید کے بارے میں ابن معین اور امام بخاری نے ''ترکوہ'' اور ابوداؤد نے ''لا یکتب حدیثه'' اور ابوحاکم نے ''ترك حدیثه'' فرمایا ہے۔ اس کے علاوہ اس حدیث میں اضطراب کا بھی قول کیا گیا ہے۔ اس اضطراب کی وجہ ائمہ نے یہ ذکر کی ہے کہ عبدالرحیم کے والد زید عمی کبھی تو یہ حدیث سعید بن مسیّب عن عمر روایت کرتے ہیں اور کبھی عن سعید عن ابن عمر اور کبھی بغیر سعید بن مسیّب کے عن ابن عمر روایت کرتے ہیں اسی وجہ سے ابوبکر بن بزار نے کہا کہ یہ کلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے درجۂ صحت کو نہیں پہنچتا۔ آگے آئے گا کہ جب اس حدیث کا دارومدار صرف عبدالرحیم پر نہیں اور پھر اس کا شاہد اور متابع بھی ہے تو اس سند پر وارد یہ کلام حدیث کی اصل ہونے پر اثر انداز نہ ہوگا۔

(۵) حدیث انس کی اسناد: اس حدیث کو ابن ابی عمر نے اپنی مسند میں اور ابن حجر نے موافقہ میں سلام طویل سے انہوں نے زید عمی سے انہوں یزید رقاشی سے انہوں نے انس بن مالک سے مرفوعا ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ''مثل اصحابی فی

امتی مثل النجوم یهتدون بها، اذا غابت تحیروا ''یعنی میری امت میں میرے صحابہ کی مثال ستاروں کی طرح ہے کہ جن سے لوگ رہنمائی حاصل کرتے ہیں مگر جب یہ چھپ جاتے ہیں تو لوگ حیران رہ جاتے ہیں۔اس حدیث کوسلام نے زید عمی کے حوالہ سے روایت کیا ہے۔ان کے بارے میں ابن حجر نے فرمایا کہ اس کی اسناد میں تین ضعیف راوی ہیں۔سلام، زید اور یزید۔ان تینوں میں سب سے شدید ضعف سلام میں ہے۔ابن حجر نے ان پر''واہ'' کا حکم لگایا۔بوصیری نے اس سند کو یزید رقاشی اور یزید عمی کی وجہ سے ضعیف قرار دیا۔

(٦) **حدیث عبد اللہ ابن عباس کی اسناد:** یہ حدیث دوسندوں سے مروی ہے۔(۱) ابو عباس اصم نے اپنی کتاب ''حدیثہ''اور بیہقی نے انہیں کی سند سے مدخل میں، خطیب نے کفایہ میں، ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں، نصر بن ابراہیم نے تحریم میں، سلیمان بن ابی کریمہ سے نیز یحییٰ بن سلام نے''تفسیرہ''میں ابو ذرحربی نے کتاب السنہ میں، مندل بن علی کی سند سے، نیز بیہقی نے مدخل میں ابو ذرعہ کی سند سے، انہوں نے ابراہیم بن موسیٰ سے ،انہوں نے یزید بن ھارون سے روایت کیا۔ابن ابی کریمہ، مندل اور یزید بن ھارون تینوں نے متفقہ طور پر جو یبر سے روایت کیا۔پھر اس سے اگلے راوی میں یہ تینوں مختلف ہوگئے۔چنانچہ ابن ابی کریمہ نے جو یبر سے انہوں نے ضحاک سے اور انہوں نے ابن عباس سے۔اس کے برخلاف مندل نے جو یبر سے اور جو یبر نے ضحاک سے اورانہوں نے مرسلا رسول پاک سے۔اس کے برعکس جو یبر نے جواب بن عبید اللہ سے انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے۔

(۲) ابن بطہ نے ابانہ میں موسیٰ بن اسحاق الانواری سے، انہوں نے احمد ابن یونس سے، انہوں نے ابوشہاب سے، انہوں نے اور ابن بطہ نے حمزہ سے، انہوں نے عمرو بن دینار سے، انہوں نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً یہ حدیث روایت کی ہے۔

اس حدیث کی پہلی سند کا دار و مدار جو یبر پر ہے جن کے سلسلہ میں متروک الحدیث ،متفق علی ضعفه جیسے کلمات وارد ہوئے اس کے علاوہ اس کی بعض سندوں میں ارسال بھی ہے۔

خلاصہ:- حدیث پاک اصحابی کالنجوم کے سلسلہ میں مذکورہ بالا گفتگو سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ائمہ نے اس کی سندوں پر ضعف کا حکم لگایا ہے۔چنانچہ امام احمد بن حنبل نے''لا یصح هذا الحدیث''، امام بیہقی نے''هذا حدیث متنه مشهور و اسانیده ضعیفة لم یثبت فی هذا الاسناد''،علائی نے''لم یخرج فی الکتب السنة ولا فی المسانید الکبار وقد روی من طرق فی کلها مقال''ابن کثیر نے''لا یصح شی منها'' اور ابن ملقن نے''هذا الحدیث غریب لم یروه احد من اصحاب الکتب المعتمد وله طرق''جیسے تبصرے کر کے اس کی تضعیف فرمائی ہے۔جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان ائمہ کرام کے نزدیک یہ حدیث مذکورہ بالا سندوں کی وجہ سے ضعیف ہے۔

اگرچہ حدیث اصحابی کالنجوم مذکورہ بالا سندوں کے اعتبار سے ضعیف قرار دی گئی ہے مگر ان تمام سندوں کے ضعیف ہونے کے باوجود ائمہ نے شاہد کے طور پر اس کی موید کچھ ایسی حدیثیں نقل فرمائی ہیں کہ جن سے اس حدیث کے معنی کی تائید بھی ہوتی ہے، متابعت بھی ہوتی ہے، اور ان احادیث صحیحہ سے اصحابی کالنجوم کے معنی ومفہوم

کو تقویت بھی حاصل ہوتی ہے ۔ چنانچہ حضرت قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے اس حدیث کی متابعت میں شاہد کے طور پر وہ حدیث نقل فرمائی ہے کہ جس کی سند حسن مقبول ہے۔اور جس سے اصحابی کالنجوم کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔واضح رہے کہ حضرت قاضی عیاض خود ایک ناقد اور جرح و تعدیل کے اماموں میں سے ہیں جو راویان حدیث پر گہری نظر رکھتے ہیں لہٰذا ان کا کسی حدیث کو نقل کرنا ہی اس بات کی علامت ہے کہ ان کے پاس ضرور کوئی ایسی سند رہی ہے کہ جو ان کے نزدیک ثابت و بے غبار ہے۔اسی وجہ سے قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے صیغۂ جزم کے ساتھ اس حسن مقبول حدیث سے متصلا ''اصحابی کالنجوم '' کو اپنی کتاب شفاء میں نقل فرمایا ہے کہ

حدثنا القاضی ابو علی ،حدثنا ابو الحسین و ابو الفضل قالا حدثنا ابو یعلیٰ ،حدثنا ابو علی السنجی، حدثنا محمد بن محبوب ،حدثنا الترمذی ،حدثنا الحسن بن الصباح ،حدثنا سفیان بن عیینه عن زائده عن عبد الملك بن عمیر عن ربعی بن حراش عن حذیفه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر ،وقال اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم (الشفاء، القسم الثانی فی ما یجب اللانام من حقوقه،الباب الثالث فی تعظیم امره ،نسیم الریاض جلد۳ ،ص ۴۲۳/۴۲۴ مطبوعہ (مرکز اہلسنت برکات رضا پور بندر گجرات)۔

ترجمہ: ہم سے حدیث بیان کی قاضی ابوعلی نے ان سے ابو الحسین اور ابوالفضل نے ان سے ابویعلیٰ نے ان سے ابوعلی نے ان سے محمد بن محبوب نے ان سے ترمذی نے ان سے حسن بن صباح نے ان سے سفیان بن عیینہ نے ۔ وہ روایت کرتے ہیں زائدہ سے وہ عبد الملک بن عمیر سے وہ ربعی بن جراش سے اور وہ حضرت حذیفہ ابن یمانی سے کہ وہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے کہ میرے بعد ابوبکر اور عمر کی پیروی کرنا اور فرمایا کہ میرے سارے صحابہ ستاروں کے طرح ہیں ان میں سے تم جس کسی کی بھی پیروی کروگے ہدایت پا جاؤگے۔

اس حدیث کے تمام رجال ثقہ ہیں ۔ چنانچہ قاضی ابوعلی کے بارے میں امام ذہبی نے فرمایا کہ ان کی حدیث متن وسند کے لحاظ سے حسن ہوتی ہے۔اس کے دوسرے راوی ابوالحسین مبارک بن عبدالجبار کے سلسلہ میں علامہ ابن حجر اور امام ذہبی نے فرمایا کہ یہ ثقہ سند ہیں۔ اس کے تیسرے راوی ابوالفضل بن حسن بغدادی کو یحیٰ بن معین اور امام ذہبی نے ثقہ حافظ فرمایا۔اس کے چوتھے راوی ابویعلی بن احمد بغدادی کو خطیب بغدادی نے حدیث میں حسن بتایا۔اس کے پانچویں راوی ابوعلی السنجی کو خطیب بغدادی نے شیخ کبیر اور ثقہ بتایا۔اس کے چھٹے راوی محمد بن محبوب یہ امام ترمذی کے شاگرد ہیں جنہیں امام حاکم اور امام ذہبی نے ثقہ حافظ قرار دیا۔اس کے ساتویں راوی حضرت امام ترمذی ہیں جن کے حفظ وثقاہت میں کسی کو شک نہیں ۔اس کے آٹھویں راوی حسن بن صباح واسطی ہیں جنہیں امام احمد نے ثقہ،سنت کا پیروکار اور ابوحاکم وابن حجر نے صدوق بتایا۔اس کے نوے راوی سفیان بن عیینہ ہیں جو ائمہ حدیث میں ایک مشہور امام اور ثقہ ہیں۔ اس کے دسوے راوی زائدہ بن قدامہ ثقفی ہیں جنہیں ابو حاتم ،امام نسائی اور امام حجر ثقہ بتاتے ہیں ۔ گیارہوے

راوی عبدالملک بن عمیر ہیں امام ذہبی، ابوحاکم اور ابن حجر نے جن کی توثیق فرمائی ہے۔اس کے بارہوے راوی ربعی بن جراش ہیں جنہیں ابن سعد، ذہبی اور ابن حجر نے ثقہ بتایا ہے۔ یہ حدیث آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت حذیفہ نے روایت فرمائی جو صحابی رسول ہیں اور تمام صحابہ کرام عادل وثقہ ہیں۔ان میں سے کسی کی عدالت و ثقاہت پر شک کرنا ہی نقص ایمان کی علامت ہے۔

(شرح شفاء لملا علی قاری علی ہامش نسیم الریاض جلد ۳ص ۴۲۳ مطبوعہ گجرات)

قاضی عیاض کی نقل کردہ اس حدیث کے تحت ملا علی قاری امام حلبی کے اس تبصرہ پر کہ قاضی عیاض کو صیغۂ جزم کے ساتھ اسے نقل نہیں کرنا چاہیے تھا، اس پر فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ قاضی عیاض کے نزدیک کسی صحیح سند سے یہ ثابت ہو یا اس اصول کے پیش نظر کہ کثرت طرق کی وجہ سے ضعیف حدیث حسن کے درجہ تک پہنچ جاتی ہے۔اس وجہ سے انہوں نے اس کے حسن ہونے پر اعتماد کیا ہو۔نسیم الریاض میں علامہ خفاجی نے اس حدیث کے تحت فرمایا کہ فلو قال انه بمعنی حدیث الذی قبله وهو حدیث صحیح یعمل به ولذا ساقه بعده کالمتابعة له ولذا جزم به کان اقویٰ واحسن ۔یعنی صیغۂ جزم کے ساتھ نقل کرنے کی وجہ یہ بیان کی جائے کہ اصحابی کالنجوم اس حدیث کے ہم معنی ہے جس کو قاضی عیاض نے اس سے پہلے اتصال کے ساتھ نقل فرمایا اور چونکہ یہ حدیث ، حدیث صحیح ہے جس پر عمل کیا جاتا ہے اسی وجہ سے حضرت قاضی عیاض اصحابی کالنجوم کو اس حدیث صحیح کے بعد اس کے شاہد اور متابع کے طور پر لیکر آئے ۔اسی وجہ سے انہوں نے جزم کے ساتھ اسے نقل فرمایا۔(نسیم الریاض مع الشفاء ومع شرح الشفاء لملا علی قاری مطبوعہ پور بندر، گجرات جلد ۳ صفحہ ۴۲۳-۴۲۴)

متقدمین ومتاخرین علمائے ملت اسلامیہ کے درمیان یہ حدیث پاک مشہور ومقبول رہی ہے۔یہی وجہ ہے کہ ائمہ کرام نے اس حدیث پر احکام اور فضائل میں اعتماد بھی کیا اور اس کی تصحیح بھی فرمائی۔ چنانچہ قاضی ابویعلیٰ نے فرمایا کہ امام احمد بن حنبل اس سے احتجاج فرماتے تھے اور فضائل صحابہ میں اس پر اعتماد کرتے تھے۔اسی طرح امام عثمان دارمی نے بھی اس پر اعتماد کیا ہے۔فقہاء اور ائمہ اصول نے اس حدیث پاک سے اپنی کتابوں میں استشہاد کیا ہے۔

☆امام سرخسی نے مبسوط کی ادب قاضی کے ضمن میں یہ بیان کیا ہے کہ قاضی کے لئے ضروری ہے کہ اس کے سامنے جب کوئی مقدمہ پیش ہو تو سب سے پہلے وہ کتاب اللہ سے، اگر اس میں نہ پائے تو حدیث پاک سے اور اگر اس میں بھی اس کی نظر اس مقدمہ کا حل تلاش نہ کر پائے تو صحابہ کرام کے اقوال پر نظر کرے۔ لہٰذا صحابہ کرام میں سے کسی کا قول جب مل جائے تو اس کے مطابق فیصلہ کرے اور اسے قیاس پر مقدم کرے کیونکہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ ’’اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم‘‘۔

☆مسبحی نے صحابی کی تقلید کی سلسلہ میں اپنی کتاب ’’اللباب‘‘ میں فرمایا کہ ہمارے بعض اصحاب کا یہ قول ہے کہ صحابی کی تقلید واجب ہے خواہ وہ قیاس کے موافق ہو یا مخالف۔ یہ قول ابوسعید برزعی اور ان کے متبعین کا ہے۔انہوں نے اس مسئلہ میں دلیل بنایا ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی ’’اقتدوا بالذین من

بعدی ابی بکر و عمر " اور " اصحابی کالنجوم ''کو۔

☆ امام نفراوی مالکی نے کہا کہ صاحب جوہرہ کا قول ہے کہ اسلاف میں سے صالحین کی اتباع کریں کیونکہ ہر مکلّف اس بات کا مامور ہے کہ وہ اپنے عقائد، اپنے اقوال، اپنے احوال اور اپنی حیات میں صالحین کی جماعت کا اتباع کرے۔ کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے'' علیکم بسنتی الخ ''اور'' اصحابی کالنجوم"

☆ امام ماوردی شافعی نے الحاوی الکبیر میں فرمایا کہ بعض محدثین نے صحابہ کرام ہی کی تقلید کو جائز قرار دیا ہے، تابعین کی نہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اصحابی کالنجوم الخ کی وجہ سے۔

☆ ابن قدامہ حنبلی نے ایک مسئلہ کے سلسلہ میں مغنی میں اصحابی کالنجوم سے استناد کیا۔

(مقدمة المحقق من الصحابه كالنجوم صفحه ۱۱تا۱۳)

☆ حضرت ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں اس حدیث پاک سے اسناد کرتے ہوئے فرمایا کہ "ولذلك ذهب جمهور العلماء الى أن الصحابة رضى الله عنهم عدول قبل فتنة عثمان وكذا بعدها۔ولقوله عليه الصلاة والسلام: أصحابى كالنجوم بأيتهم اقتديتم اهتديتم۔"یعنی (اسی مذکورہ بالا حدیث کہ جب میرے صحابہ کا ذکر ہو تو رک جاؤ) کی وجہ سے جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں برپا ہونے والی بغاوت سے پہلے یا اس واقعہ کے بعد، بہر حال ہر دور میں تمام صحابہ عادل ہیں۔ کیونکہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے تمام صحابہ ستاروں کے مثل ہیں کہ ان میں سے تم جس کی اقتدا کرو ہدایت پا جاؤ گے۔

(شرح فقہ اکبر صفحہ ۱۱۶ مطبوعہ دار الایمان)

حدیث ضعیف کی تقویت کے اسباب:- یہ بات مشہور و معروف ہے کہ حدیث ضعیف فضائل اعمال، مناقب، استحباب، احتیاط کے مقامات اور احکام کراہت میں مقبول و معتبر ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی اسباب ہیں جن کی وجہ سے حدیث ضعیف میں تقویت پیدا ہو جاتی ہے حتیٰ کہ یہ احکام والی حدیث کی بھی ناسخ بن جاتی ہے۔ ان میں سے چند اسباب مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) **تلقی بالقبول**: وہ حدیث ضعیف جسے امت کے متقدمین و متاخرین علما و ائمہ نے قبول کر لیا ہو تو ایسی حدیث تلقی بالقبول کہلاتی ہے۔ جس کے بعد وہ قابل عمل ہو جاتی ہے۔ علامہ سخاوی شرح الفیہ میں فرماتے ہیں کہ اذا تلقت الامت الضعيف بالقبول يعمل به الصحيح حتى انه ينزل منزلة المتواتر فى انه ينسخ المقطوع به ولهذا قال الشافعى رحمة الله تعالىٰ فى حديث "لا وصية لوارث" انه لا يثبت اهل العلم بالحديث ولكن العامة تلقته بالقبول و عملوا به حتى جعلوه ناسخا لاية الوصية لوارث۔ یعنی علامہ سخاوی نے شرح الفیہ میں فرمایا کہ جب حدیث ضعیف کو امت قبول کر لے تو صحیح یہی ہے کہ اس پر عمل کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ یقینی اور قطعی حدیث کو منسوخ کرنے میں متواتر حدیث کے رتبہ میں سمجھی جائے گی اور اسی وجہ سے امام شافعی نے حدیث لا وصية لوارث کے بارے میں یہ فرمایا کہ اس حدیث کو محدثین ثابت نہیں کہتے لیکن ائمہ علماء نے اس کو

قبول کرلیا اور اس پر عمل کرتے ہیں یہاں تک کہ یہ حدیث وارث کے حق میں وصیت کا حکم دینے والی آیت۔ ''کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترك خیرن الوصیة للوالدین۔الآیة'' (**مفہوم آیت**:- تم پر فرض کیا گیا کہ جب تم میں سے کسی کا موت کا وقت قریب آئے اور اگر اس نے کچھ مال چھوڑا ہو تو وہ والدین اور قریبی رشتہ داروں کے لیے وصیت کرے)۔کی ناسخ بن گئی۔

(۲)**تعامل**۔کوئی حدیث سند کے اعتبار سے کتنی بھی مضبوط وقوی کیوں نہ ہو اگر امت کا عمل اُس پر نہیں ہے تو اس کی حجیت قطعی نہیں رہتی نسخ کے احتمال کی وجہ سے۔اسی وجہ سے محدثین کرام حدیث کی حجیت پر اس کے معمول بہ ہونے کا بھی اعتبار کرتے ہیں چنانچہ وکیع نے اسمٰعیل بن ابراہیم مہاجر سے نقل کیا کہ حفظ حدیث میں اس کے عمل سے بھی مدد لی جاتی تھی۔(تاریخ ابی زرعہ الدمشقی) امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ "التعقبات علی الموضوعات" میں فرماتے ہیں: اہل علم کے قول اور تعامل کے ساتھ حدیث ضعیف ضعف سے نکل کر صحیح اور قابل عمل ہو جاتی ہے۔اگرچہ اس کی سند لائق اعتماد نہ ہو۔بہت سے اہل علم کا یہ قول ہے۔

(**۳**)**تعدد اسناد**: ضعیف حدیث متعدد سندوں سے مروی ہو تو وہ حسن لغیرہ ہوجاتی ہے۔

(۴) **مجتہد کا استدلال**:- علامہ شامی فرماتے ہیں کہ مجتہد جب کسی حدیث سے استدلال کرلے تو اس کا استدلال بھی حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔جیسا کہ ''تحریر'' میں امام ابن ہمام نے تحقیق فرمائی ہے۔(ردالمحتار جلد۴ صفحہ امطبوعہ استانبول)

(۵) **اہل علم کا عمل**:- علماء وصلحا کے عمل سے بھی حدیث کی صحت پر استدلال کیا جاتا ہے۔امام حاکم نیشاپوری صلوٰۃ التسبیح کی صحت پر استدلال کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ جس چیز سے اس حدیث کی صحت پر استدلال کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ اتباع تابعین سے لے کر ہمارے اس دور تک تمام ائمہ اس پر ہمیشگی کے ساتھ عمل کرتے رہے اور لوگوں کو اس کی تعلیم بھی دیتے رہے۔جن میں عبد اللہ ابن مبارک بھی ہیں۔

(۶) **کشف**:-اہل کشف کا کشف بھی ضعیف حدیث کو صحت کے درجے میں پہنچا دیتا ہے۔جیسا کہ شیخ ابن عربی کا یہ واقعہ کہ انہیں یہ روایت پہنچی کہ جو ستر ہزار مرتبہ کلمۂ طیبہ پڑھ لے تو اس کی اور جس کو ان کا ثواب بخشا گیا اس کی بھی مغفرت کردی جاتی ہے۔آپ اس حدیث کو ضعیف سمجھتے تھے۔آپ کے پاس اتنے کلمے پڑھے ہوئے تھے۔ایک دعوت میں پہنچے،ایک نوجوان اچانک رونے لگا۔معلوم کرنے پر بتایا کہ میری والدہ قبر کے عذاب میں مبتلا ہیں۔شیخ ابن عربی نے دل ہی دل میں ستر ہزار کلمۂ طیبہ کا ثواب اُس کی ماں کو بخش دیا تو وہ نوجوان ہنسنے لگا اور کہا کہ میری والدہ اب اچھی حالت میں ہیں۔شیخ ابن عربی فرماتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کی صحت کو اس جوان کے کشف سے اور اس جوان کے کشف کی صحت کو اس حدیث کی صحت سے جان لیا۔

(مرقاۃ جلد دوم صفحہ ۹۸ رمکتبہ امدادیہ ملتان)

(۷)**اہل علم کا اتفاق**:- جس حدیث کے مفہوم ومدلول پر علماء کا اتفاق ہو جائے تو وہ بھی حدیث مقبول ہو جاتی ہے۔علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ جس حدیث کے مدلول پر علماء متفق ہوں وہ حدیث

مقبول ہوتی ہے اور اس کے تقاضہ پر عمل کرنا واجب ہے۔ائمہ اصول نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔

(النکت علی کتاب ابن الصلاح جلد ا صفحہ ۴۹۴،مطبوعہ احیاء التراث)

(۸)**صرف حدیث ضعیف میسر ہو**:- علامہ سخاوی فرماتے ہیں کہ جب کسی باب میں حدیث ضعیف کے علاوہ کوئی اور حدیث نہ ہو تو امام اسحاق علیہ الرحمہ نے حدیث ضعیف سے استدلال کیا ہے۔امام ابوداؤد نے اس کی اتباع کی ہے۔امام ابوحنیفہ سے بھی اسی طرح منقول ہے۔

(فتح المغیث، جلد ا صفحہ ۲۳۳، مطبوعہ دارالامام)

یہ اور ان کے علاوہ کچھ اور اسباب ہیں جن کی وجہ سے حدیث ضعیف ضعف سے نکل کر حسن بلکہ صحیح تک ترقی کر جاتی ہے۔ لہٰذا کسی حدیث کی سند کے سلسلہ میں ائمہ جرح وتعدیل کلام، طعن اور جرح کر کے اس کے ضعف کو سنداً ثابت بھی کر دیں تو اس سے ہرگز یہ لازم نہیں آتا کہ وہ حدیث قابل عمل نہ رہی یا یہ کہ وہ موضوع ہوگئی۔ اس لئے کہ حدیث صحیح اور موضوع کے درمیان بہت سے درجے ہوتے ہیں۔

غیر مقلدین اور احادیث ضعیفه:- غیر مقلدین اس سلسلہ میں بہت متشدد واقع ہوئے ہیں۔اگر انہوں نے علمائے جرح و تعدیل میں سے کسی کا ایک جملہ بھی کسی درجہ کی بھی کتاب یا کتبیہ میں پڑھ لیا کہ یہ حدیث ضعیف ہے تو ان کی باچھیں اس طرح کھل جاتی ہیں جیسے کہ کوئی بہت بڑا امیدان مار لیا ہو۔لہٰذا اسی خوشی میں مدہوش ہو کر بغیر کسی تحقیق و تفتیش کے وہ اس کو باطل، موضوع اور جھوٹی قرار دے دیتے ہیں۔خواہ وہ حدیث ضعیف فضائل اعمال یا مناقب ہی سے متعلق کیوں نہ ہو۔یہی وجہ ہے کہ غیر مقلدین نے صحابہ کرام کی فضیلت اور اُن کو اپنا ھادی و رہنما ماننے کی دعوت پر مشتمل اس حدیث پاک اصحابی کالنجوم کا بھی شدومد کے ساتھ ردّ کرنا شروع کر دیا۔ابن حزم اور البانی کے علاوہ کسی نے بھی اس حدیث کو موضوع قرار نہ دیا بلکہ اگر کسی کا کوئی کلام موجود ہے بھی تو اس کا تعلق صرف اس کے ضعف سے ہے۔انہیں دونوں کی اتباع کرتے ہوئے موجودہ زمانے کے غیر مقلدین وہابیوں نے بھی اس حدیث پاک کو موضوع قرار دے ڈالا۔

چونکہ آج ہماری نئی نسل کے علماء زیادہ تر انٹرنیٹ وغیرہ پر اپ لوڈ کتابوں کے پڑھنے کا رجحان رکھتے ہیں۔یا خوبصورت انداز کے ساتھ چھپی ہوئی اُن کتابوں کا کہ جو زیادہ تر وہابیہ کے مکتبوں سے ان کے غیر مقلد محققین کی تحقیق کے ساتھ شائع ہو رہی ہیں۔وہ اپنے محقق نسخوں میں تحقیق کے نام پر ایسی حدیثوں کو کہ جن کی سندوں کے سلسلہ میں اکابر ائمہ کے بہت سہل اور ہلکے الفاظ سے جرح وطعن اور کلام وارد ہوا ہے۔خواہ اسے دوسرے ائمہ نے رد ہی کیوں نہ کر دیا ہو۔اُن کا سہارا لے کر انہیں باطل، موضوع اور مکذوب کہہ کر خاصا ردّ کرنے پر اپنی پوری تحقیق کا زور صرف کر دیتے ہیں۔ان کی اس تحقیق سے دھوکا کھا کر فضائل ومناقب میں وارد ایسی احادیث کریمہ پر وہابیہ کے علاوہ اب ہمارے اپنے کچھ جدید فکر رکھنے والے علماء بھی کلام کرنے لگے ہیں۔

الصحابة نجوم الاهتداء کا سبب تالیف

تحقیق کے نام پر ان وہابی محققین نے جن احادیث کریمہ کو تختۂ مشق بنایا ہے ان میں سے ایک حدیث پاک یہی ''اصحابی

کالنجوم'' بھی ہے۔ جسے دیگر ائمہ کے ساتھ حضرت قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب ''الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ'' میں نقل فرمایا ہے۔ اس کو پروفیسر طٰہٰ عبدالرؤف کی تحقیق، تخریج اور تعلیق وتحشیہ کے ساتھ سلفی ذہن وفکر رکھنے والے مکتبوں نے از سرے نو شائع کر کے انٹرنیٹ وغیرہ کے ذریعہ پوری دنیا میں عام کیا ہے۔ اس حدیث کے اوپر مذکورہ پروفیسر نے سلفیوں، وہابیوں اور ابن حزم کی اتباع میں جو حاشیہ لگایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حدیث اصحابی کالنجوم موضوع ہے۔ پھر اس کے موضوع ہونے پر دلیل کے طور پر امام ذہبی کی اُس گفتگو کا حوالہ دیا کہ جو میزان میں جعفر بن عبدالواحد ہاشمی کے حالات کے تحت درج ہے۔ اس کے ساتھ ہی امام دارقطنی کے حوالے سے ''یضع الحدیث'' (وہ حدیث گڑھتا ہے) نقل کیا۔ ابوزرعہ کا یہ قول بھی نقل کیا کہ جو جعفر کے حوالے سے اُن سے وارد ہوا کہ ''روی احادیث لااصل لھا۔ وذکر ھذا الحدیث من بلایاہ'' یعنی جعفر نے بے اصل حدیثیں روایت کی ہیں نیز ابوزرعہ نے جعفر کی مذکورہ روایت کو بھی اس کی ''بلایا'' میں شمار کیا ہے۔

محشی مذکور نے مذکورہ بالا الفاظ جرح سے اس حدیث کے موضوع ہونے کا جو دعویٰ کیا ہے اس کا ردّ وابطال کرنے، اس حدیث پر لگے الزام وضع کو دفع کرنے، اس حدیث کے حجت ہونے، اس کے معمول بہا ہونے، تلقی بالقبول کی وجہ سے درجۂ ضعیف سے درجۂ حسن تک ترقی کرنے اور اس کے متن ومفہوم کا علمائے متقدمین ومتاخرین کے درمیان شہرت پذیر ہونے کو عقلی ونقلی دلائل سے ثابت کرنے کے لیے حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے فصیح عربی زبان میں ''الصحابة نجوم الاهتداء'' کے نام سے ایک مختصر مگر جامع رسالہ تحریر فرمایا۔ یہ رسالہ ۷۴ر صفحات پر مشتمل ہے جو ''دار المقطم للنشر والتوزیع سے ۲۰۰۹ء میں صیام ابوسھل نجاح عوض کی تحقیق و تالیف کے ساتھ مصر سے شائع ہوا۔ صفحہ نمبر ۹ سے ۱۴ تک محقق رسالہ کا ایک عمدہ مقدمہ ہے۔ صفحہ ۱۵ سے ۱۸ تک محمد خالد ہندی کے قلم سے تحریر کیا ہوا سرکار تاج الشریعہ کا ایک جامع تعارف ہے۔ اصل رسالہ صفحہ نمبر ۱۹ر سے شروع ہو کر صفحہ ۷۴ پر ختم ہوتا ہے۔

حضرت تاج الشریعہ کی فنی مہارت:- فن حدیث اور اس کے متعلقہ فنون میں سرکار تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی اگر مہارت تامہ دیکھنا ہو تو دلیل کے طور پر یہی مختصر رسالہ ہی کافی ہے۔ آپ نے اس رسالے میں ''نقد رجال'' کے تعلق سے جو فاضلانہ بحث کی ہے اسے دیکھ کر یہ یقین ہو جاتا ہے کہ بلا شبہ آپ وارث علوم اعلیٰ حضرت تھے۔ اگر کسی نے سیدی سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فن حدیث سے متعلق مباحث ورسائل خاص کر ''الھاد الکاف''، ''تقبیل الابہامین''، ''حاجز البحرین'' اور ''شمائم العنبر'' جیسے رسائل کا مطالعہ کیا ہے تو وہ ''الصحابہ نجوم الاهتداء'' پڑھ کر ضرور یہ نتیجہ اخذ کرے گا کہ اس رسالے کی ہر بحث، اس کی ہر بحث کی ہر سطر اور اس کے ہر ہر لفظ میں سیدی سرکار اعلیٰ حضرت، سرکار حجۃ الاسلام، سرکار مفتی اعظم ہند اور سرکار مفسر اعظم ہند کے علوم وفنون کے جلوے نظر آتے ہیں۔

سرکار تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے سلفی ذہن رکھنے والے معاصر محققین کا جس انداز میں روایتاً اور درایتاً تعاقب کیا ہے وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ اس حدیث پر الزام وضع کو آپ نے ۷ر وجوہات

سے دفع فرمایا ہے۔

وجہ اول: چونکہ محشی مذکور نے اس حدیث کے موضوع ہونے پر امام دارقطنی کے قول ''یضع الحدیث'' کو دلیل کے طور پر پیش کیا تھا۔اس کی تردید کے لیے آپ نے سب سے پہلے ملاعلی قاری کی شرح شفاء سے وہ عبارت من وعن نقل فرمائی ہے کہ جسے ہم ماقبل میں بیان کرآئے ہیں۔اس عبارت کونقل کرکے آپ نے اس سے دو نتیجے اخذ فرمائے۔

(۱) بقول ملاعلی قاری، دارقطنی نے خود ہی اس حدیث کوروایت کیا مگر اُس پر موضوع ہونے کا حکم نہ لگایا۔بقول محشی اگر دارقطنی نے اس حدیث کوموضوع کہا ہوتا تو حضرت ملاعلی قاری اس کو ضرور نقل فرماتے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ دارقطنی کے نزدیک یہ حدیث موضوع نہیں ہے اوریضع الحدیث کامحمل اوراس کی مراد کچھ اور ہے۔

(۲) ملاعلی قاری نے اسی ضمن میں علامہ ابن عبدالبر کا قول نقل فرمایا ہے کہ ''یہ ایسی اسناد ہے کہ جس سے حجت قائم نہیں کی جاسکتی''۔اسی طرح انہوں نے بزار کا یہ قول بھی نقل کیا کہ ''یہ حدیث منکر غیر صحیح ہے''۔ان دونوں حضرات کے مذکورہ دونوں اقوال سے ہرگز ہرگز اس حدیث کا موضوع ہونا ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس سے محض اتنا ثابت ہوتا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے،موضوع نہیں۔اسی ضمن میں ملاعلی قاری نے ابن عدی کے حوالے سے یہ نقل فرمایا کہ ''اس کی اسناد ضعیف ہے''۔ابن عدی کے اس قول سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ یہ حدیث مرتبۂ ضعیف سے مرتبۂ وضع تک نہیں پہنچی ہے۔اس حدیث کے ضعف کوختم کرنے میں سب سے زیادہ مؤید تو امام بیہقی کا وہ جملہ ہے کہ جس میں آپ نے فرمایا کہ ''اس کا متن مشہور ہے اور اس کی سندیں ضعیف ہیں''۔کیونکہ امام بیہقی کا یہ جملہ اس بات کا پتہ دے رہا ہے کہ یہ حدیث ضعیف،ضعف سے ترقی کرکے تلقی بالقبول کی وجہ سے درجۂ حسن کوپہنچ چکی ہے۔اسی وجہ سے ملاعلی قاری نے اپنی گفتگو کواس جملہ پرختم فرمایا تھا کہ ''حدیث کثرت طرق کی وجہ سے ضعف سے ترقی کرکے درجۂ حسن کوپہنچ جاتی ہے''۔

پھر اسی حدیث کے ضمن میں شفاء کی شرح نسیم الریاض میں علامہ خفاجی نے بھی دارقطنی کے حوالے سے یہ بتایا کہ انہوں نے بھی اس حدیث کی تخریج فرمائی ہے۔مگر علامہ خفاجی نے بھی دارقطنی کے حوالے سے اس کے موضوع ہونے کو ذکر نہ فرمایا۔یہ کیسے ممکن ہے کہ یہ دونوں حضرات (ملاعلی قاری،علامہ خفاجی) دارقطنی کے حوالے سے گفتگو کریں اور بقول محشی مذکور کہ دارقطنی نے اسے موضوع کہا ہے،اسے نقل نہ کریں۔اس کے برخلاف جس نے اسے موضوع کہا تھا علامہ خفاجی نے اس کی ضرور صراحت فرمادی کہ ابن حزم نے اسے موضوع قرار دیا ہے۔

وجہ ثانی: محشی مذکور نے موضوع ہونے کے اپنے دعوے پر ابو زرعہ کا قول دلیل کے طور پر جونقل کیا ہے کہ ''اس نے بے اصل حدیثیں روایت کی ہیں''،تو اس سے بھی اس حدیث کا موضوع ہونا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ ابوزرعہ کا مذکورہ قول حکم بالوضع کے باب میں صریح نہیں ہے۔پھر لسان المیز ان میں سعید بن عمر کے حوالے سے

ابوزرعہ کا ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ سعید کا اُن سے جعفر کی کچھ مرویات کا مذاکرہ ہوا تو ابوزرعہ نے اُن میں سے کچھ حدیثوں سے اپنی نکارت وعدم معرفت کا اظہار کیا اور بعض کے تعلق سے صریح طور پر یہ ارشاد فرمایا کہ وہ باطل وموضوع ہیں۔ان کے ان دو متغائر اور مختلف جملوں اور حکموں سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوزرعہ ''لا اصل لہا'' سے حدیثوں کا موضوع ہونا مراد نہیں لیتے۔لہٰذا یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ابوزرعہ کے قول لا اصل لہا کو اس حدیث جعفر کے موضوع ہونے پر دلیل نہیں بنایا جاسکتا۔نیز ان کا لا اصل لہا کہنا اُن کے اپنے علم ومعرفت کی بنیاد پر ہے۔جس سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ دوسروں کے نزدیک بھی اس کی اصل ثابت نہ ہو۔

وجہ ثالث: جعفر کے حالات کے ضمن میں یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ وہ بے اصل حدیثیں نقل کرتا ہے،ثقہ راویوں سے منکر حدیثیں لے کر آتا ہے نیز ابوحاتم کے حوالے سے اس کے قصہ میں یہ بھی مذکور ہے کہ اس پر وضع سند اور احادیث کو سرقہ کرنے کا الزام لگایا گیا ہے۔یہ بھی اس بات کا واضح قرینہ ہے کہ وضع سے مراد ''وضع سند'' ہے نہ کہ ''وضع متن سند'' اور دونوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے کیونکہ محدثین کرام کبھی کسی حدیث کو سند کے موضوع ہونے کے اعتبار سے موضوع کہتے ہیں اور کبھی متن کے اعتبار سے لہٰذا جب وضع سند کے اعتبار سے کسی حدیث کو موضوع کہا جائے تو وہ حکم صرف اور صرف سند ہی تک محدود رہے گا متن تک نہ جائے گا۔

جعفر پر ایک جرح غیر مفسر بھی جاری کی گئی تھی۔جس کے سلسلہ میں حضرت تاج الشریعہ علامہ ابن صلاح کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ اسباب جرح کی تعیین کے سلسلہ میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ایسی صورت میں ایک فریق کے نزیک وہ جرح قابل قبول ہوگی اور دوسرے کے نزدیک نہیں ہوگی لہٰذا اسباب جرح کا واضح طور پر ذکر ضروری ہے تاکہ یہ متعین ہوسکے کہ ان اسباب کی وجہ سے یہ جرح قابل قبول ہے یا نہیں۔

وجہ رابع: پھر ماقبل میں ابوزرعہ کے حوالے سے جو یہ کہا گیا کہ اس کی کچھ حدیثوں کو انہوں نے باطل موضوع قرار دیا تو یہ بھی جملہ کئی معانی کا احتمال رکھتا ہے کیونکہ ممکن ہے کہ انہوں نے یہ جملہ ان حدیثوں کے بارے میں بولا ہو کہ جن کا دار ومدار صرف جعفر پر تھا جس سے ہرگز یہ لازم نہیں آتا کہ اس کی تمام حدیثیں ہی اسی طرح ہوں۔لہٰذا جعفر کی وجہ سے خاص طور پر اس حدیث کے بارے میں موضوع ہونے کا گمان کرنا صحیح نہیں ہے۔

وجہ خامس: محشی مذکور طٰہٰ عبدالرؤف نے اس حدیث کے موضوع ہونے کے اپنے دعوے کو علامہ ابن حجر کی جانب منسوب کیا ہے۔حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ علامہ ابن حجر نے اولاً اس حدیث کے اوپر محض ''ضعیف واہ'' کا حکم لگایا ہے۔علامہ ابن حزم کے تعلق سے ضرور یہ فرمایا ہے کہ یہ حدیث موضوع باطل ہے۔اس کے بعد علامہ ابن حجر نے تو امام بیہقی کے اس قول کہ حدیث مسلم اس کے بعض معانی کی تائید کرتی ہے،سے ابن حزم کے دعوے کو باطل کیا ہے نہ یہ کہ خود وہ اس کو موضوع کہہ رہے ہیں۔لہٰذا طٰہٰ عبدالرؤف کا علامہ ابن حجر پر

یہ ایک صریح اور جھوٹا الزام ہے۔

وجہ سادس: محشی مذکور نے جعفر کی وجہ سے اس حدیث پر وضع کا حکم لگایا اور دارقطنی کے قول ''یضع الحدیث'' کا حوالہ دیا حالانکہ خود دارقطنی نے اس حدیث کی تخریج فرمائی ہے۔ لہٰذا اگر جعفر والی سند سے اس حدیث کی اُن کے ذریعہ کی گئی تخریج ثابت ہو جائے تو اولاً اس بات سے ان کا قول ''یضع الحدیث''، ٹوٹ جائے گا، ان کے اس فعل تخریج سے کہ جوانہوں نے بغیر موضوع کہے اس کی تخریج فرمائی۔ ثانیاً اس تخریج سے تو جعفر کی توثیق ہوگی بالفرض توثیق نہ بھی مانی جائے تو کم ازکم اس سے یہ تو ثابت ہو ہی گیا کہ جعفر کی حدیث لکھے جانے اور قبول کئے جانے کے لائق ہے۔ نیز ابن عدی کا قول کہ وہ حدیث سرقہ کرتا ہے اور ثقہ راویوں سے منکر حدیثیں لاتا ہے، یہ حکم بھی وضع سند کی طرف راجع ہے نہ کہ وضع متن کی طرف۔

محشی مذکور نے اس حدیث کے موضوع ہونے کو ثابت کرنے کے لیے اس حدیث کے تعلق سے کہے گئے ابوزرعہ کے اس قول کے ''انہ من بلایاہ ''سے استدلال کیا ہے، یہ بھی قابل رد ہے۔ کیونکہ یہ بھی اپنے ظاہر پر محمول نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس حدیث کا دار و مدار صرف جعفر پر نہیں نیز اس حدیث کی دوسری حدیث سے تائید بھی ہو رہی ہے۔ تو اس کی وجہ سے اسے موضوع کیسے قرار دیا جا سکتا ہے؟ امام ذہبی اور ابن حجر نے میزان اور لسان المیز ان میں جعفر کے تعلق سے ایک بات یہ بھی ارشاد فرمائی ہے کہ جعفر کو اس بات کی قسم دلائی گئی تھی کہ وہ حدیث بیان نہ کرے گا اور نہ ''حدثنا'' کہے گا۔ اس سے بھی جعفر کے اوپر وضع حدیث بمعنی وضع متن کا حکم نہیں لگایا جا سکتا کیونکہ اس عبارت سے صراحۃً صرف یہ ثابت ہو رہا ہے کہ اسے حدیث بیان کرنے کی اجازت نہیں تھی اور اجازت حدیث کی نفی سے ارتکاب وضع ثابت نہیں ہوتا۔ نہ سند میں اور نہ متن میں۔ نیز حدیث بیان کرنے کی ممانعت جرح مبہم کے قبیل سے ہے۔ جو لائق اعتنا نہیں۔ اسی طرح ابن عدی نے جعفر کی حدیثوں پر جو یہ حکم لگایا ''کلہا بواطیل ''کہ سب کی سب باطل ہیں۔ یہ حکم بھی مجمل ہے کیونکہ محض اتنے سے یہ واضح نہیں ہو رہا کہ بطلان آیا سند کی جہت سے ہے یا متن کی جہت سے؟ اگر متن کی جہت سے ہے تو حکم وضع کا سبب کیا ہے؟ علامت وضع کیا ہے؟ نیز یہ موضوع کی کس قسم سے تعلق رکھتی ہے؟ بلاشبہ یہ محل تفصیل ہے جس میں اجمال ممنوع ہے۔

وجہ سابع: اس حدیث کو موضوع بتانے والوں میں ابن حزم منفرد ہے۔ سب سے پہلے اسی نے اس کے اوپر موضوع ہونے کا حکم لگایا اور اسی کی اتباع کرتے ہوئے قدیم و جدید سلفیہ اور وہابیہ بھی اسے موضوع بتانے لگے۔ محشی مذکور نے بھی اس حدیث پر وضع کا حکم لگانے پر ابن حزم ہی پر اعتماد کیا ہے۔ حالانکہ ابن حزم نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد حارث بن غصین اور سلّام بن سلیمان کی وجہ سے اس حدیث پر کلام کیا ہے اور یہ دعویٰ کیا ہے کہ ''سلّام بن سلیمان موضوع حدیثیں روایت کرتا تھا اور بلاشبہ یہ حدیث بھی انہیں موضوع حدیثوں میں سے ہے لہٰذا اس کی اسناد کے ضعیف ہونے کی

وجہ سے یہ روایت ساقط ہے''۔

ابن حزم کا یہ دعویٰ کئی اعتبار سے قابل ردّ ہے کیونکہ اس کے ذریعہ عائد کردہ یہ حکم، سند سے متعلق ہے نہ کہ متن سے۔ جس پر قرینہ اس کا اگلا قول ہے کہ یہ روایت ساقط ہے۔ الخ نیز ابن حزم کا ''هذا منها بلا شك'' کا یہ دعویٰ ممنوع ہے کیونکہ یہ بنا دلیل ہے۔ پھر اس کے قول کا پہلا جملہ دوسرے جملے ہی سے منقوض ہے کیونکہ وہ خود آخری جملے میں اس کی سند کے ضعیف ہونے کا اقرار کر رہا ہے۔ جبکہ ضعف سند ضعف متن ہی کو مستلزم نہیں چہ جائے کہ وہ کسی حدیث کے موضوع ہونے کو مستلزم ہو۔ مجہول ہونے کی وجہ سے حدیث ابن عمر کے دو راویوں عبدالرحیم اور زید عمی کو متروک قرار دینے سے بھی زیادہ میں زیادہ اس حدیث کا ضعیف ہونا لازم آئے گا نہ کہ موضوع ہونا۔ بزار نے جو یہ کہا کہ ''هذا كلام لا يصح عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم'' کہ یہ حدیث آقا کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صحیح نہیں۔ بزار کے اس قول سے اس حدیث کو موضوع ثابت کرنا یا اس کو باطل و کاذب کہنا یہ بھی باطل ہے کیونکہ بزار کے اس قول کا مفاد صرف اتنا ہے کہ یہ حدیث محدثین کی اصطلاح والی ''حدیث صحیح'' کے درجے تک پہنچی ہوئی نہیں ہے۔ کیونکہ صحت کی نفی سے تو کسی حدیث کا حسن نہ ہونا ہی ثابت نہیں ہوتا چہ جائے کہ یہ اس حدیث کے ضعیف یا موضوع ہونے کا افادہ کرے۔

☆ان ساتوں وجوہات کی تفصیلات کو پڑھیں اور ان کے بین السطور میں پائے جانے والے فن حدیث اور فن جرح و تعدیل کے گراں قدر موتیوں کو چنیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ تاج الشریعہ کی تحریروں اور ان کے بیان کردہ نکات میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا فیضان بھرپور انداز میں جھلک رہا ہو اور بلاشبہ حقیقت بھی یہی ہے۔

☆ان ساتوں وجوہات کے ضمن میں محشی مذکور، ابن حزم اور سلفیوں کے اس دعوے کہ یہ حدیث موضوع ہے، اس کی دھجیاں بکھیرنے اور اس دعوے کے ظاہر البطلان ہونے کی قلعی کھولنے کے بعد سرکار تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے ابن حزم کے کچھ اقتباسات نقل کر کے ہر ایک کا ردّ بلیغ فرمایا ہے۔ اخیر میں آپ نے یہ بھی واضح فرمایا ہے کہ اس حدیث یا اس طرح کی دیگر روایتوں کو موضوع کہہ کر ردّ کرنے کے پیچھے ان سلفیوں کی ایک غرض فاسد کارفرما ہے اور وہ یہ کہ جب صحابہ کرام ہی مجروح ہو جائیں گے، ان کی عدالت ساقط کر دی جائے گی۔ ان کی اقتدا ہی باطل ہو جائے گی تو تقلید کا دروازہ ہی سرے سے بند ہو جائے گا اور ہر شخص کو اجتہاد کرنے کی اتھارٹی مل جائے گی۔ صالحین کی تقلید کو چھوڑ کر عیاش، گمراہ اور دنیاداروں کی تقلید کا قلادہ امت مسلمہ کے گلے میں آسانی کے ساتھ ڈال دیا جائے گا۔ جبکہ مسلمہ حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کرام کو اجتہاد کرنے اور ان کے اجتہاد کی تقلید کرنے کا حکم خود آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عنایت فرمایا ہے۔ جیسا کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث اس کی سب سے واضح دلیل ہے۔

☆ابن حزم اور ان کے متبعین کی جسارت، بے ادبی اور گستاخی کی نظیر پیش کرتے ہوئے حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے صحابی رسول

حضرت ابوطفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں اس کی گستاخانہ گفتگو کو نقل فرماتے ہوئے کہا ہے کہ ابن حزم نے حضرت ابوطفیل کو مقدوح قرار دیا اور اس کی وجہ یہ بیان کی کہ یہ مختار کے جھنڈا بردار تھے جو رجعت کا عقیدت رکھتا تھا۔

جبکہ ماقبل میں ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ قرآن وحدیث کے ظاہر اور اجماع سے یہ بات ثابت ہے کہ تمام صحابہ عادل وثقہ ہیں۔ اس نے حضرت ابوطفیل ہی کی عدالت کو ساقط نہ کیا بلکہ اس کی وجہ سے تمام صحابہ کی عدالت کو ساقط کرنے کی اس نے جسارت و کوشش کی ہے اور یہی اس کا مقصود بھی ہے بلکہ تمام وہابیہ ہی کی یہ کوشش ہے کہ امت مسلمہ کے دلوں سے صحابہ کرام کی عظمت ووقعت کو ختم کر دیا جائے۔

☆ اخیر میں حضرت تاج الشریعہ نے ایک بہت ہی کارآمد نسخۂ کیمیا عطا فرمایا ہے کہ اگر کوئی حدیث اصول شرع سے متصادم نہ ہو تو اس پر عمل پیرا ہو جانا چاہیئے کہ اگر وہ حقیقت کے اعتبار سے ثابت شدہ حدیث ہے تو عمل کا بھی ثواب اور حدیث پر عمل کرنے کا بھی اجر۔ بالفرض نفس الامر میں وہ حدیث نہ بھی ہو تب بھی کسی اچھے کام کرنے میں کیا نقصان ہے۔ عقلمندی کا تقاضا یہ نہیں کہ عمل کرنے کے لیے صحت سند کا انتظار کرے کیونکہ جب تک صحت سند کا ثبوت ملے گا تب تک تو عمل کرنے کا وقت ہی نکل جائے گا۔ بلکہ دانشمندی یہ ہے کہ جب کوئی اچھی بات ملے تو اس پر عمل کرنا شروع کر دے کہ ہر اعتبار سے فائدہ ہی فائدہ ہے۔

اس اصول کو ذہن نشیں کرانے کے لیے آپ نے ایک بہت عمدہ مثال پیش فرمائی ہے کہ

''شدت مرض کے شکار آدمی کو اگر کوئی شخص کسی حکیم کے حوالے سے کوئی نسخہ بتائے تو عقلمندی یہ ہے کہ وہ اپنے مرض کو دور کرنے کے لیے فوراً اس پر عمل کرتے ہوئے اس دوا کا استعمال کرے۔ دانشمندی یہ نہیں کہ وہ اس بات کی تلاش میں پڑے کہ یہ نسخہ اس حکیم سے مجھ تک کس سند کے ذریعہ سے پہنچ رہا ہے۔ اس کے پہنچانے والے کیسے ہیں؟ کیونکہ اگر وہ اس کی تلاش میں پڑے گا تو جان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ یہ تو اس مثل کے مطابق ہوا کہ جب تک زہر کاٹنے والی تریاق نامی دوا عراق سے آئے گی تب تک تو سانپ کا ڈسا ہوا شخص اس دنیا سے ہی رخصت ہو جائے گا''۔

بلا شبہ یہ پورا رسالہ ہی فن حدیث، نقد رجال، فن اسماء الرجال، فن جرح تعدیل کے علاوہ فن مناظرہ کے آبدار موتیوں سے بھرا پڑا ہے۔ اس کو پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ علم حدیث، درایت حدیث، روایت حدیث کے ساتھ ائمہ جرح وتعدیل کے الفاظ جرح کے حقیقی مفہوم، ان کے محمل اور ان کی مراد کیا ہے؟ ان سب باتوں میں حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کا پایہ کس قدر بلند تھا۔ آپ نے اپنی بے مثال علمی خدمات کے ذریعہ یہ ثابت کر دیا کہ اعلیٰ حضرت اور مشائخ خانوادۂ رضویہ کے علوم وفنون، معرفت وحکمت اور روحانیت کے آپ ہی بلا شبہ سچے وارث وامین تھے۔

☆

ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہوں جسے

از۔مولانا محمد طاہر القادری رضوی، استاذ منظر اسلام درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف

۲۰؍ جولائی ۲۰۱۸ء بروز جمعہ مغرب کی نماز سے فارغ ہوکر ایک درسی کتاب المدیح النبوی کا مطالعہ کرنے کے لئے بیٹھا، طبیعت نہیں لگ رہی تھی، دل اچاٹ سا تھا، ذہن منتشر تھا، دماغ کام نہیں کر رہا تھا، قلب مضطر کو کسی طرح سکون میسر نہیں ہو رہا تھا، موبائل (Silent) سائیلنٹ تھا، اچانک دماغ میں ایک ہلچل سی پیدا ہوگئی، خاموش موبائل کی اسکرین پر نظر پڑی تو دیکھا کہ چالیس ۴۰ مسڈ کالس مسلسل تھیں پھر انہیں کھول کر دیکھا تو دوست واحباب کی کالیں تھیں، اتنے میں سوشل میڈیا کے ذریعے معلوم ہوا کہ آج بعد نماز مغرب مرشد برحق حضور تاج الشریعہ کا انتقال پر ملال ہوگیا ہے میں نے آناً فاناً تصدیق کے لئے اپنے کرم فرما حضرت مولانا قاری عبدالحکیم صاحب قبلہ مدرس منظر اسلام کے پاس فون کیا حضرت قاری صاحب قبلہ معمول کے خلاف پریشان لگ رہے تھے اولاً سلام کیا تو سلام کے جواب کی آواز میں کپکپاہٹ سی تھی، میں نے پوچھا قاری صاحب سب ٹھیک تو ہیں تو جواب نفی میں تھا اور ساتھ ہی دبے لفظوں میں یہ اطلاع دی کہ مولانا آج میرے رب کی عظیم نعمت مرشد برحق حضور تاج الشریعہ اب اس دنیائے فانی میں نہ رہے واحذنا! اس خبر نے ایک دم دل ودماغ پر بجلی گرائی، رگوں کا خون منجمد ہوگیا، کافی دیر تک سکتہ میں رہا، دل ماننے کو تیار نہیں، ذہن یہ خبر قبول کرنے کو راضی نہیں۔مگر قدرت الٰہی کے آگے اپنی کون چلا سکتا ہے۔(ولن یؤخر اللہ نفسا اذا جاء اجلھا) ایک قلبی صدمہ ہوا کیوں کہ وہ میرے مرشد برحق تھے، وہ میرے مربی تھے، وہ میرے علمی سرمایہ تھے۔

زخم وہ دل پر لگا ہے کہ دکھائے نہ بنے
اور چاہیں کہ چھپالیں تو چھپائے نہ چھپے

یقیناً میں اپنی پوری لائف میں اپنے کسی قریبی عزیز کے انتقال پر کبھی اتنا مغموم افسردہ نہیں ہوا چونکہ وہ ایک فرد کی موت تھی اور یہاں فاتح عرب وعجم مرشد برحق کی صورت میں ایک عالم کی موت تھی۔ حدیث کا مفہوم سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ ایک عالم کی موت ایک عالم کی موت کیسے ہوسکتی ہے لیکن اپنی زندگی میں پہلی بار حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے جلوس جنازہ میں پوری دنیا کا لا تعداد جم غفیر دیکھ کر سمجھ میں آیا کہ بلاشبہ ایک عالم کی موت ایک عالم کی موت ہوا کرتی ہے۔ حضرت امام حنبل رضی اللہ عنہ کے جنازے میں حاضرین کی کثیر تعداد جمع ہوئی تھی۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہمارے فیصلے ہمارے جنازے کریں گے کہ حق پر کون ہے مگر افسوس صد افسوس آج بعض حاسدین تاج الشریعہ سوشل میڈیا پر حاضرین کی کم تعداد بتا کر

اپنی باطنی خباثت ونجاست، وبغض وحسد کا اظہار کر رہے ہیں۔

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشہ دیکھے
دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ عقل سلیم عطا فرمائے۔ آمین۔

کسی صورت سے بھولتا ہی نہیں
آہ! یہ کیسی یادگاری ہے

حضور مفتیٔ اعظم ہند رضی اللہ عنہ کا فیضان ان پر ابر باراں کی طرح برستا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ قلیل عمر میں وہ مرجع عوام وخواص بنے۔ یقیناً وہ دنیائے سنیت کی شان تھے، جان سنیت تھے، وہ علماء نواز تھے، علماء فقہاء مشائخ عظام کو ان پر ناز تھا، اعلیٰ حضرت وحضور مفتی اعظم رضی اللہ عنہما کے علمی سرمایہ کو عصر ھذا کے تقاضے کے تحت جدید اسلوب وترتیب کے ساتھ اہل علم کے ہاتھوں تک پہچانا ان کا ایک محبوب ترین مشغلہ تھا۔ وہ اعلیٰ حضرت کے علوم کے سچے وارث تھے وہ عالمی سطح پر مسلک اعلیٰ حضرت کے داعیٔ کبیر تھے، وہ بے نظیر محقق تھے، وہ قوم کے لئے مشعل راہ تھے۔

ان کے احسانوں سے تم سر اٹھا سکتے نہیں
خوبیاں کتنی ہیں ان میں ہم گنا سکتے نہیں

اللہ نے انہیں چاند جیسی صورت عطا کی تھی اس پر جس کی نظر پڑتی تھی ٹک جاتی تھی، وہ حسن اخلاق کے پیکر تھے، وہ مقبول عوام وخواص تھے، وہ اتباع سنت کا چلتا پھرتا حسین پیکر تھے، ان کی شخصیت فصل بہار تھی، وہ محاسن وخوبیوں کے پیکر تھے، وہ عظیم علمی، روحانی خاندان کے چشم وچراغ تھے، وہ علوم جدیدہ وقدیمہ کے جامع تھے، وہ اپنی تحقیقی تصانیف کے سبب دنیائے سنیت کے معاصرین میں نہایت محتشم اور قد آور شخصیت کے مالک تھے، وہ قاضی القضاۃ فی الہند تھے، وہ سراپا اخلاص تھے، وہ حق گو تھے وہ مربی الفقہاء تھے، وہ مرشد العلماء تھے، جامع الصفات شخصیت کے مالک تھے۔

مدت کے بعد ہوتے ہیں پیدا کہیں ایسے لوگ
مٹتے نہیں ہیں دہر سے جن کے نشان کبھی

وہ دور حاضر کے محتاط ترین مفتیٔ اعظم تھے، وہ مسلک اعلیٰ حضرت کے سچے ترجمان تھے، وہ دور حاضر کے اختلافی مسائل میں حق پر تھے، ان کا موقف افراط وتفریط سے محفوظ تھا، ان کی ذات اسلاف کا شفاف آئینہ تھی، وہ ہم عصر علماء کے پیشوا ومقتدیٰ تھے۔

فخر جناب مفتیٔ اعظم ہے تیری ذات
ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہوں جسے

آہ! مرشد برحق حضور تاج الشریعہ کا وصال پر ملال سے دینائے سنیت کا جو عظیم نقصان ہوا ہے اس کی تلافی ممکن نظر نہیں آتی۔

تھمتے تھمتے تھمیں گے آنسو
رونا ہے یہ کوئی ہنسی نہیں ہے

نسئل اللہ ان یخلف علینا مثل الشیخ تاج الشریعۃ و ان یجمع معہ یوم الجزاء فی مستقر الرحمۃ۔

☆

تاج الشریعہ کی عوام میں مقبولیت

از۔ڈاکٹر محمد اعجاز انجم لطیفی، ایم اے پی ایچ ڈی، مدرس جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف

قارئین کرام! اس دنیائے ہست و بود میں موت و زیست کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے جاری و ساری ہے، اب تک نہ جانے کتنے لوگ پیدا ہوئے اور نہ جانے کتنے موت کی آغوش میں چلے گئے تاریخ میں ان کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔لیکن کچھ ایسے لوگ بھی پیدا ہوئے کہ ان کے نام تاریخ کے اوراق میں آسمان کے ستاروں کی طرح چمک دمک رہے ہیں۔اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر وہ کون لوگ ہیں جنہیں تاریخ کے اوراق میں جگہ ملتی ہے۔اور دنیا انہیں کبھی فراموش نہیں کر پاتی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے فرمان رسول پر عمل کیا اور اپنی زندگی کو اسلاف کا نمونہ بنایا۔علم و عمل کے زیور سے اپنے آپ کو آراستہ اور پیراستہ کیا۔ پھر اعلاء کلمۃ الحق کے لئے اپنی زندگی کو راہ خدا میں وقف کر دیا۔

ایسی باکمال ہستیوں اور اوصاف حمیدہ کی حامل شخصیتوں کو تاریخ کے اوراق میں جگہ ملتی ہے۔اور دنیا انہیں کبھی فراموش نہیں کر پاتی ہے۔اس جہت سے جب ہم حضرت تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خاں ازہری میاں علیہ الرحمہ کی ذات ستودہ صفات پر طائرانہ نظر ڈالتے ہیں تو وہ بھی اس کسوٹی پر کھڑے اترتے ہوئے نظر آتے ہیں۔اس دعوے کا مکمل ثبوت آپ حضرات کو عرس چہلم کے موقع پر تاج الشریعہ نمبروں سے مل جائے گا۔

نمبر نکالنے کیلئے ذمہ داران نے تاج الشریعہ کی حیات و خدمات کو صفحۂ قرطاس پر اتارنے کیلئے پچاس سے زائد عناوین کا انتخاب کیا ہے۔اگر سارے عناوین پر قلم کاروں نے اپنی اپنی کاویشیں پیش کیں تو وہ نمبر نہیں بلکہ تاج الشریعہ کی شخصیت پر ایک عظیم اسائکلو پیڈیا ثابت ہوگا۔ خدا کرے وہ عظیم نمبر وں کا انسائکلو پیڈیا عرس چہلم کے موقع پر پوری آب و تاب کے ساتھ منظر عام پر آجائے۔آمین۔

مختلف ماہناموں کے مدیروں نے مجھ کم علم اور عدیم الفرصت انسان سے کسی عنوان پر مضمون نویسی کی فرمائش کی ہے۔فرمائش بھی تاریخ کی پابندی کے ساتھ مطلوبہ تاریخ کے پیش نظر اتنے کم ٹائم میں ایسی ہمہ جہت شخصیت پر بغیر مواد کے قلم برداشتہ مضمون لکھ دینا ہم جیسے کم علم کیلئے جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔

بہر کیف حسب ارشاد چند جملے تاج الشریعہ کی بارگاہ میں خراج عقیدت کے طور پر پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ع

گر قبول افتد زہے عز و شرف

جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے کہ مختلف ماہناموں کے مدیر حضرات نے حضرت تاج الشریعہ کی حیات وخدمات کو تاریخی دستاویز بنانے کے لئے پچاس سے زائد عناوین قائم کر کے مزید عنوان قلم کاروں کی صوابدید پر چھوڑ دیا ہے۔اس وقت میری تحریر کا عنوان ہے

’’تاج الشریعہ کی عوام میں مقبولیت‘‘

تاج الشریعہ کی عوام میں بے پناہ مقبولیت تھی مقبولیت کی ہی وجہ تھی کہ آپ کی کوئی تاریخ خالی نہیں رہتی تھی۔سال کے اکثر ایام آپ بیرون ملک رہا کرتے تھے، جب آپ ہندوستان میں ہوتے تھے تو اکثر صوبہ جات کے عقیدت مند وارادت مند صرف تاریخ لینے کے لئے حضرت کے قریبی لوگوں سے سفارشیں کرواتے تھے تب جا کے تاریخ ملتی تھی۔مولانا غلام جابر شمس مصباحی صاحب سانچل اور اس کے قرب و جوار کیلئے کئی بار صرف تاریخ لینے کے لیے بریلی شریف تشریف لائے حتی الامکان کوشش بھی کی لیکن انہیں تاریخ نہیں مل سکی۔اس طرح کے واقعات بہت سے لوگوں کے ساتھ پیش آئیے بہت سے علاقوں کے لوگ آپ سے مرید ہونے کیلئے ترستے اور تڑپتے رہ گئے۔کٹیہار، پورنیہ، اور بنگال کے کچھ سر برآوردہ لوگوں نے مجھ سے کئی بار تاریخ لینے کی بات کہی اور میں نے حضرت کی تاریخ لینے کی کوشش بھی کی۔لیکن میں ناکام ہی رہا۔انتظار بسیار کے بعد بہت سے افراد وہاں سے بریلی شریف آکر مرید ہوئے۔یہ میری معلومات کی بات ہے اس طرح سے اور بھی حضرات ایسے ہوں گے جن کو حضرت کی تاریخ نہیں ملی ہوگی اس مقام پر مجھے وہ مقولہ یاد آتا ہے کہ ’’ایک انار سو بیمار‘‘ حضرت کی ذات ایک تھی اور چاہنے والوں کی تعداد لاکھوں میں نہیں بلکہ کروڑوں میں تھی۔اس لئے سب کو حضرت وقت نہیں دے پاتے تھے۔

وقت وصال کا واقعہ میرے نظروں کے سامنے ابتک گردش کر رہا ہے قارئین کو شاید یقین نہیں ہوگا۔لیکن جنہوں نے یہ منظر دیکھا ہوگا انہیں یقین ہی نہیں بلکہ عین الیقین ہے۔

جمعہ کے دن مغرب کے وقت تاج الشریعہ کا وصال ہوا۔ تقریبا ایک گھنٹہ بعد راقم الحروف اپنے مکان سے درگاہ حاضر ہوا عقیدت مند وارادت مند کی اس قدر بھیڑ تھی کہ حضرت کے در دولت پر پہونچنا مشکل ہوگیا۔حسن اتفاق کہئے کہ اس وقت راستے میں جامعہ رضویہ منظر اسلام کے پرنسپل حضرت مولانا محمد عاقل رضوی صاحب اور جامعہ کے مدرس حضرت مولانا افروز صاحب دونوں حضرات ساتھ ہوگئے۔ہم تینوں لوگ کسی طرح سے تاج الشریعہ کے دروازے تک پہونچے کہ حضرت کا دیدار ہوجائے گا لیکن بھیڑ کی وجہ سے دھکا مکی ہونے لگی۔چارو ناچار ناکام واپس ہوگئے۔اب ذرا سوچئے کہ ایک گھنٹے کے اندر کہاں سے اتنی بھیڑ جمع ہوگئی۔یہ ان کی مقبولیت ہی کی بات تھی کہ انتقال پر ملال کی خبر سنتے ہی لوگ سیل رواں کی طرح امنڈ پڑے۔دوسرے دن صبح کو دوبارہ آخری دیدار کیلئے راقم الحروف حاضر ہوا۔دیکھا کہ ملوکپور چوکی سے عقیدت

مندوں کی لائن لگی ہوئی ہے۔اس وقت ہمارے جامعہ کے مدرس حضرت مولانا محمد سلیم نوری صاحب بھی وہاں موجود تھے۔ہم دونوں لوگ ہٹو بچو کر کے کسی طرح سے در دولت پر حاضر ہوئے۔لوگ لائن سے یکے بعد دیگرے حضرت کا دیدار کر رہے تھے۔لائن میں لگنے سے گھنٹوں کے بعد ہم دونوں کا نمبر آتا۔اتفاق سے انتظامیہ کے لوگوں نے ہم دونوں کو دیکھ لیا۔ان لوگوں نے اپنی نگرانی میں حضرت کا آخری دیدار کرایا۔کیا عورت اور کیا مرد سبھی حضرت کے دیدار کیلئے پریشان تھے بھیڑ کا عالم یہ تھا کہ سوداگران میں تل رکھنے کی جگہ نہیں تھی۔

دوسرے دن بروز اتوار دس بجے دن نماز جنازہ کا اعلان ہوا۔اس وقفے میں ملک و بیرون ملک کے اتنے لوگ جمع ہو گئیکہ کسی کو اس کا اندازہ نہیں تھا۔اسلامیہ انٹر کالج کے میدان میں نماز جنازہ پڑھنے کا اعلان ہوا تھا۔لوگ وقت سے پہلے وہاں پہونچ چکے تھے۔ بلکہ بعض لوگوں نے یہ بھی بتایا کہ لوگ رات ہی سے جمع ہونا شروع ہو گئے تھے اتوار کے دن صبح تقریبا ساڑھے آٹھ بجے راقم الحروف اپنے گھر سے اسلامیہ کے لئے روانہ ہوا۔صالح نگر ہی سے اس قدر بھیڑ تھی کہ نہ کوئی رکشا تھا نہ کوئی ٹیمپو۔پیدل وہاں تک پہونچنا میرے لئے بہت مشکل امر تھا۔اتفاق سے محلے کا ایک شخص موٹر سائیکل سے جارہا تھا انہوں نے اپنی گاڑی پر بیٹھا لیا بھیڑ کی وجہ سے عام راستے سے موٹر سائیکل بھی نہیں جاسکتی تھی۔اس لئے انہوں نے محلے کی گلی کوچے سے کتب خانہ جو شہر بریلی کا قلب ہے اور مین چوراہا ہے۔ وہاں تک پہونچایا۔پیدل پیدل ہم دونوں کچھ دور آگے بڑھے۔اسی اثنا میں اعلان ہونے لگا کہ صف بندی کرلو وقت ہو گیا ہے یعنی دس بجے گئے۔جو جہاں تھا وہیں رک گیا۔

کتب خانہ سے چوپلہ تک ادھر چوکی چوراہا تک کہیں تل رکھنے کی جگہ نہیں تھی نتیجہ یہ ہوا کہ میں اسلامیہ نہیں پہونچ سکا۔چار و نا چار کوتوالی کے پاس لوگوں کے ساتھ صف میں کھڑا ہو گیا۔نماز جنازہ کے بعد میں کوتوالی میں جا کر بیٹھ گیا پولیس والے بھیڑ دیکھ کر حواس باختہ تھے۔بھیڑ کی وجہ سے میں دو بجے دن تک کوتوالی میں بیٹھا رہا، بھیڑ تھی کہ چھٹنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ وہیں پر اخباری نمائندوں سے ملاقات ہوئی میں نے عقیدت مندوں کی تعداد و شمار کے بارے میں پوچھا تو ان لوگوں نے بھی اعداد و شمار کا کوئی اندازہ نہیں بتایا۔دوسرے دن کسی اخبار نے لاکھوں اور کسی نے کروڑوں کی تعداد تحریر کی۔کانگریس پارٹی کے صدر جناب راہل گاندھی نے اپنے بیان میں کہا کہ اب تک میں نے کسی جگہ اتنی بھیڑ نہیں دیکھی۔آناً فاناً اتنی بھیڑ کا جمع ہونا حضرت تاج الشریعہ کی عوام میں مقبولیت کا بین ثبوت ہے۔خدائے پاک سے میری دعاء ہے کہ تاج الشریعہ کی قبر انور پر ہمہ وقت رحمت و نور کی بارش ہو۔اور ہم پسماندگان کو صبر جمیل عطا ہو۔آمین یارب العالمین۔

محفل انجم میں اختر دوسرا ملتا نہیں

از۔مولانا محمد اختر کوکب بریلوی، استاذ منظر اسلام بریلی شریف

نعتیہ شاعری ایک ایسا مشکل میدان ہے جس میں شہسواری کے لئے بڑے شعور اور پاکیزہ فکر کی ضرورت ہے، فکر کی پاکیزگی سے میری مراد سرور کائنات، فخر موجودات کا عشق ہے جو کہ وجہ کامرانی دارین ہے کہ اگر عشق رسو سے فکر ونظر روشن نہ ہو تو شاعر جادۂ فلاح سے ہٹ کر گمراہی کے قعر عمیق میں جا گرے گا اور شعور سے میری مراد علم دین ہے کہ جب تک علم دین نہ ہو نعتیہ شاعری کا اہتمام نہیں کر سکتا، ایک لکھنوی شاعر نے اس بات کو نہایت سلیقہ مندی اور بڑی صداقت کے ساتھ کہا۔

''اور وہ شعراء بھی جو دوسری اصناف سخن کے شانہ بشانہ نعت کہتے ہیں ہمارے لئے باعث افتخار ہیں، انہوں نے قافلہ نعت کو زادراہ عطا کرنے میں بڑا کردار ادا کیا ہے یہاں میرا اشارہ ان نعت گوؤں کی طرف ہے جو نعت گوئی کو ایک تقلیدی رسم تک محدود سمجھتے ہیں اور جی ہاں نعت کہنے میں حصول علم سے کہیں زیادہ مشق اور ریاضت کو دخل ہوتا ہے اسی بنیادی کمزوری کی بنا پر وہ خدا شناسی، محبوب شناسی، اور خودشناسی کے باہمی رشتوں کو سمجھنے کی اہلیت نہیں رکھتے۔''

عصر حاضر میں ایسے شعرا کی کمی نہیں ہے خصوصا جب نعت خواں نعت گو بننے کی جسارت کرتا ہے تو وہ صرف اپنے ترنم، گلوکاری کا سہارا لے کر محفل کو گرماتا ہے اور پیسے بٹورتا ہے، میری اس بات کی سچائی نعت خوانی کی مجلسوں میں شریک ہو کر آپ بخوبی محسوس کر سکتے ہیں۔ مجدد دمأۃ ماضیہ اعلیٰ حضرت شاہ امام احمد رضا رضی اللہ عنہ نے بہت ہی اچھے انداز میں نعت گوئی کے بنیادی نقطۂ نظر کی وضاحت فرمائی ہے۔

قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی
یعنی رہے اداب شریعت ملحوظ

اسی طرح دسویں صدی کے مشہور شاعر عرفی شیرازی جو کہ شہنشاہ جہانگیر کے درباری شاعر تھے انہوں نے سلطان کی مدح میں بڑے بڑے قصیدے لکھے۔انہوں نے خدا شناسی، محبوب شناسی، اور خودشناسی کی ان لفظوں میں تشریح کی۔

عرفی مشتاب ایں رہ نعت است نہ صحرا
ہشیار کہ رہ بردم تیغ است قدم را

اور محبوب شناسی کی حدود میں قلم رکھتے ہیں تو ان کے تخیل کی بلند پروازی کا عالم ہی عجیب ہوتا ہے اور صفات محبوب کو نہایت ہی اچھوتے انداز میں پیش کرتے ہیں۔

تقدیر بیک ناقہ نشانید دو محمل
سلمائے حدوث تو ولیلائے قدم را

حدوث وقدم کوایک ذات گرامی میں جمع کردیا۔

اس سے بھی زیادہ کمند فکر کو حیران کردینے والا اسلوب ملاحظہ فرمائیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

ممکن میں یہ قدرت کہاں واجب میں عبدیت کہاں
حیراں ہوں یہ بھی ہے خطا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

الغرض سیدی وسندی، زادی لیومی وغدی حضرت تاج الشریعہ علامہ مفتی اختر رضا قادری علیہ الرحمۃ والرضوان کی نعتیہ شاعری ایسے ہی ادب آموز ماحول میں پروان چڑھی، وہ عظیم شعور اور پاکیزہ فکر کے مالک تھے، ان کو خدا شناسی، محبوب شناسی اور خود شناسی کا سبق اسی پاکیزہ ماحول نے دیا، چنانچہ ان کی نعتیہ شاعری میں سرورکونین ﷺ کے اوصاف گرامی، خصائص نبوت رچے بسے ہیں۔ محبوب کی محبت میں بارفتگی ہے لیکن ایسی وارفتگی جو حدود شریعت سے قدم آگے نہیں بڑھانے دیتی ان کی نازک خیالی کا اندازہ لگایئے کس طرح قلب مضطر اور چشم تر کو خطاب کرتے ہیں اور اس راز کو فاش کررہے ہیں کہ ایک عاشق فراق محبوب میں اشک غم بہاتا ہے اگر دیار محبوب نگاہوں میں آجائے تب بھی اس کی نگاہیں نم دیدہ رہتی ہیں، کبھی غم کے آنسو تو کبھی خوشی کے آنسو۔ فرماتے ہیں۔

سنبھل جا اے دل مضطر مدینہ آنے والا ہے
لٹا اے چشم تر گوہر مدینہ آنے والا ہے

طرفگی خیال اور طرز ادا کی ندرت نعتیہ شاعری میں بڑا مشکل مرحلہ ہے تغزل میں تو اس کی بہت گنجائش ہے لیکن نعت میں مبالغہ اور غلو کا گزر نہیں، بایں ہمہ طرز ادا میں نازک خیال اور بیان میں طرفگی پیدا کرنا قادرالکلامی کا خاصہ ہے۔ حضرت تاج الشریعہ نے انداز بیان کی طرفگی اور طرز ادا کا بانکپن غلو اور مبالغہ سے دامن بچا کر کیا، کلام کی بے ساختگی اس پر مستزاد آپ کا یہ شعر ملاحظہ ہو۔

گدا گر ہے جو اس گھر کا وہی سلطان قسمت ہے
گدائی اس درِوالا کی رشک بادشاہت ہے

حضور سرور کائنات فخر موجودات ﷺ کے پاکیزہ تصور میں جب ہجوم مسرت اور فزونی کیف وسرور ہوتی ہے تو شاعر یہی سمجھتا ہے کہ اس کی دل مراد، مراد آشنا ہو چکی ہے اس طرح کا کیف وسرور موصوف کی نعتیہ شاعری کا بڑا حصہ ہے ملاحظہ فرمائیں۔

رند پیتے ہیں تری زلف کے سائے میں سدا
کوئی موسم ہو یہاں رہتی ہے برسات کی رات
دل کا ہر داغ چمکتا ہے قمر کی صورت
کتنی روشن ہے رخ شہ کے خیالات کی رات
جس کی تنہائی میں وہ شمع شبستانی ہو
رشک صد بزم ہے اس رند خرابات کی رات
ہجوم شوق کیسا انتظار کوئے دلبر میں
دل شیدا سماتا کیوں نہیں اب پہلو وبر میں

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے نزدیک عشق حضور ﷺ کی سرمستیاں ہی اصل خوشی اور حقیقی عید ہیں فرماتے ہیں۔

سویا نہیں میں رات بھر عشق حضور میں
کیسا یہ رت جگا رہا کیف و سرور میں
پچھلے پہر جو مرگیا ان کا وہ جانثار
سرگوشیاں یہ کیا ہوئیں غلمان وحور میں

حضرت تاج الشریعہ کا فکری شعور چونکہ مذہبی اور دینی ماحول نیز علماء متبحرین کی صحبت میں پروان چڑھا اس لئے نعت گوئی کے میدان میں وہ بھٹکتا نہیں پھرتا، بلکہ جادۂ شریعت پر قائم رہتا ہے بال برابر انحراف نہیں کرتا ورنہ نعت معصیت بن جائے یہی وہ مقام ہے جہاں شاعر کو سنبھل کر چلنا پڑتا ہے، اس کو اس بات کا خیال رہتا ہے کہ نبی کی تعریف اس طرز سے کی جائے کے وہ کذب اور بیجا مبالغہ آرائی اور غلو سے بھی دور رہے اور نقص وعیب کی بادیہ پیمائیوں سے بھی بالاتر ہو۔حضرت کی برجستہ گوئی اور زبان کی بےساختگی ملاحظہ ہو۔

گداگر ہے جو اس گھر کا وہی سلطان قسمت ہے
گدائی اس در والا کی رشک بادشاہت ہے
جو مستغنی ہوا ان سے مقدر ان کا خیبت ہے
خلیل اللہ کو ہنگام محشر ان کی حاجت ہے

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی نعت گوئی لفظی اور معنوی دلکشی کا سنگم ہے، آپ کا فکر وشعور اور نازک خیالی فن شاعری کو جلا بخشتی ہے، شعر گوئی ایک نہایت مشکل ترین فن ہے کہنے کو شاعر بے شمار ہوتے ہیں مگر صنف سخن کو بحر و وزن سے آشنا کرانا، فصاحت و بلاغت کے زیور سے آراستہ کرنا، بدیع و بیان کی حسن آفرینی کا غازہ لگانا سب کے بس کی بات نہیں خصوصا حمد، نعت اور منقبت یہ وہ انواع سخن ہیں جن میں شاعر شریعت کی حدود میں پابند ہوتا ہے، ساتھ ہی کلام میں متانت و سنجیدگی، مصرعوں کی ہم آہنگی اور رمز سخن کی حسن انگیزی اس صنف کی خوبصورتی کو دوبالا کردیتی ہے، حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ وہ شاعر ہیں جن کے کلام میں بحر و وزن کی سلامتی، مصرعوں میں باہمی ربط نکتہ آفرینی، جدت پسندی، محبت رسول ﷺ کی دلکشی اور رنگینی ساتھ ساتھ نظر آتی ہے اس لحاظ سے آپ دور حاضر کے ممتاز شاعروں میں ایک تھے، ان تمام خوبیوں کی جھلک ان کے اشعار میں نظر آتی ہے ان کی شاعری ارادت و کیفیات کی شاعری ہے، ان کے یہاں مجازی محبت کے حسن کی جورعنائی، ناز وفخر کی طرب آرائی نظر آتی ہے وہ آپ کے یہاں حسن رسول ﷺ کی بے ساختہ اداؤں اور محبوب خدا کے ہزار رنگ جلووں کی جھلک بن کر نمودار ہوتی ہے حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی شاعری کا محور محبت رسول ہے، ان کا مجموعہ کلام ''سفینۂ بخشش''، عشق رسول کی غمازی کررہا ہے، وہ محبوب حقیقی کی یاد میں وارفتہ نظر آتے ہیں، اس مجموعۂ کلام میں پائے جانے والے مضامین، ذات خداوندی، وحدت الوجود، رسول کی رفعت وعظمت، اوصاف و کمالات، معجزات، اختیار و اقتدار وغیرہ کثرت سے بیان ہوئے

ہیں۔ حضرت کے کلام میں عشق رسول کی جلوہ سامانی، کوچۂ نبی کے حسین تخیل اور فکر جمیل کی وجہ سے دلکشی اور دل آویزی تو پیدا ہوتی ہی ہے ساتھ ہی اس فن کو اعتبار بخشنے میں ان کے مخصوص انداز بیان، نرم لب و لہجہ اور رمزیت و اشاریت کو بھی بڑا دخل ہے، تشبیہات و استعارات کے استعمال کے سلسلے میں ان کا جمالیاتی ذوق کافی الگ ہے، ان کی شخصیت کی طرح ان کا طرز بیان بھی نہایت شستہ اور پر تاثیر ہے، وہ جس طرح رسول خدا کے لب و دندان کی نازکی اور چمک بیان کرتے ہیں ویسے ہی گفتار میں بھی رطب اللسان نظر آتے ہیں، اپنے محبوب حقیقی کے خرام ناز کا نقشہ بھی پیش کرتے ہیں کہ رسول ﷺ کے کف پا پڑنے سے کیسے گلی کوچے مہکتے ہیں، جہاں اپنے آقا کے زلف کے اسیر ہیں وہیں ان کی قدرت کے فدائی بھی، انہوں نے اپنے کلام میں اس کی دلکش تصویریں پیش کی ہیں، وہ رسول خدا کی قدرت کو ہر مخلوق کی قدرت سے بڑھ کر مانتے ہیں، جہاں روئے زمین پر پائے جانے والے شجر و حجر، خشک و تر پر نبی کے تصرفات کے شیدائی ہیں، وہیں آسمان کی بلندیوں میں بھی مالک و مختار ماننا ان کا عقیدۂ حقہ ہے فرماتے ہیں ؎

جہاں بانی عطا کردیں بھری جنت ہبہ کردیں
نبی مختار کل ہیں جس کو جو چاہیں عطا کردیں
مجھے کیا فکر ہو اختر مرے یاور ہیں وہ یاور
بلاؤں کو جو میری خود گرفتارِ بلا کردیں

جہاں وہ اپنے عقائد حقہ کو اشعار کے قالب میں ڈھال کر دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دیتے ہیں وہیں عقائد باطلہ اور ان کے مرتکبین کے سینوں کو الفاظ کے شمشیر و سنان سے چھلنی کرنا بھی ان کا شیوہ ہے ؎

وہی جو رحمۃ للعالمین ہیں جان عالم ہیں
بڑا بھائی کہے ان کو کوئی اندھا بصیرت کا
یہ کس کے در سے پھرا ہے تو نجدی بے دیں
برا ہو تیرا ترے سر پہ گر ہی جائے فلک

اس طرح سے ان کی شاعری میں مخصوص زاویہ حیات اور ایک مستقل فکری میلان نظر آتا ہے، ان کی شاعری صرف اپنی بلند خیالی، فکر جمیل اور اثر انگیزی کی وجہ سے اہمیت کی حامل نہیں ہے بلکہ اس میں وہ تمام فنی خوبیاں بھی موجود ہیں جو بلند پایہ شاعری کے لئے ضروری ہوتی ہیں۔ آج کے شعراء کے بارے میں یہ عام شکایت ہے کہ ان کے اشعار میں فکری اور بحری انتشار بری طرح محسوس ہوتا، لیکن حضور تاج الشریعہ کی شاعری اس عیب سے پاک نظر آتی ہے تمام اشعار بحر و وزن کے حسی تسلسل اور فکر و نظر، جذبہ و خیال، ندرت و طرفگی، بدیع و بیان کی عمدگی، اور نازک خیالی کی غیر مرئی زنجیر میں مربوط نظر آتے ہیں، ان کی شاعری میں فکر و فن کا ایسا خوش گوار امتزاج اور دلوں میں اتر جانے والی کیفیت موجود ہے جو ان کے فن کو ہمیشہ زندہ رکھے گی اور آنے والی نسلو کو فکر و نظر اور تخیل کی بلند پروازی کی راہوں میں غیر مرئی چراغ روشن کرنے کے لئے زمین ہموار کرے گی۔

☆

جانشین حضور مفتی اعظم ہند کا وصال پر ملال

از:۔ مفتی محمد ایوب خاں نوری، مدرس جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف

کیا کہوں میں ہائے کیا جاتا رہا

سنیوں کا مقتدا جاتا رہا

حضرات چند جملے بطور خراج عقیدت عالم اسلام کی اس عظیم المرتبت اور صاحب کشف وکرامت شخصیت کی مقدس بارگاہ میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں جس کو دنیا بڑے بڑے القاب وآداب سے یاد کر رہی ہے اور کرتی رہے گی۔ یعنی تاج الشریعہ۔ تاج الاسلام۔ شیخ الشیوخ۔ شیخ الاسلام والمسلمین فقیہ اعظم۔ قاضی القضاۃ فی الہند۔ جانشین حضور مفتی اعظم ہند فخر ازہر۔ جیسے القاب سے عوام و خواص آپ کو یاد کرتے ہیں۔

مولد و مسکن: حضور تاج الشریعہ ۲۴/ ذیقعدہ ۱۳۶۲ھ مطابق ۲۳/ نومبر ۱۹۴۳ء بروز منگل کاشانۂ اعلیٰ حضرت بریلی شریف میں پیدا ہوئے۔

نام و نسب: آپ کا پیدائشی نام خاندان اعلیٰ حضرت کے رواج کے مطابق محمد رکھا گیا۔ اور پکارنے کے لئے اسماعیل رضا خاں تجویز ہوا اور آپ کا تخلص اختر رضا تھا اسی نام سے آپ مشہور ہوئے یہاں تک کہ عوام تو عوام خواص کو بھی اصلی پکارو نام معلوم نہیں الا ماشاء اللہ۔

شجرۂ پدری: علامہ محمد اختر رضا خاں بن مفسر اعظم بن حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خان بن مجدد اعظم حضور اعلیٰ حضرت امام احمد خاں بن رئیس المتکلمین علامہ نقی علی خاں الخ۔

شجرۂ مادری: علامہ اختر رضا خاں بن مخدومۂ معظمہ ولیہ زاھدہ شہزادۂ حضور مفتی اعظم ہند علامہ مصطفےٰ رضا خاں بن مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بن رئیس المتکلمین الخ۔

آپ کے والد ماجد: مفسر اعظم حضرت علامہ مولانا ابراہیم رضا خاں تھا جو بڑے عالم اچھے خطیب شاندار قلم کار تھے ام المدارس جامعہ منظر اسلام سے جس دن فارغ ہوئے اسی دن حجۃ الاسلام نے نیابت وخلافت آپ کو سپرد کر دی سرکار مفتی اعظم ہند کی بڑی صاحبزادی سے سرکار اعلیٰ نے مولانا ابراہیم رضا کا بچپن ہی میں مفتی اعظم ہند و حجۃ اسلام سے اجازت لیکر عقد فرما دیا تھا پوری زندگی مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت اور درس وتدریس اور تبلیغی دوروں میں گزاری آپ نے ۵ شہزادے۔ ۳۔ صاحبزادیاں چھوڑیں۔ آپ کی نماز جنازہ بحر العلوم علامہ سید مفتی احمد افضل حسین صاحب نے پڑھائی۔

آپ کے دادا: حضرت حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں جو اعلیٰ حضرت کے اول جانشین درجنوں کتب کے مصنف اور ہزاروں کے شیخ واستاذ تھے آپ کو عربی زبان میں بڑا عبور حاصل تھا دوران نمازِ عشاء حالت تشہد میں وصال ہوا آپ کی نماز جنازہ محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد صاحب نے پڑھائی۔

آپ کے نانا: حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ تھے جو اعلیٰ حضرت شہزادۂ اصغر اور جانشین تھے کروڑوں کے پیر طریقت ہزاروں علماء ومشائخ کے مرشد برحق اور درجنوں کتابوں کے مصنف فتاویٰ نویسی آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔

آپ کے پردادا: اعلیٰ حضرت مجدد اعظم شیخ الاسلام و المسلمین امام احمد رضا خاں جو ۱۰۰۰ سے زائد علوم وفنون کے جامع اور تقریبا ہزار کتب کے مصنف اور سچے عاشق رسول تھے۔

تعلیم وتربیت: والد ماجدنے بڑے ناز ونعم سے پالا اور تمام ضرورتوں کو پورا کیا جب آپ چار سال ۴ ماہ۔۴ دن کے ہوئے تو تسمیہ خوانی کا اہتمام کیا گیا جس میں دار العلوم منظر اسلام کے اساتذہ وطلبہ کی دعوت کی گئی عزیز واقارب کو مدعو کیا گیا حضرت مفسر اعظم ہند نے اپنے خسر محترم چچا جان جانشین اعلیٰ حضرت حضور مفتیٔ اعظم ہند کی بارگاہ میں عریضہ پیش کیا کہ آپ کے نواسے اختر میاں کی آج بسم اللہ خوانی کی تقریب ہے حضور شرکت فرمائیں اور بسم اللہ خوانی بھی کرائیں چنانچہ سرکار مفتیٔ اعظم ہند نے بسم اللہ خوانی کرائی۔آپ نے والدہ ماجدہ سے ناظرہ مکمل کیا اور ابتدائی کتب مفسر اعظم نے پڑھائی اس کے بعد دار العلوم منظر اسلام میں داخلہ کرادیا خوب محنت سے مروجہ درس نظامی کو یہیں منظر اسلام میں تکمیل کی۔

سفر مصر: منظر اسلام سے فراغت کے بعد لوگوں کے اسرار پر عالم اسلام کی عظیم قدیم یونیورسٹی جامعۃ الازہر قاہرہ مصر تشریف لے گئے کلیہ اصول دین میں داخلہ لیا علم تفسیر وحدیث کی تکمیل کی اور عربی ادب کو خوب مضبوط کیا اور قرأت سبعہ وغیرہ میں مہارت حاصل کی۔

حالانکہ تاج الشریعہ سے استفسار پر لوگوں نے بتایا کہ آپ مصر جانا نہیں چاہتے تھے بلکہ حضور مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں ہی رہنا چاہتے تھے چنانچہ کبھی کبھی فرماتے تھے کہ جو علمی ادبی فائدہ مفتی اعظم ہند کے پاس رہ کر ہوا وہ مصر میں نہیں ہوا کاش وہ تین سال بھی حضرت کی خدمت ہی میں گزارا ہوتا پھر فرماتے حضور مفتیٔ اعظم ہند کا علم بہت مضبوط تھا ماخوذ۔(فیضان مارہرہ وبریلی)

آپ نے جامعہ ازہر مصر کلیہ اصول دین تفسیر وحدیث کی تکمیل فرمائی جس میں آپنے اول پوزیشن حاصل کیا تھا سالانہ امتحان میں معلومات عامہ کا تحریری امتحان ہوا تھا جس میں ممتحن نے علم کلام کے تعلق سے ایک سوال کیا جس کا آپ کے ہم سبق طلبہ جواب نہ

دے سکے ممتحن نے پھر ایک طرف دیکھا اور جواب طلب کیا آپ نے اس کا شاندار جواب دیا ممتحن نے پوچھا کہ آپ تو شعبۂ تفسیر وحدیث کے متعلم ہیں پھر بھی علم کلام میں یہ گہرائی آپنے فرمایا میں نے اپنے جد اعلیٰ امام احمد رضا کے دار العلوم منظر اسلام بریلی ہند میں علم کلام پڑھ چکا ہوں ممتحن بہت خوش ہوئے اور آپکے ساتھیوں میں سب سے زیادہ نمبر آپ کو دیا۔ پھر ۲۰۰۹ء میں جب آپ نے مصر کا دورہ کیا تو جمال عبدالناصر نے فخر ازہر ایوارڈ آپ کو پیش کیا۔

درس و تدریس: جب آپ جامعۃ الازہر مصر سے بریلی شریف تشریف لائے تو منظر اسلام میں آپ کو منصب تدریس پر فائز کیا گیا عرصۂ دراز تک آپ پڑھاتے رہے یہاں تک کہ آپ صدر المدرسین کے عہدے پر فائز ہوئے منظر اسلام کا دار الافتاء بھی آپ کے سپرد ہو گیا۔ مصروفیات کی کثرت کی وجہ سے ایک وقت وہ آیا کہ منظر اسلام سے علیحدہ ہو گئے چونکہ سیدی مرشدی و ذخری لیومی وغدی حضور مفتی اعظم ہند بیمار چل رہے تھے اس لئے تبلیغی دورے وغیرہ بھی کرنے لگے سرکار مفتیٔ اعظم کے بعد مصروفیات اسقدر کثیر ہو گئیں کہ انڈیا تو انڈیا بیرون ممالک کا اتنا دورہ کیا کہ شاید ہی کسی نے کیا ہو پھر بھی تصنیف وتالیف وفتویٰ نویسی میں ذرا بھی کمی نہ آنے دی یہاں تک کہ ہوائی جہاز میں بھی تصنیف وغیرہ کا کام کرتے رہے یہ ہے خدمت دین متین۔

آسماں تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے
حشر تک شان کریمی نازبرداری کرے
فنا کے بعد بھی باقی ہے سنان رہبری تری
خدا کی رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تجھ پر

راہ سلوک: بچپن ہی میں سرکار مفتیٔ اعظم ہند نے آپکو مرید کر لیا تھا۔ معلوم ہوا کہ تاج الشریعہ کے ظاہری و باطنی دونوں علوم کا آغاز سرکار مفتی اعظم ہند کے زبان فیض ترجمان سے ہوا تھا۔

مروجہ علوم وفنون کی تکمیل کے بعد ایک میلاد پاک کی پرنور تقریب میں علماء کبار کی موجودگی میں سرکار مفتیٔ اعظم ہند نے آپ کو اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا خلیفۂ اعلیٰ حضرت حضور برھان ملت مفتی برھان الحق رضوی جبل پوری شمس العلماء قاضی شمس الدین احمد رضوی کے علاوہ بڑے بڑے علماء کرام موجود تھے۔

تجوید و قرأت: جانشین حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی تاج الشریعہ ایک جید عالم دین ہونے کے ساتھ سبعہ وغیرہ کے خوش الحان قاری بھی تھے آواز میں نہایت ہی کشش تھی کہ جو سامعین کو مسحور کر دیتی تھی غالبا علم تجوید وقرأت بھی جامعۃ الازہر ہی میں حاصل کیا ہوگا ہندوستان کے اکثر وبیشتر علماء کرام ومفتیان ذوالاحترام مایجوز بہ الصلوٰۃ کی قرأت پر قناعت کر لیتے ہیں لیکن حضور تاج الشریعہ اعلم العلماء افضل الفضلاء ہونے کے ساتھ تجوید وقرأت میں ایسے ماہر

تھے کہ علماء ہند میں مثال نہیں ملتی۔

نماز ہو یا بیرون نماز جب آپ تلاوت قرآن پاک فرماتے تھے تو ایسا لگتا تھا کہ مصر کا کوئی استاد جید قاری قرآن تلاوت کر رہا ہے آپ کی تلاوت سے اسقدر لوگ لطف اندوز ہوتے تھے کہ بعض کو کہتے ہوئے سنا گیا کہ ایسا قرآن پڑھنے والا میں نے نہیں دیکھا گویا کہ تاج الشریعہ کا ورتل القرآن ترتیلا وزینوا القرآن باصواتکم پر بھرپور عمل تھا یہ تو قرآن پاک کی بات ہے جس کو ہر آدمی اچھا پڑھنے کی جدوجہد کرتا ہے آئے خطبۂ رضویہ ملاحظہ کریں۔ قاضی القضاۃ فی الہند تاج الشریعہ خطبۂ رضویہ جس انوکھے انداز میں تجوید و قرأت کیساتھ پڑھتے تھے ہندوستان میں کسی عالم دین کو اس طرح پڑھتے ہوئے نہ سنا گیا میں تو یہ کہتا ہوں کہ لکھا امام اہلسنت نے اور پڑھنے کا پورا حق ادا کیا نبیرۂ اعلیٰ حضرت حضور تاج الشریعہ نے حضور تاج الشریعہ خطبہ رضویہ میں بعض مقام پر امام کسائی کی اتباع کرتے ہوئے امالہ فرماتے تھے جیسے محبتہٖ شربتہ کیونکہ جس جگہ ہائے تانیث کے ماقبل زیر ہو امام کسائی اس میں امالہ کرتے ہیں۔

مذہبی خدمات: دینی مذہبی خدمات کیلئے دفاتر درکار ہیں مختصر یہ کہ درس و تدریس کے علاوہ فتاویٰ نویسی میں بھی آپ کی خدمت وسیع تر ہیں کیونکہ آپنے جامعۃ الازہر سے واپس آنے کے بعد درس و تدریس کے ساتھ ساتھ فتاویٰ نویسی کا کام بھی منظر اسلام میں شروع کر دیا تھا اور ایک عرصۂ دراز تک یہ فتاویٰ نویسی کا سلسلہ جاری وساری رہا فتویٰ نویسی میں آپ کی خصوصیت یہ تھی کہ دور حاضر کے مفتیان کرام فقط اردو زبان میں فتاویٰ لکھتے ہیں مگر تاج الشریعہ اردو کے ساتھ عربی و انگلش میں بھی فتاویٰ لکھتے تھے کیونکہ عربی و انگلش پر آپ کو عبور تامہ حاصل تھا بتانے والوں نے بتایا کہ جب یورپ وغیرہ سے فون آتا تھا تو حضرت تاج الشریعہ کافی کافی دیر تک انگلش میں گفتگو فرماتے رہتے تھے عرب ممالک سے فون آتا تو عربی میں فصاحت و بلاغت کے ساتھ کلام فرماتے مصروفیات کثیرہ کے باوجود تصنیف وتالیف کا شغل جاری رہا تقریبا ۷۵ کتب کے آپ مصنف ومولف ومترجم ومحشی معرب ہوئے جس میں ۲۳ کتب عربی میں اور ۵ انگلش میں ہیں باقی اردو میں ہیں۔ یہ علم و حکمت کا آفتاب۔ تقویٰ وطہارت کا ماہتاب ۶/ ذیقعدہ ۱۴۳۹ھ بروز جمعہ بوقت اذان مغرب اہلسنت کی نظروں سے ہمیشہ کیلئے اوجھل ہو گیا اللہ رب العزت خاندان اعلیٰ حضرت کو تاج الشریعہ کا نعم البدل عطا فرمائے اور اہل سنت کو پروردگار عالم حضرت کے فیوض و برکات سے مالا مال فرمائے۔ آمین۔ بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

☆

ذکر اپنا بستی بستی قریہ قریہ چھوڑ کر

از:۔ مفتی محمد معین الدین خاں برکاتی استاذ جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف

چلدئے فردوس کو سارا زمانہ چھوڑ کر
یعنی رب سے جاملے دنیا سے رشتہ چھوڑ کر

ناخدا کس کے سہارے یہ سفینہ چھوڑکر
جارہے ہو ملت بیضا کو روتا چھوڑ کر

آہ اک عالم جدائی میں ہے تیری مضطرب
کیسے آئے یہ یقیں جاؤگے روتا چھوڑ کر

گود کے پالے سسکتے ہی رہے بالین پر
خلد کے باغوں میں پہونچے سارا زمانہ چھوڑ کر

میرے دادامیرے نانا کی صدائے دلفگار
سن کے بھی کہتے نہیں کچھ آج سکتہ چھوڑ کر

حضرت عسجد میاں کو صبر و ہمت دے خدا
چل بسے ہیں آج خود ان کو بھی تنہا چھوڑ کر

اہل خانہ کی طرح سارے عقیدت کیش بھی
ہر جگہ ماتم کناں ہیں بد عقیدہ چھوڑ کر

ہیں شریک غم سبھی اپنے تو اپنے غیر بھی
تعزیت میں سب لگے معمولی طبقہ چھوڑ کر

آخری دیدار ارزاں کو ہو خدا کے واسطے
اب نہ آؤگے یہاں دلکش نظارہ چھوڑ کر

کشتی اہل سنن کے پاسباں فریاد ہے
بے سہاروں کو چلے کیوں بے سہارا چھوڑ کر

جن و انساں ہی نہیں معصوم بھی دیدار کو
آگئے ہیں تیرے گھر پہ سبز قبہ چھوڑ کر

آسماں بھی رورہا ہے اور زمین کو ہے ملال
ماہ اختر غمزدہ ہیں مسکرانا چھوڑ کر

علم حکمت کے سبھی چوٹی کے مفتی آگئے
اصفیا اور اتقیا بھی کام اپنا چھوڑ کر

خانقاہوں کے سبھی سجادہ میت میں تیری
بادل پر درد آئے درد اپنا چھوڑ کر

جاتے جاتے دے گئے یوں مرکزیت کا ثبوت
لو چلا میں اہلسنت کو اکٹھا چھوڑ کر

نائب غوث الوریٰ قطب زماں اختر رضا
ہوگئے نظروں سے اوجھل اپنا سکہ چھوڑ کر

ڈھونڈھتی پھرتی ہیں نظریں وہ گلابی روئے ناز
کون نظروں میں سمائے تیرا چہرہ چھوڑ کر

علم و حکمت کی ہمیشہ بات تھی ورد زباں
پھول جھڑتے تھے تکلم سے اجالا چھوڑ کر

اعلیٰ حضرت کے علوم و فضل کے وارث امیں
کس کو دیکر جارہے سارا اثاثہ چھوڑ کر

آگیا رب کا بلاوا چلدئے سوئے ارم
ذکر اپنا بستی بستی قریہ قریہ چھوڑ کر

بستی بستی قریہ قریہ ہر علاقے میں لگا
تیرا نعرہ تو کہاں تاج الشریعہ چھوڑ کر

تعزیت عسجد میاں اور خانوادے کیلئے
جن کی خاطر نہ گئے حضرت محلّہ چھوڑ کر

صاحب سجادہ اور احسن میاں کی ہے فغاں
گھر کی رونق چل دیا ہم کو تڑپتا چھوڑ کر

ہو قبول عام حاصل اس زمانے میں جسے
لے کے آئے کوئی اک تاج الشریعہ چھوڑ کر

منظر اسلام کے ہر فرد کی ہے آنکھ نم
پیر کامل چل دیا ہے اپنا حلقہ چھوڑ کر

پاسداری کتنی ہے حضرت کی اپنوں کے لئے
جا نہ پائے اس لئے مہمان خانہ چھوڑ کر

غمزدہ برکاتی کی سن لے کوئی روداد غم
وائے حسرت چل دیئے ہم سب کو تشنہ چھوڑ کر

چند حروف کتابِ حیات سے

از: قاری عبدالرحمٰن خان قادری، مدرس: دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف

دور حاضر میں تاج الشریعہ کا کوئی جواب نہیں۔علم وعمل، تصنیف وتالیف، بیعت وارشاد، تقویٰ وپرہیزگاری، مقبولیتِ عوام و خواص اور صورت وکردار میں وہ اپنی مثال آپ ہیں۔علم وفضل، حکمت ودانائی، فتویٰ نویسی، شعروسخن اور اردو وعربی نثر نگاری گویا کسی بھی لحاظ سے انہیں دیکھئے وہ اپنے اوصاف وکمالات میں اپنے عہد کے یکتا ویگانہ نظر آئیں گے۔عربی، انگلش اور اردو میں نہایت اہم موضوعات پر انتہائی تحقیقی، مستند اور قابلِ اتباع کتابیں لکھنا آپ ہی کا حق وحصہ ہے۔فتویٰ نویسی میں احتیاط، دور اندیشی اور شانِ فقاہت کا یہ عالم کہ حضور مفتی اعظم کی یاد تازہ ہوجائے۔شاعری میں بھی آپ یکتائے روزگار ہیں، قادرالکلام اور برجستہ شعرگوئی پر آپ کو ملکہ حاصل ہے۔ یہ وصف تو آپ کا موروثی اور آبائی ہے۔ چلتے پھرتے نہایت آسانی سے شعر کہنا اپنے خیالات کو نہایت عمدگی کے ساتھ شاعری کا جامہ پہنانا اور اپنے کلام بلاغت نظام کو محاسنِ شاعری اور صنعاتِ ادب سے مرصع کرنا آپ کے لئے معمولی کام اور ادنیٰ سا کارنامہ ہے۔اہل ذوق ''سفینۂ بخشش'' کا مطالعہ کریں، عشق وادب، فنّی محاسن، وارداتِ قلب اور حسنِ عروض کے ''چمن زارِ پُر بہار'' کی فرحت بخش فضاؤں میں سیر کریں گے۔

آپ جس جس طرف کا رخ کرلیں۔ جس شہر میں گزر ہو جائے، جس علاقے پر قدم رنجہ فرمادیں۔مسلکِ اعلیٰ حضرت کی دھوم مچ جائے۔لوگ پروانہ وار آپ پر فدا ہونے کیلئے تیار ہوجائیں۔ آپ کے رخ زیبا کی ایک جھلک دیکھنے کیلئے عاشقوں کا جمّ غفیر امنڈ پڑے۔آپ کی آمد سے پہلے خواہ کتنے ہی چراغ روشن ہوں اِس نیّر تاباں کے طلوع ہوتے ہی سب ماند پڑ جائیں۔اور سب اسی کے جلووں میں گم ہوجائیں۔

این سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

☆ آپ کے خلفاء کی تعداد درجنوں میں نہیں بلکہ سیکڑوں میں ہے۔آپ کے مریدین کی تعداد لاکھوں میں نہیں بلکہ کروڑوں میں ہے۔وہ رہبر سنیت ہیں۔شمع بزم رضویت ہیں'' الولد سرٌ لابیہ'' کے تحت اپنے جد کریم اعلیٰ حضرت، حضور حجۃ الاسلام، حضور مفتی اعظم ہند اور جیلانی میاں رحمۃ اللہ علیہم کے علوم و معارف کے سچے وارث وعکس جمیل ہیں۔ان کا علم دیکھ کر اُن کے بزرگوں کا علم یاد آجاتا ہے۔اُن کی کتابوں میں حضور مفتی اعظم ہند کی بے مثال فقاہت کا نور جھلکتا نظر آتا ہے۔اُن کے فتاویٰ کمالِ احتیاط اور تحقیقِ عمیق میں حضور مفتی اعظم کا آئینہ نظر آتے ہیں۔وہ جس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں تحقیق کے دریا بہادیتے ہیں اور کوئی سوال

تشنۂ جواب نہیں چھوڑتے۔معترض کوشافی جواب سے مطمئن کر دینا، ہر گوشے پر اپنی شانِ فقاہت کے پرچم لہرا دینا آپ کا موروثی ملکہ و حق ہے۔ان کے توسل سے اہل عقیدت اعلیٰ حضرت اور مفتیِ اعظم کا روحانی فیض حاصل کرتے ہیں۔اُن کی بہت سی کرامات بھی اُن کے حلقۂ ارادت میں مشہور ومعروف ہیں۔اُن کے دست حق پرست پر اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد بھی خاصی ہے۔انہوں نے اسلام و سنیت کی تبلیغ کیلئے جتنے ملکوں کے دورے کئے ہیں شاید کسی اور شیخ طریقت نے کئے ہوں۔دور دراز مُلکوں میں سنّیت کے جتنے چراغ انہوں نے روشن کئے ہیں شاید کسی نے کئے ہوں۔بریلی شریف میں دینی درسگاہ جامعۃ الرضا، ہر علاقے میں اُن کے باعمل خلفاء، اُن کے پسر مسعود، حضرت مولانا عسجد رضا خاں قادری اور ہند و بیرونِ ہند میں سیکڑوں جامعات ومساجد اور دینی اِدارے، درجنوں پُرتحقیق کتابیں اور ہزاروں اُن کے معتبر و مستند فتاویٰ اُن کی سچی یادگار ہیں۔

اسی چراغ سے روشن ہیں بام و در میرے
اسی چراغ کی نورانیت ہے چاروں طرف

اپنے عہد کی بے مثال شخصیت:۔

☆ حضور تاج الشریعہ کے دور میں علماء وفضلاء اور مشائخ وسجادگان تو بہت دیکھے مگر اُن جیسا نہیں دیکھا وہ اپنے عہد میں اپنی مثال آپ ہیں۔عربی زبان و بیان پر مہارت تامہ کے ساتھ ساتھ فارسی اور انگریزی زبانوں پر بھی انہیں کامل عبور حاصل تھا۔جب انگریزی میں تقریر فرماتے تو انگلش گرامر کی پوری رعایت و پاسداری کا لحاظ رکھتے،انگریزی داں سامعین آپ کی انگریزی میں تقریر سُن کر حیرت زدہ وششدر رہ جاتے۔اور جب آپ عربی ادب کا مظاہرہ کرتے یعنی عربی زبان میں بیان فرماتے تو بڑے سے بڑا عربی داں آپ کی زبان وادب،فصاحت وبلاغت اور لہجے کی شستگی کے سامنے پست نظر آتا۔عربی نثر نگاری میں بھی آپ کا جواب نہیں اوراس سے بھی بڑی بات یہ ہے کہ عربی ادب میں شاعری کرنا نہایت دشوار مرحلہ ہے مگر آپ عربی شاعری میں بھی کہنہ مشق استاذ نظر آتے ہیں۔آپ کا عربی کلام پڑھنے اور سمجھنے کے بعد ایسا لگتا ہے کہ جیسے ’’فنِ عروض‘‘ اور ادبی محاسن آپ کے لبوں کا بوسہ لیتے ہوں۔علماء ومشائخ اور صاحبانِ زبان وادب تو بہت دیکھے مگر اتنی خوبیوں اور اتنے علوم وفنون کا جامع کہاں؟ جو درسِ حدیث عطا کرے تو بڑے بڑے محدثین اس کی شاگردی پر ناز کریں اور قرآن کی تفسیر بیان کرے تو علوم ومعارف کے چشمے ابلتے نظر آئیں۔جو خاموش بھی رہے تو تبلیغ وارشاد کے گلشن لہلہا اٹھیں اور مسند وعظ وبیان پر متمکن ہو تو لوگ اس کے قدموں پر متاعِ دل قربان کریں۔اور فصاحت وبلاغت اُن کے مقدس لبوں کا بوسہ لے، بہت سے لوگوں کی تقاریر سے وہ کام نہیں ہوتا جو اُن کی موجودگی اور خاموشی سے انجام پاجاتا ہے۔بڑے بڑے دانشوران وعقلاء اور اربابِ علم وحکمت آپ کی ’’ذات والا صفات‘‘ اور آپ کی

دینی و مسلکی خدمات دیکھ کر یہ کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ ؎

فخر جنابِ مفتیٔ اعظم ہے تیری ذات
ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہوں جسے

جلوس جنازہ:۔

20/جولائی 2018ء بروز جمعہ کی اذانِ مغرب رضا مسجد میں گونج رہی ہے۔حضرت تاج الشریعہ اپنے دولت کدے میں اذان کے کلمات دُہرا رہے ہیں۔نماز کے لئے تیار ہیں۔باوضو بھی ہیں اور باہوش وحواس بھی۔نہ چہرے پر کوئی حزن وملال کی لکیر، نہ بظاہر کسی پریشانی و بے چینی کے آثار۔پیشانی سے سکون واطمینان کے آثار نمایاں، رُخِ زیبا ہشّاش بشّاش۔اذان کے کلمات دُہراتے رہے۔اللہ کی مرضی کہ اذان ختم ہونے کے ساتھ ساتھ آپ کی حیات کے لمحات بھی تمام ہوگئے۔اورآپ نے الله اکبر الله اکبر۔ اشهد ان محمد رسول الله لااله الا الله۔ کی دلآویز اور جاں بخش صداؤں کے سائے میں اپنے خدا ورسول کی وحدانیت ورسالت کا اعلان کرتے ہوئے اپنی جان، جان آفریں کے سپرد کردی اوراس ''دارِ ناپائیدار'' سے دارِسکون وقرار'' کی طرف کوچ فرمایا۔دیکھتے ہی دیکھتے آپ کا یہ شعر فضا میں رقص کرنے لگا۔

دیکھنے والو جی بھر کے دیکھو ہمیں
پھر نہ کہنا کہ اخترمیاں چل دیئے

چند لمحوں میں یہ خبر ساری دنیا میں پھیل گئی۔اور سارا ماحول سوگوار ہوگیا۔فضا پر اُداسی چھا گئی۔ہر چہرہ اُتر گیا، ہر دل مرجھا گیا۔ ہر آنکھ نمناک ہوگئی، لوگ شہر بریلی کی طرف دوڑ پڑے۔رات ہی میں سوداگران کی گلیاں فُل،سوگواروں کے ہجوم کا عالم نہ پوچھو۔اُن کے ''چہرۂ پُرضیاء'' کی ایک جھلک دیکھنے کیلئے ہر دل بے چین و بے قرار۔زائرین کی لمبی لمبی لائنیں۔کوئی رورہا ہے،کوئی سِسکیاں بھر رہا ہے۔کوئی اُن کے ذکر سے دل کو تسکین دے رہا ہے۔کوئی اُن کی یادوں کے سمندر میں ڈوبا ہوا ہے۔کوئی خاموش تصویرِ حیرت بنا کھڑا ہے۔کوئی درودِ پاک اور کلمۂ طیبہ پڑھنے میں مصروف ہے۔

سبحان اللہ! عقیدت ہو تو ایسی کہ اُن کی یادوں میں ڈوب کر اُن کے رُخِ زیبا کی زیارت کے شوق میں 6 /6 گھنٹے لائن میں لگے رہے گرمی بھی پورے شباب پر۔پسینہ بہ رہا ہے۔کپڑے پسینے سے تر بہ تر ہیں مگر پرواہ نہیں۔آخر کئی گھنٹوں کی سخت مشقت کے بعد کہیں زیارت کا موقع نصیب ہو رہا ہے۔وہ بھی چلتے چلتے۔رُکنے کا موقع نہیں ورنہ کثرتِ ہجوم سے انتظام گڑ بڑا جائیگا۔لوگ لمبی لمبی لائنوں میں لگے ہوئے ہیں۔اللہ کی شان کہ بارش آگئی تیز موسلا دھار بارش میں بھی لوگ لائن میں لگے رہے۔اوپر سے تیز برسات اور نیچے روڈ پر سیلاب ہی سیلاب، کمر کمر تک پانی جس میں لوگ گھنٹوں کھڑے رہے اور پانی کی تیز رفتاری کا یہ عالم کہ اگر کوئی بچہ گر جائے تو سنبھلنا مشکل۔پانی کے تیز ریلے میں نہ جانے کہاں تک بہتا چلا جائے۔پانی میں بھیگنے اور گھنٹوں کمر کمر تک پانی میں کھڑے رہنے کی کوئی پرواہ نہیں مرشد کا دیدار ہو جائے تو ساری محنت وصول ہو جائے۔

میری جاں! سختیاں جھیلی ہیں تو پایا ہے تجھے
اک نظر دیکھ لے کہ دِل کو قرار آجائے

تیرا پھیرا ہو مرے صحنِ دلِ پُرغم میں
میری سوکھی ہوئی کھیتی میں بہار آجائے

☆ اُن کی موت ایسی کہ زندگی کو رشک آئے، خبرِ موت پھیلتے ہی دنیا سوگوار۔ درودیوار اداس اداس، فضا خاموش خاموش، ہر طرف ایک سکتے کا عالم طاری، ہر شخص غمزدہ غمزدہ، ہر انجمن سؤنی سؤنی، ہر ادارہ رنجیدہ رنجیدہ، یہ کوئی معمولی حادثہ نہیں ایک زبردست عالم دین اور قاضیِ شرع بلکہ دنیا کی سب سے بڑی علمی شخصیت نے دنیا سے منہ موڑا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گلشنِ سنیت کی رونق اُڑ گئی۔ اہل سنن کے دل مرجھا گئے۔ اور فضا پکار اٹھی ؎

رنگِ بہار اُڑ گیا چھائیں اُداسیاں
تم کیا گئے کہ رونقِ محفل چلی گئی

☆ جلوسِ جنازہ میں کثرتِ زائرین کا یہ عالم کہ بریلی کے گوشے گوشے میں سوگوار ہی سوگوار، کوئی میدان ایسا نہیں کہ اس میں یہ تمام اہل عقیدت سما سکیں اسلامیہ کا وسیع وعریض میدان بھی اس کثرت ہجوم کو دیکھ کر اپنی تنگ دامانی اور تہی دستی کا اعتراف کررہا ہے۔ ہر کالج، ہر میدان، ہر اسپتال، ہر ہوٹل، ہر اسکول، ہر روڈ پر بس اُنہی کے دیوانوں کی بھیڑ۔ سارے شہر میں جہاں دیکھئے اُنہی کے سوگواروں کا جم غفیر، کوئی بیس 20 لاکھ بتا رہا ہے تو کوئی 30 لاکھ۔ کوئی 40 لاکھ بتا رہا ہے تو کوئی 50 لاکھ، سچائی یہ ہے کہ بریلی کی سر زمین نے اپنی تاریخ میں آج تک کبھی اتنی بھیڑ اور اتنے افراد کا جم غفیر نہیں دیکھا۔ ہر سال عرس رضوی کے موقع پر اسلامیہ انٹر کالج اور بریلی شریف میں لاکھوں زائرین حاضر ہوتے ہیں مگر ایک اندازے کے مطابق اس سے بھی زیادہ اس جلوسِ جنازہ میں ہجوم تھا۔ انسانی ہجوم کا اندازہ تو کسی نہ کسی طرح لگایا جاسکتا ہے مگر اس جنازے میں جو جِنّات کی کثرت تھی اس کا اندازہ کون لگائے؟ 40 نیک مسلمانوں کی جماعت میں ایک ولی ہوتا ہے یہاں تو لاکھوں لاکھ مسلمان تھے۔ کتنے صالحین، کتنے عرفاء، کتنے صوفیاء، کتنے درویش، کتنے اللہ والے اس جلوسِ جنازہ میں شامل ہوئے ہوں گے۔ اگر کوئی تعداد کا پیمانہ ہوتو بتایا جائے وہاں تو ہر طرف سوگوار ہی سوگوار۔ ہر طرف اُن کے دیوانے ہی دیوانے۔ اتنی زبردست بھیڑ کا ہر طرف سے سمٹ آنا اُن کی کرامت نہیں تو کیا ہے؟ اور یہ بھی یقیناً کرامت ہی ہے کہ اتنا ازدھام اور جم غفیر ہونے کے باوجود کوئی حادثہ نہیں۔ اُن کی موت نے وہ کام کردیا جو لوگوں کی زندگیاں نہیں کرپاتیں۔ کُفّار کے دلوں پر اسلامی ہیبت چھاگئی۔ دیوبندیت یہ نظارہ دیکھ کر لرزہ براندام ہوگئی۔ کتنے حاسدین نے توبہ کی اور اقرار کیا کہ ہم غلطی پر تھے آج ہم اپنی غلطی پر نادم ہیں۔ وہ حق پرست تھے حق پر قائم تھے اُن کا جنازہ اُن کی حقانیت کی واضح دلیل ہے ؎

اخترِ قادری خلد میں چل دیا
خلد وا ہے ہر اک قادری کے لئے

چند یاد داشتیں:۔

1982ء میں اجمیر معلیٰ بیت النور میں رضویوں کا مداریوں سے مناظرہ ہوا۔ مداریوں کی کتابوں میں کثرت سے غیر

اسلامی عبارات موجود ہیں نیز یہ طبقہ سرکار غوث اعظم کی سیادت و سرداری کا منکر اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا و مفتی اعظم کی فضیلت و عظمت اور خدماتِ دینیہ کا شدید مخالف ہے۔ مداریوں کی غیر اسلامی عبارات پر مناظرہ طے ہوگیا۔ رضویوں کی جانب سے حضرت مولانا الحاج محمد مختار احمد صاحب قادری اور مداریوں کی جانب سے ڈاکٹر مرغوب عالم مداری مناظِر منتخب ہوئے۔ مداریہ نے ثالثی کیلئے سید ہاشمی میاں صاحب کچھوچھوی کا نام پیش کیا جسے رضویوں نے تسلیم کرلیا۔ فریقین اپنے اپنے نمائندوں اور احباب کے ساتھ اجمیر شریف حاضر ہوگئے اس سلسلے میں خلیفۂ مفتی اعظم الحاج محمد غوث خاں صاحب حامدی بریلوی پیش پیش تھے۔ حضور تاج الشریعہ۔ سید ہاشمی میاں صاحب اور اُن کے برادر اکبر سید مدنی میاں صاحب، مولانا مختار احمد صاحب، حاجی محمد غوث خاں صاحب، راقم الحروف گدائے قادری (عبد الرحمٰن خاں قادری) اور مرادآبادی مولوی انتخاب قدیری اجمیر شریف میں حاضر ہیں۔ مناظرہ کا دن آیا۔ حضرت تاج الشریعہ نے بعض وجوہ کی بنا پر مناظرہ گاہ میں جانے سے انکار کردیا۔ اب بڑی بے چینی اور فکر و تشویش کا عالم ہے۔ انتخاب قدیری اس وقت تک راہِ حق و صواب پر گامزن تھے۔ مداریوں کے خلاف تقریریں کرنا، اُن کی غیر اسلامی عبارتوں پر ان کا محاصرہ کرنا، مداریوں کی گمراہی اور ان کی مخالفت پر اُن کو للکارنا انتخاب قدیری کا حسین مشغلہ تھا۔ مداری بھی انتخاب قدیری سے سخت خائف ولرزہ براندام تھے۔ انتخاب قدیری نے بھی حضرت تاج الشریعہ کی خوشامد کی اور مناظرہ گاہ میں تشریف لے جانے کی بار بار نہایت ادب و احترام کے ساتھ گزارش کی۔ (حضور مناظرہ میں آپ کا جانا ضروری ہے۔ آپ کے بغیر مناظرہ نہیں ہوسکتا۔ ہم آپ کے سپاہی ہیں بغیر حاکم و سپہ سالار کے نہیں جاسکتے۔) خیر حضرت راضی ہوگئے۔ اور اسی موقع پر حضرت نے راقم الحروف اور حاجی محمد غوث خاں صاحب سے فرمایا ''اس انتخاب کا کوئی بھروسہ نہیں۔ آج حامی ہے کل مخالف بھی ہوسکتا ہے اس کی باتوں میں مت آنا مجھے یہ ٹھیک نہیں لگتا''

بیت النور میں مناظرہ ہوا۔ اور مداری مناظر کی جہالت و لاعلمی بھی خوب خوب ظاہر ہوئی۔ جہاں فارسی کی کتاب میں ''اؤ می گوید'' لکھا ہوتا وہاں مداری مناظر '' آدمی گوید'' پڑھتا اور حضرت تاج الشریعہ زیر لب مسکراتے۔ اس مناظرے میں انتخاب قدیری اور سید ہاشمی میاں صاحب کے درمیان کچھ تلخ کلامی بھی ہوئی۔ مناظرہ ہوگیا۔ ایک زمانے کے بعد فیصلۂ شرعیہ دربارۂ مداریہ کے نام سے کتابچہ بھی شائع ہوا جس میں سید فخر الدین اشرف صاحب اور دیگر علماء کرام نے مداریوں کی غیر اسلامی عبارات پر فیصلۂ شرعیہ بھی صادر فرمادیا۔ تاج الشریعہ نے انتخاب قدیری کے سلسلے میں جو فرمایا تھا۔ ''اِس کا کوئی بھروسہ نہیں آج حامی ہے کل مخالف بھی ہوسکتا ہے'' صد درصد درست ثابت ہوا۔ جو کل تک مداریوں کا شدید ترین مخالف تھا اس پر شیطان رجیم کا ایسا کامیاب حملہ ہوا کہ وہ اعلیٰ حضرت، مفتی اعظم اور تاج الشریعہ کا مخالف ہوگیا۔ جن مداریوں کو رات دن کوستا

تھا انہی کی حمایت و پاسداری اور سیادت و ولایت کے ڈھنڈورے پیٹنے لگا۔ آخر حضرت تاج الشریعہ نے کس نظر سے اُس کا مستقبل دیکھ کر کہا تھا کہ ''اس کا کوئی بھروسہ نہیں یہ آج حامی ہے کل مخالف بھی ہوسکتا ہے'' یقیناً یہ وہی نظر تھی جس کے بارے میں حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ مومن کی فراستِ ایمانی سے ہوشیار رہو اس لئے کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

مولانا رومی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقومِ عبد اللہ بود

☆ حضرت تاج الشریعہ اپنی جوانی کے ایام میں بریلی شریف کے پروگراموں اور ضیافتوں میں رکشہ سے بھی تشریف لے جاتے تھے۔ بعد میں وقت کی قلت کے مدنظر، ٹائم بچانے کے لئے آپ کار سے جانے لگے۔ رہ پورہ چودھری ایک پروگرام میں تشریف لے گئے بذریعۂ رکشہ واپسی کررہے ہیں۔ راقم الحروف بھی ساتھ ہے دوڑ کر ایک نوجوان آیا۔ ادب سے دست بوسی کی اور دعا کا طالب ہوا۔ حضرت نے اُس کا نام پوچھا۔ بتایا میرا نام ''امجد'' ہے حضرت نے نام کی تعریف کی اور ''امجد'' کے سر پر ہاتھ رکھ کر دعا کی۔ بس اسی دن سے ''امجد'' کے وارے کے نیارے ہوگئے۔ معاشی حالات سدھر گئے کاروبار ترقی کرگیا۔ مفلسی کا خاتمہ ہوگیا۔ اللہ رب العزۃ نے معاشی کشادگی بھی عطا فرمادی اور اپنے پیاروں کے طفیل پانچ لڑکیوں کے بعد ایک لڑکا بھی عطا فرمایا۔ ''امجد'' نے لڑکے کی خواہش کا اظہار نہیں کیا تھا مگر دل میں یہ تمنا تھی۔ حضرت نے ہاتھ رکھ کر دعا کردی اور رب نے اپنا فضل خاص فرمادیا۔ آج ''امجد'' تو دنیا سے رخصت ہوچکے ہیں مگر ان کا اکلوتا بیٹا موجود ہے جو پلاٹنگ کے کاروبار کے ذریعہ اپنا گھربار نہایت عمدگی کے ساتھ چلاتا ہے۔

☆ بریلی شریف کے ایک گاؤں ''کانسی'' کے رہنے والے ''اختر رضا'' سے ملاقات ہوئی وہ اپنے گھر واقع بدر پور دہلی لے گئے۔ خوبصورت اور پائیدار وشاندار مکان دیکھ کر طبیعت باغ باغ ہوگئی۔ اختر رضا نے بتایا کہ ان کا بھائی ایک مقدمے میں پھنس گیا تھا حضرت تاج الشریعہ کے کرم سے مقدمے کے عذاب سے بھی نجات مل گئی اور ان کی دعاؤں سے یہ مکان بھی اللہ رب العزت نے عطا فرمادیا۔ کاروبار بھی تسلی بخش ہے۔ کوئی پریشانی نہیں۔ جب کوئی الجھن یا مصیبت درپیش ہوتی ہے حضرت کو یاد کرتا ہوں اور جاکر ان سے دعا کراتا ہوں بہت جلد سب کچھ ٹھیک ہوجاتا ہے۔

☆ غالباً 1981ء میں مکرانہ (راجستھان) سے چند حضرات حضور تاج الشریعہ سے ملے اور عرض کی حضور ہمیں ایک ایسے امام کی ضرورت ہے جو عالم ہونے کے ساتھ ساتھ قاری بھی ہو۔ اب تک جو امام ہماری مسجد میں تھے وہ قاری تھے۔ انہوں نے اہلسنت پر اعتراض اور معمولاتِ اہلسنت پر تنقید کرنا شروع کردیا۔ ہم نے انہیں امامت سے معزول کردیا اب وہ کھُل کر وہابیہ کی حمایت کرتے ہیں۔ لہذا ایسا امام ہو جو اُن کی نازیبا اور اہلسنت مخالف باتوں کا بھرپور جواب بھی دے سکے۔ حضرت تاج الشریعہ نے راقم الحروف کا

انتخاب فرمایا۔ میں نے عرض کی حضور! میں قاری نہیں ہوں فرمایا ''آپ اچھا قرآن پڑھتے ہیں انشاء اللہ قاری ہو جائیں گے'' میں نے عرض کی حضور سابق امام کے اعتراضات کا جواب دینا میرے لئے مشکل ہے کیونکہ میں عالم نہیں ابھی طالب علم ہوں۔ ارشاد فرمایا۔ ''یا تو وہ آپ کے سامنے نہیں آئے گا اور اگر آئے گا تو آپ اطمینان بخش جواب دے پائیں گے'' میں نے عرض کی حضور میں طالب علم ہوں تعلیم کا بہت نقصان ہوگا فرمایا۔ ''صرف ایک ماہ کے لئے چلے جاؤ ایک ماہ میں ماحول سازگار ہو جائے گا اور اِن حضرات کا خوف بھی نکل جائے گا۔'' میں حضرت کے حکم سے ایک ماہ کے لئے ''محمدی مسجد'' مکرانہ پہونچا ایک ماہ تک میں نے امامت کی خدمت انجام دی۔ الحمدللہ وہی ہوا جو حضرت نے فرمایا تھا۔ سابق امام کے دل پر بریلی شریف کی ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ نہ وہ سامنے آئے اور نہ انہوں نے اعتراض کا منہ کھولا۔ اہل مسجد میرے اخلاق، پابندیِ اوقات اور تلاوتِ قرآن سے خوش اور مطمئن رہے۔ جبکہ میں خوفزدہ تھا کہ سابق امام اچھا قاری تھا۔ میں کہیں واپس نہ کر دیا جاؤں ایسا کچھ نہیں ہوا جب ایک ماہ کے بعد میں بریلی شریف کے لئے واپس ہو رہا تھا تو کئی لوگ غمزدہ اور آبدیدہ نظر آئے۔ یہ سب حضرت تاج الشریعہ کی پُرخلوص دعاؤں کا اثر اور میرے مرشدِ برحق حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ و الرضوان کی زندہ کرامت ہے کہ اُس وقت میں تجوید وقرأت کے مسائل سے قطعاً واقف نہیں تھا آج! الحمد للہ! کچھ مسائل قرأت جانتا ہوں۔ اور لوگ ''قاری'' کہتے ہیں۔ ع

یہ سب تمہارا کرم ہے آقا کہ بات اب تک بنی ہوئی ہے

☆ تقریباً 25 سال پہلے ایک ناخواندہ مقرّر نے اپنی تقریر میں کہا ''اگر نبوت کا دروازہ بند نہ ہوا ہوتا تو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نبی ہوتے'' حضرت تاج الشریعہ کے سامنے یہ قول رکھا گیا فرمایا مقرّر کو اپنی بات سے رجوع کرنا چاہئے اس نے غلط کہا۔ سوال کیا گیا حضور! ہمارے نبی نے بھی تو فرمایا ہے کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتے۔

فرمایا اس میں حصر ہے جن کے بارے میں ہمارے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے صرف اُنہی کے لئے کہا جاسکتا ہے کسی اور کیلئے نہیں۔

☆ ایک صاحب نے حضرت تاج الشریعہ کو خوش کرنے کے لئے اُن کے ایک مخالف کی خوب مذمت کی۔ حتیٰ کہ مخالف کیلئے لفظ ''سالا'' بھی استعمال کیا۔ حضرت ناخوش ہو گئے۔ اور فرمایا لفظ ''سالا'' آپ نے گالی کے طور پر استعمال کیا ہے۔ اس سے احتراز اور رجوع لازم ہے۔ آپ مجھے خوش کرنے کیلئے میرے حاسد کیلئے نامناسب اور اخلاق سے گرے ہوئے الفاظ استعمال کر رہے ہیں یہ مجھے پسند نہیں۔ کسی سے اختلاف بھی ہو تو معیاری اور حدودِ شرع میں ہونا چاہئے۔ یہ سُن کر وہ صاحب خاموش ہو گئے اور معذرت خواہ ہوئے۔ اس واقعے سے حضرت کے حلم و اخلاق اور دینداری کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

☆

حضور تاج الشریعہ بحیثیت استاذ کامل

از۔ مولانا مفتی محمد انور علی رضوی منظریؔ، استاذ جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف

استاذ العلماء، قاضی القضاۃ فی الھند جانشین حضور مفتی اعظم ہند، نادر روزگار عبقری شخصیتوں میں سے ایک ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے بے شمار خوبیاں اور محاسن وکمالات سے نوازا، اعلیٰ حسب و نسب، خاندانی رعب و دبدبہ، دین حق پر استقامت، فیوض و برکات و کرامات، پاکیزہ سیرت و اخلاق، درس و تدریس، بحث و تحقیق کی اعلیٰ بصیرت، لاجواب علمی استحضار و خداداد فنی صلاحیت، فصاحت بیان و بلاغت لسان پر زبردست قدرت، فقہ افتاء میں بے مثال مہارت وحذاقت جیسے اوصاف حمیدہ سے آراستہ فرمایا۔

حضور تاج الشریعہ کے فیض و بخشش، فضل وکمال اور حسن و جمال کا ایک عالم معترف ہے۔ آپ کے رخ انور کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے دنیا بے چین اور بے قرار رہتی تھی۔ جس بستی سے گزر جاتے انسانوں کا ہجوم سیلاب کی طرح امنڈ پڑتا اور لوگ یہ نعرہ لگانے لگتے۔ بستی بستی قریہ قریہ تاج الشریعہ تاج الشریعہ، علم کا دریا بخشش کا ذریعہ تاج الشریعہ، جس جلسہ و کانفرنس میں آپ تشریف لے جاتے حاضرین عام و خاص کی توجہ کا مرکز بن جاتے۔ یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ حضور تاج الشریعہ کے کمالات علمیہ، اوصاف حمیدہ اور خصائل جمیلہ کے اپنے تو اپنے بیگانے بھی قائل ومعترف ہیں۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے درس و تدریس کو اپنا محبوب مشغلہ بنایا تھا کہ جامعہ میں درس حدیث دیتے تھے اور اپنے دولت خانے پر بھی احادیث رسول ﷺ کے گوہر لٹاتے تھے۔ اچھے اچھے عالم، فاضل، مفتی حضرات درس حدیث میں شریک ہوتے اور اپنی علمی پیاس بجھاتے تھے۔ حضور تاج الشریعہ ایسے مشفق ومخلص و مہربان استاد تھے کہ دور ودراز سے آئے ہوئے تشنگان علوم نبویہ کو اپنے فیضان علمی، روحانی، حقانی سے سیراب کرتے تھے۔ آپ کا افہام وتفہیم اتنا عمدہ اور لاجواب تھا کہ طلبہ کو اچھی طرح تشفی ہوجاتی تھی۔ حضور تاج الشریعہ ایسے نوادرات، علمی نکات، فقہی معلومات کو بیان فرماتے تھے کہ سننے والے باغ باغ ہوجاتے۔

درس و تدریس: مرکز اہل سنت یادگار اعلیٰ حضرت جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف میں جب آپ صدر المدرسین کے عہدے پر فائز تھے راقم الحروف نے بھی آپ کی بارگاہ عالیہ میں زانوئے ادب تہ کیا تھا۔ پورے تین سال تک درس حاصل کیا اور علمی پیاس بجھائی۔ آپ ہی کے دورِ صدارت ۱۹۷۸ء میں جامعہ رضویہ منظر اسلام سے راقم الحروف کو دستار فضیلت وسند فراغت حاصل ہوئی۔ بلا مبالغہ آپ کے پڑھانے اور سمجھانے کا انداز ہی نرالہ تھا۔ جب مسند تدریس پر بیٹھ کر حدیث شریف کا درس دیتے تو امام بخاری کی یاد تازہ ہوجاتی۔ معقولات کے اسباق پڑھاتے تو امام رازی کی یاد آنے لگتی اور عربی ادب کی کتابیں پڑھاتے تو معلوم ہوتا کہ عربی ادب کا کوئی ماہر فن ادیب ہے اور جب دار الافتاء میں رونق افروز ہوکر مسائل شرعیہ کی تحقیق فرماتے تو حضرت امام اعظم کا عکس جمیل نظر آتا اور جب فقہ حنفی پر محققانہ کلام فرماتے تو آپ کی تحریرات میں فقہاء کرام کی نورانیت نظر آتی۔ اکثر وبیشتر بارگاہ رسالت مآب کے گستاخوں کا

رد بلیغ فرماتے تو امام احمد رضا اور حضور مفتی اعظم کی جانشینی کا حق ادا فرمادیتے۔

شعر و شاعری: استاذ الاساتذہ مخدوم گرامی استاذی حضور تاج الشریعہ علماء فضلاء، فقہاء ادباء نقبا میں مقبول اور محبوب اہل اسلام اور مداح خیر الانام تھے۔ شعر وسخن کا شوق آپ کو زمانۂ طالب علمی سے ہی تھا۔ آستانۂ رضویہ پر منعقد ہونے والے مشاعرے میں بھر پور حصہ لیتے اور اعلیٰ کامیابی حاصل ہوتی۔ آپ کو شعر و شاعری خاندانی وراثت میں ملی تھی۔ آپ کا کلام بلاغت نظام حاصل مشاعرہ ہوتا تھا۔ آپ کی شاعری میں رنگ تغزل نمایاں طور پر پایا جاتا تھا۔

حضور مفتی اعظم کے معتمد: مرشد برحق تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند کے آپ چہیتے تھے۔ آپ کی بات کو حضور مفتی اعظم مانتے اور پسند فرماتے تھے۔ سرکار مفتی اعظم ہند نے تاج الشریعہ کو اپنا ایسا معتمد علیہ بنایا تھا کہ حضور مفتی اعظم ہند نے آپ کے بارے میں فرمایا کہ ان کا قول میرا قول ہے، ان کی تحریر میری تحریر ہے۔

قادر الکلامی: ایک بار کا واقعہ ہے کہ سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے دولت خانہ پر محفل میلاد منعقد تھی۔ اس میں مولانا عبد الحمید رضوی افریقی حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ العزیز کی لکھی ہوئی مشہور نعت پاک۔

تو شمع رسالت ہے عالم تیرا پروانہ
تو ماہ نبوت ہے اے جلوۂ جاناناں

پڑھ رہے تھے۔ جب یہ مقطع پڑھا۔

آباد اسے فرماویراں ہے دلِ نوریؔ
جلوے ترے بس جائیں آباد ہو ویرانہ

تو حضور مفتی اعظم ہند نے فرمایا کہ بحمدہ تعالیٰ فقیر کا دل تو روشن ہے اب اس کو یوں پڑھو۔

آباد اسے فرماویراں ہے دل نجدی
جلوے ترے بس جائیں آباد ہو ویرانہ

اس وقت جانشین مفتی اعظم ہند حضور تاج الشریعہ محفل میں رونق افروز تھے۔ فوراً برجستہ حضور مفتی اعظم ہند کے سامنے عرض کیا: حضور مقطع کو اس طرح پڑھ لیا جائے۔

سرکار کے جلووں سے روشن ہے دل نوری
تاحشر رہے روشن نوریؔ کا یہ کاشانہ

حضور مفتی اعظم ہند نے یہ مقطع بہت پسند فرمایا اور دعاؤں سے نوازا۔

منظر اسلام سے محبت: حضور تاج الشریعہ کے دار العلوم جامعہ رضویہ منظر اسلام میں مسند تدریس کو سنبھالتے ہی تعلیم وتعلم کا ماحول خوشگوار ہو گیا تھا۔ اسی نتیجہ میں آپ کو آپ کے برادر اکبر قائد اہل سنت مفکر اسلام حضور ریحان ملت علیہ الرحمہ نے جلد ہی صدر المدرسین کے عہدے پر مقرر کر دیا۔ تقریباً ۳ر سال تک اس اہم عہدے پر فائز ہو کر اکناف عالم سے آنے والے طلبہ کی ایک لمبی کھیپ تیار کر دی۔ اس طویل فہرست میں میرا بھی نام شامل ہے۔ میں نے حضرت کو گھر سے لے کر درسگاہ تک خوب دیکھا ہے۔ سفر و حضر میں بھی دیکھا۔ ہر جگہ علمی مشغلہ، تعلیم وتعلم سے وابستگی، تصنیف و تالیف سے شغف، فتویٰ نویسی میں انہماک اور رشد و ہدایت میں مشغول پایا۔ بسا اوقات ایام درسگاہ کا مجھ سے تذکرہ بھی کرتے تھے اس پر مجھے تعجب اور حیرت بھی ہوتی کہ کب کی بات ہے اور حضرت کو آج بھی یاد ہے۔ اللہ اللہ کیسے وہ شفیق استاذ تھے۔ حضور تاج الشریعہ نے مرکز اہل سنت جامعہ رضویہ منظر اسلام کے لئے بھی جامع اشعار پر انوار ارشاد فرمائے ہیں جن میں سے راقم الحروف کو بروقت ایک

شعر یاد ہے۔

منظر دین حق یادگار رضا
مرکز اہل سنت پہ لاکھوں سلام

اہل حق سے محبت اہل باطل سے نفرت: حضورتاج الشریعہ ایسے پیکر رشد وہدایت اور مقبول عوام و خواص تھے کہ آپ کے دست حق پرست پر سیکڑوں غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا اور آپ ہی سے مرید ہو کر سلسلہ قادریہ رضویہ میں داخل ہو گئے۔حضور تاج الشریعہ سے سیکڑوں علماء فضلا اور مفتیان کرام نے خلافت واجازت حاصل کی ہیں۔حضور تاج الشریعہ سے بہت سی کرامتیں بھی صادر ہوئیں۔آپ کی سب سے بڑی کرامت یہ تھی کہ آپ میں تصلب فی الدین غالب تھا۔اہل حق سے محبت کرنا اور اہل باطل سے نفرت کرنا آپ کا شیوہ تھا۔

آپ مقبول الدعاء تھے: حضورتاج الشریعہ کی دعاؤں میں بڑی تاثیر تھی۔راقم الحروف محمد انور علی کو دوران درس ''انوار'' فرماتے تھے۔تو میں کہتا تھا حضور میں ''انور'' ہوں تو تاج الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے اللہ تعالیٰ تم کو انوار کردے۔جب راقم الحروف فارغ التحصیل ہوا تو کاٹھ گودام ضلع نینی تال سے پڑھانے کی ایک جگہ آئی۔تاج الشریعہ سے میں نے عرض کیا حضور خطہ پہاڑ سے ایک جگہ پڑھانے کی ایسی آئی ہوئی ہے کہ وہاں کوئی ٹکتا نہیں ہے۔حضرت تاج الشریعہ نے فرمایا کہ تم وہاں ضرور جاؤ۔جنگل میں منگل بناؤ۔اللہ تعالیٰ تم کو وہاں ٹکا دے اور بیش از بیش دین کی خدمت لے۔لہٰذا راقم الحروف کاٹھ گودام چلا گیا۔وہاں پر تین سال رہا۔بحمدہ تعالیٰ دین پاک کی خوب خدمت انجام دی۔مسلک اعلیٰ حضرت کی اشاعت کی۔احقاق حق اور ابطال باطل کیا۔مولیٰ تعالیٰ اس خدمت دین متین کو قبول فرمائے۔آمین بفضلہ تعالیٰ وبکرم حبیبہ الاعلیٰ۔راقم الحروف کو وہاں یعنی اطراف پہاڑ میں ایسی مقبولیت حاصل ہوئی کہ آج تک مسجد ومدرسے کے لوگ برابر یاد کرتے اور بلاتے ہیں۔

تاج الشریعہ کی چند اہم خصوصیات: حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کو علم فقہ پر عبور حاصل تھا۔متأخرین علمائے اہل سنت میں اکابر علمائے حق میں شمار کئے جاتے تھے اور اپنے معاصرین علماء میں بھی بڑی قدر وعزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔وہ اہل علم اور ارباب فکر ودانش کے نزدیک ایک رفیع المرتبت مفتی ومحدث، محقق ومصنف کی شہرۂ آفاق حیثیت سے معروف ہیں۔یہ بات صداقت پر مبنی ہے کہ حضور تاج الشریعہ بیک وقت محدث بھی تھے اور عظیم محقق و مرشد برحق بھی اور ایک انتہائی بے دار مغز، قادر الکلام، حاضر جواب مناظر بھی۔صاحب فکر وفہم مصنف بھی۔وہ علم وفن کے متبحر عالم دین تھے اور بہترین نعت گو شاعر اہل سنت بھی تھے۔بلا شک وشبہ یہ تمام خوبیاں کسی ایک ذات میں بیک وقت جمع ہونا محض کسبی نہیں بلکہ خاص فضل الٰہی وعنایات خداوندی کی روشن دلیل ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نبخشد خدائے بخشندہ

الغرض حضور تاج الشریعہ انتہائی مشفق ومہربان استاذ کامل تھے۔مولیٰ تعالیٰ ان کا کوئی مثل عطا فرمائے۔آمین۔حضور تاج الشریعہ کی پیاری باتیں بھی بہت ہیں اور ان کی یادیں بھی بہت ہیں ہر ذرہ ان کو یاد کرتا ہے۔راقم الحروف بھی ان کو بہت یاد کرتا ہے۔مولیٰ تعالیٰ ان کے مزار پُر انوار پر صبح وشام رحمت ونور کی بارش فرمائے۔آمین۔

ارباب چمن ان کو بہت یاد کریں گے
ہر شاخ پہ وہ اپنا نشان چھوڑ گئے ہیں

تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی یاد میں صدائے قلب

محمد رضوان قادری پورنپوری، خطیب وامام رضا مسجد درگاہِ اعلیٰ حضرت

تو کہاں ہے یہ بتا دے صرف، اے جانِ رضا
تک رہے ہیں راستہ تیرا غلامانِ رضا

تو چمن کو سونا کرکے اس طرح رُخصت ہوا
ڈالی ڈالی نوحہ گر ہیں عندلیبانِ رضا

سنیت کو پھر شگفتہ پھول تو دے گا ضرور
تجھ سے ہم امید رکھتے ہیں گلستانِ رضا

ہو گیا نظروں سے اوجھل وہ رُخِ زیبا جسے
دیکھ کر مسرور ہوتے تھے گدایانِ رضا

دِن ہوئے گذرے تجھے آنکھوں میں لیکن آج بھی
اشکوں کا سیلاب رکھتے ہیں محبانِ رضا

پھر کوئی سورج بنے گا تیرگی کے واسطے
خانداں میں ہیں کئی روشن چراغانِ رضا

کوئی بھی رُت ہو یہاں کھلتے ہی رہتے ہیں گلاب
نور کی شبنم سے ہے تازہ گلستانِ رضا

شامِ غم کے سائے نے پھر کالی چادر تان لی
ہو گیا روپوش جس دم مہرِ تابانِ رضا

کیسے آغوش زمیں میں آسماں یہ سو گیا
سوچ کر حیران ہیں اب تک غلامانِ رضا

حشر تک جگ مگ رہے گا دورِ ماضی کی طرح
نور دنِ دونا تیرا شمعِ شبستانِ رضا

تاجدار اولیاءِ کا فیض پانے کے لیے
لے لیا رضواںؔ نے بھی ہاتھوں میں دامانِ رضا

حافظ نعمان رضا ابن مولانا محمد اسرائیل رضوی بہیڑوی

عاشق نبی کا پیارا خدا کا تاج شریعہ تاج شریعہ
نائب غوث و خواجہ رضا تھا تاج شریعہ تاج شریعہ

چاند ستاروں جیسی چمک تھی پھولوں کے جیسی جس کی مہک تھی
آل رضا کا روشن تارہ تاج شریعہ تاج شریعہ

سب کو مسلّم جس کی فقاہت نازاں ہے جس پر تقویٰ طہارت
علم و عمل کا کوہِ ہمالہ تاج شریعہ تاج شریعہ

ڈھونڈ ھنے والو ڈھونڈ کر لاؤ، ان کی طرح ہو کوئی دکھاؤ
دور میں اُس کا ثانی نہیں تھا تاج شریعہ تاج شریعہ

رشک قمر تھی صورت زیبا، مثالی تقویٰ، سیرت والا
ایسا تھا پیر و مرشد ہمارا تاج شریعہ تاج شریعہ

عکس جمال مفتی اعظم پیکر تقویٰ مرشد اعظم
بجتا رہے گا ڈنکا تمہارا تاج شریعہ تاج شریعہ

چشم کرم نعمانؔ پہ کر دیں اپنے کرم سے دامن بھر دیں
علم رضا کا دیجئے صدقہ تاج شریعہ تاج شریعہ

تاج الشریعہ ایک ہمہ جہت شخصیت

از۔مولانا محمد اسرائیل رضوی، محلّہ تلپورہ بہیڑی، بریلی شریف

عصر حاضر میں حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی ذات ہر لحاظ سے منفرد اور یگانۂ روزگار اور عبقری نظر آتی ہے۔وہ اپنے معاصرین میں ایسے چمکتے ہوئے نظر آتے ہیں جیسے ستاروں کے درمیان چاند چمکتا ہے۔قطب عالم سیدی سرکار مفتی اعظم ہند اور حضرت جیلانی میاں کی آغوش تربیت میں پروان چڑھ کر آپ کی شخصیت میں ایسا نکھار پیدا ہوا کہ آپ کی زندگی مفتی اعظم کی زندگی کا آئینہ بن گئی۔آپ کی زندگی کو دیکھنے والا کوئی دشمن اور حاسد بھی یہ ثابت نہیں کرسکتا کہ آپ کا کوئی قدم تقویٰ و پرہیز گاری کے خلاف تھا اور حقیقت بھی یہی ہے کہ آپ کا ہر قدم اسلام وسنیت کی حفاظت کے لیے اٹھتا تھا۔

بریلی شریف کی مرکزیت: اللہ تعالیٰ کا یہ خاص کرم ہے کہ اس نے شہر بریلی شریف میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہ کو پیدا فرما کر ہمارے اس شہر کو مرکز اہل سنت بنا دیا۔ویسے تو اعلیٰ حضرت کے آبا و اجداد بھی اپنے اپنے دور میں روحانی پیشوا اور دینی مقتدا تسلیم کیے گئے۔اس لئے آپ کے جد امجد حضرت علامہ رضا علی خاں علیہ الرحمہ کو ’’قطب بریلی‘‘ کے نام سے یاد کیا گیا لیکن بریلی شریف کو دنیائے سنیت کا مرکز ہونے کا شرف امام اہل سنت کی بے لوث دینی و مسلکی خدمات کی بنیاد پر حاصل ہوا۔

اعلیٰ حضرت کے وصال کے بعد محبین ومعتقدین تو پُر امید تھے مگر حاسدین اور معاندین زیر لب تبسم ریز تھے کہ اب بریلی کی مرکزیت ختم ہو جائے گی کیونکہ اب ان کے مشن کو آگے بڑھانے والا اُن جیسا کوئی نہیں۔ابھی وہ یہ سوچ ہی رہے تھے کہ مشیت خداوندی نے شہزادۂ اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام حضرت علامہ حامد رضا خاں علیہ الرحمہ کو دین متین کی خدمت کے لیے منتخب فرمالیا جنہوں نے اپنے فکر و عمل اور جدو جہد سے یہ ثابت کردیا کہ بیٹا اپنے والد بزرگوار کی طرح تقدیس الوہیت اور تعظیم رسالت کا پرچم بحسن وخوبی بلند رکھنے کا اہل بھی ہے اور صالح بھی۔چنانچہ انہوں نے اپنی دینی خدمات کے ذریعہ اسلام وسنیت کا بخوبی تحفظ بھی فرمایا اور اسلاف کرام خصوصاً اعلیٰ حضرت کے افکار ونظریات حقہ کو عام بھی کیا۔سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کو بھی فروغ دیا اور بدمذہبوں کا بھی ہر محاذ پر مقابلہ کیا اور ردّ بلیغ بھی فرمایا۔

ان کے وصال کے بعد پھر مخالفین ومعاندین کے دلوں میں یہ فتور جاں گزیں ہوا کہ اب بریلی کی مرکزیت ختم ہو جائے گی کہ حجۃ الاسلام جیسا اب اس خاندان میں کوئی نہیں۔اب کون یہاں سے بریلی کی مرکزیت کو استحکام بخشے گا۔مگر اللہ رب العزت نے انہیں کے دور میں اُن کے چھوٹے بھائی اور اعلیٰ حضرت کے چھوٹے شہزادے

تاجدار اہل سنت سرکار مفتی اعظم ہند کو اس عظیم دینی خدمات اور عشق رسول کے پیغام کو عام کرنے کے لیے منتخب فرمادیا۔ آپ اہل سنت و جماعت کے مقتدا تسلیم کئے گئے۔ اُنہوں نے بھی خوب سے خوب تر مسلمانان اہل سنت کی ہر محاذ پر پیشوائی فرمائی۔ ان کے ساتھ ہی حجۃ الاسلام کے بڑے شہزادے سرکار جیلانی میاں علیہ الرحمہ نے بھی اپنے چچا جان اور خسر محترم سرکار مفتی اعظم ہند کا دست و بازو بن کر ہر میدان میں اہل سنت کے پرچم کو بلند فرمایا۔ ان دونوں بزرگوں کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد پھر حاسدین کی باچھیں کھل گئیں اور دشمنان اہل سنت بغلیں بجانے لگے کہ اب بریلی شریف میں کوئی نہیں رہا جو اہل سنت کی پیشوائی کرے اور عقائد اہل سنت کی ترویج و اشاعت کا کارنامہ انجام دے۔ مگر قدرت نے ایک بار پھر ان کے ارادوں کو اور ان کی باطل تمناؤں کو خاک میں ملا دیا کہ جب بریلی شریف کی مسند سجادگی پر ریحان ملت حضرت علامہ ریحان رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان متمکن ہوئے۔ انہوں نے نہ صرف ہندوستان بلکہ عالمی سطح پر مسلک اعلیٰ حضرت کا پرچم بلند فرمایا۔ ان کے وصال کے بعد جہاں خانقاہ عالیہ رضویہ اور درگاہ اعلیٰ حضرت کے تعمیری اور ترقیاتی کاموں، بروقت اعراس کے انتظامات، ملک و بیرون ملک سے مرکز اہل سنت میں حاضر ہونے والے مہمانوں کی بیشمار ضروریات کے اہتمام و انصرام اور اندرونی معاملات کی بحسن و خوبی انجام دہی کے لیے ریحان ملت کے شہزادے حضرت صاحب سجادہ حضور سبحانی میاں صاحب منتخب ہوئے۔ وہیں عالمی سطح پر مرکز اہل سنت کی مرکزیت، فقہ و فتاویٰ کے میدان میں اس کی خصوصیات، بدمذہبوں کے رد و ابطال میں اس کی مثالی خوبیوں اور اس کے علمی امتیازات کے تحفظ و پاسبانی کے لیے اللہ رب العزت نے اپنے حبیب پاک ﷺ کے صدقہ اور بزرگان دین کے طفیل تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں علیہ الرحمہ کو منتخب فرمادیا۔ جنہوں نے ہر میدان میں اپنے بزرگوں اور اسلاف امت کے عقائد و نظریات کو مبرہن اور مدلل کرنے کے ساتھ خوب سے خوب تر اس کی ترویج و اشاعت کی۔ سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کو ایسا فروغ بخشا کہ اتنا فروغ آج تک کسی کے ذریعہ سے نہ ہوا۔

جماعت اہل سنت کے کچھ علماء نے اپنے قدیمی نظریات میں تبدیلی کرکے جواز و اباحت کا راستہ اختیار کیا مگر حضرت تاج الشریعہ نہ صرف اسلاف کے طریقوں پر گامزن رہے بلکہ اپنے فتاویٰ کو دلائل سے ایسا مبرہن کیا کہ کسی کو جواب کی صورت نظر نہیں آئی۔

ان کے اس دنیا سے جانے کے بعد حسب سابق ہمیں امید ہے کہ اللہ رب العزت خاندان اعلیٰ حضرت میں اپنے حبیب پاک کے صدقہ ضرور ایسے فرد کو پیدا فرمائے گا کہ جو خانوادۂ رضویہ کے مشائخ کی طرح مرکز اہل سنت کو استحکام بھی بخشے گا اور جماعت اہل سنت کی ہر میدان میں قیادت و پیشوائی بھی کرے گا۔

☆

فکر وفن کے آسماں تھے حضرت اختر رضا

از۔ مفتی محمد افروز عالم نوری بریلوی، استاذ ومفتی جامعہ رضویہ منظر اسلام، بریلی شریف

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گلستان وچمن کے گل برگ نا قابل فراموش ہیں کہ جو اللہ ورسول کے فضل وکرم سے اہل سنت وجماعت کے سروں پر ابر کرم بن کر چھائے رہتے ہیں کیونکہ ان کی رگوں میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس عاشق صادق کا خون دوڑ رہا ہے کہ جماعت اہل سنت جس کے عظیم احسانات وجلیل خدمات سے زندہ وجاوید بنی ہوئی ہے۔ اسی گلستان مقدس سے برابر ہمیں ایسی شخصیات والا صفات کی علمی و روحانی قیادت نصیب ہوتی رہی ہے جس نے فرقہائے باطلہ کی سرکوبی کر کے ہمارے ایمان وعقائد وشعار ومعمولات کی حفاظت وصیانت کے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ اسی مقدس سلسلہ کی ایک عبقری شخصیت وارث علوم اعلیٰ حضرت حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان ہیں جو بلا شبہ علم وفضل کے جبل عظیم، فکر وفن، تصوف و روحانیت اور تقویٰ وپرہیز گاری بلکہ شریعت وطریقت کے بلند آسمان تھے۔ جن کی علمی وقلمی اور روحانی قیادت وسرپرستی میں عالم اہل سنت کے قلوب واذہان پر سکہ بٹھا دیا اور ایوان باطل کے بڑوں بڑوں سے لوہا منوالیا۔ ملک وبیرون ملک بلکہ جہاں سنیت کی ہر چھوٹی سی چھوٹی محفل ہوتی اگر آپ وہاں جلوہ گر ہو جاتے تو آپ کے قدوم میمنت نزوم سے عالمی کانفرنس کے نظارے پیش کرتی تھی۔ علمی رعب و دبدبہ کا عالم یہ تھا کہ وقت کے بڑے سے بڑے عالم خطیب کو آپ کی موجودگی میں قدرے لب کشائی کے لیے بڑی ہمت جٹانی پڑتی اور فتویٰ نویسی میں تو مفتیان کرام بھی آپ کی بارگاہ فقہ وافتاء سے فیض حاصل کرتے ہوئے نظر آتے تھے۔ فقہی سیمینار ہو یا کوئی مبحث فقہی آپ کا ارشاد ارباب حل وعقد کے نزدیک قول فیصل قرار پاتا تھا۔ انہیں فقاہت دینی اور وجاہت علمی کے جلووں کی وجہ سے عالم اہل سنت نے آپ کو وارث علوم اعلیٰ حضرت، قاضی القضاۃ فی الہند اور جانشین مفتی اعظم ہند جیسے منصب جلیل پر فائز اور تاج الشریعہ جیسے بلند پایہ لقب کو آپ کی ذات ستودہ بالا صفات پر صادق وجائز مانا اور وقت کے ماہر علم وفن علماء ومشائخ نے آپ کی بارگاہ جود وفیض میں لمحوں کی حاضری کو سرمایۂ حیات جانا۔ جہاں آپ نے ملت کو ہزارہا ہزار علمائے ذی وقار دیئے۔ وہیں آپ لاکھوں مریدوں کے علاوہ کروڑوں مسلمانوں کے مرکز عقیدت بن گئے۔ اسی لئے آپ کے وصال مبارک پر عالم اہل سنت سوگوار ہو گیا۔ حتی کہ شہر بریلی شریف کے باشندگان کو کہتے سنا گیا کہ ہم نے حضور مفتی اعظم ہند کے وصال پر شہر بریلی شریف کے در ودیوار کو روتا دیکھا اب جانشین مفتی اعظم ہند کے وصال مبارک پر بریلی شریف کے کوچے اور بازاروں کو روتا دیکھا ہے۔ آپ کے جنازہ مبارکہ میں شرکت کرنے والوں کے جم غفیر نے ماہرین حساب کے گمان وخیال اور تمام تراندازوں کو فیل کر دیا۔

علم کے کوہِ گراں تھے حضرت اختر رضا
فکر وفن کے آسماں تھے حضرت اختر رضا

☆

افریقہ میں یاد تاج الشریعہ

از۔مولانا محمد قاسم عمر رضوی، بنونی ساؤتھ افریقہ

دیکھنے والوں جی بھر کے دیکھو ہمیں
پھر نہ کہنا کہ اختر میاں چل دیئے

مؤرخہ ۲۰/ جولائی ۲۰۱۸ء بروز جمعہ شام کے وقت جیسے ہی یہ خبر جانکاہ پردۂ سماعت سے ٹکرائی کہ وارث علوم اعلیٰحضرت، نبیرۂ حجۃ الاسلام، شہزادۂ مفسر اعظم ہند پیشوائے اہل سنت قاضی القضاۃ فی الہند حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں بریلوی نے داعی اجل کو لبیک کہا تقریباً ہر سنی صحیح العقیدہ شخص اور آپ کے مریدین ومتوسلین اپنی اپنی جگہ پر کچھ لمحوں کے لیے جامد وساکت رہ گئے اور پھر ساؤتھ افریقہ میں مختلف مقامات پر تعزیت اور ایصال ثواب کا سلسلہ جاری ہوگیا۔جس میں سے جوہانس برگ میں مسجد شیخ عبدالقادر جیلانی، لینیشیا کی سلطان باہو مسجد، صابر چشتی مسجد، نوری مسجد فیض رضا مسجد، فیضان مدینہ اور مسجد جیوانی قابل ذکر ہیں۔لوڈیم میں بھی مختلف مقامات پر اپنے محسن و رہنماء کی یاد میں تعزیتی و ایصال ثواب کے پروگراموں کا سلسلہ جاری رہا جس میں جونیل اسٹریٹ مسجد، پی ایم ٹی دار العلوم اور مدرسہ امام احمد رضا قابل ذکر ہیں۔ڈربن میں مسجد خالد شاہ چے سورتھ اور امام مصطفیٰ رضا سینٹر، دار العلوم قادریہ غریب نواز لیڈی اسمتھ ،مدرسہ امام احمد رضا احسن البرکات وغیرہ۔بنونی ساؤتھ افریقہ میں خصوصیت کے ساتھ رفیق گرامی حضرت مولانا سید محمد ارشد اقبال رضوی صاحب قبلہ ودیگر جتنے بھی مریدین و عقیدتمندان حضور تاج الشریعہ کو حضرت کے اچانک اس دار فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت کی یہ خبر ملی تو سب کے سب صدموں سے نڈھال ہوگئے۔سچ تو یہ ہے کہ کانوں پر اعتبار کرنا مشکل ہو رہا تھا کہ اب پیشوائے اہل سنت رہبر شریعت وطریقت حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ ظاہراً ہمارے درمیان نہ رہے مگر موت ایسی حقیقت ہے جس میں کسی کا اختلاف نہیں فرق اتنا ہے کہ ہر موت یکساں نہیں ہوتی۔یقیناً آپ کی رحلت پوری امت مسلمہ کے لیے ایک عظیم خسارا ہے جس کی تلافی ناممکن نہیں تو مشکل ترین ضرور ہے۔

راقم الحروف نے جب یہ سنا کہ رفیق محترم حضرت سید ارشد اقبال صاحب اور مولانا موسیٰ رضا قادری بانی ومہتمم مدرسہ امام احمد رضا لوڈیم ساؤتھ افریقہ، ذمبابوے کے منصور بھائی رضوی کے ساتھ مرشد کریم کے آخری دیدار کے لیے افریقہ سے بریلی شریف جا رہے ہیں تو میں ان کے گھر پہنچا اور جوہانس برگ ایئر پورٹ پر انہیں رخصت کرنے کے لیے گیا۔اس کے بعد بھیگی پلکوں کے ساتھ مسجد انوار خالد شاہ کے ٹرسٹیوں کے تعاون سے تعزیتی محفل اور ایصال ثواب کی مجلس کے انتظام میں لگ گیا۔۲۱/ جولائی بروز ہفتہ بعد نماز عشاء اسی مسجد انوار خالد شاہ بنونی ساؤتھ افریقہ میں سوگواری کے عالم میں تعزیتی محفل منعقد ہوئی۔عزیز القدر حافظ وقاری محمد علیم رضا برکاتی بریلوی (برادر صغیر مفتی محمد سلیم بریلوی) مدرس مدرسہ امام احمد رضا لوڈیم نے تلاوت کلام مجید سے اس محفل کا آغاز کیا۔مولانا انور رضا صاحب نائب پرنسپل مدرسہ امام احمد رضا لوڈیم ساؤتھ

افریقہ نے اپنے مخصوص لب و لہجے اور مسحور کن آواز میں حمد و نعت و مناقب پڑھ کر مجلس میں چار چاند لگا دیئے۔تاج الشریعہ کی بارگاہ میں انہوں نے بھیگی پلکوں کے ساتھ منقبت پیش کی جس پر سارے سامعین زار و قطار رونے لگے۔اخیر میں مولانا غلام حسین صاحب خطیب وامام کوئن اسٹریٹ مسجد پریٹوریا کا پُر مغز اور رقت انگیز خطاب ہوا جس میں انہوں نے کروڑوں دلوں کی دھڑکن حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی ہمہ جہت شخصیت کی حیات وخدمات پر عمدہ انداز میں روشنی ڈال کر سارے شرکائے مجلس کو غم واندوہ کی جیتی جاگتی تصویر بنا دیا۔محترم کفایت اللہ بخش نے محفل کی نظامت کے فرائض انجام دیئے۔اس محفل میں بھائی محمد سراج ،شاعر عبد اللہ،عبد القادر واحد، عبد الغفور صاحب،سید محمد الطاف،عبد الحمید سرکھوٹ اور ضمیر وضمان خاص طور شریک ہوئے۔آخر میں رقت انگیز انداز میں دعا ہوئی صلوٰۃ وسلام پر یہ محفل اختتام پذیر ہوئی۔

مؤرخہ ۲ ؍اگست بروز جمعرات بعد نماز عشا مسجد سلام لیچوئل بریپن ساؤتھ افریقہ میں خلیفۂ حضور تاج الشریعہ حضرت مولانا سید ارشد اقبال صاحب کی صدارت میں محفل ایصال ثواب کا انعقاد ہوا جس کی نظامت کے فرائض فیضان مرشد سے راقم الحرف نے بحمدہ تعالیٰ بحسن وخوبی انجام دیئے۔مسجد کے مؤذن جناب یحییٰ صاحب نے اپنی عمدہ آواز میں تلاوت کلام الٰہی سے اس محفل کا آغاز کیا۔نعت خواں حضرات نے اپنے مخصوص انداز میں حمد ونعت کا نذرانہ پیش کیا۔بارگاہ تاج الشریعہ میں مناقب کے ذریعہ خراج عقیدت پیش کرنے کا شرف مرید تاج الشریعہ محترم حاجی عبد الرشید صاحب نے حاصل کیا۔محترم حافظ شاہد پٹیل نے حضرت تاج الشریعہ کی بے مثال شخصیت پر تقریر کرتے ہوئے آپ کو ولی ابن ولی،ابن ولی،ابن ولی،ابن ولی ،ابن ولی ،ابن ولی کہہ کر آپ کا بے مثال تعارف پیش کیا۔اخیر میں صدر مجلس خلیفۂ تاج الشریعہ سید ارشد اقبال صاحب نے احقاق حق ،ابطال باطل اور استقامت فی الدین کے سلسلہ میں حضرت تاج الشریعہ کی نمایاں خوبیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس زمانہ میں وہ ہر جہت سے نمایاں تھے۔وہ لاکھوں کروڑوں میں یکتا اور تنہا نظر آتے تھے۔آپ لوگ غمزدہ نہ ہوں کل تک حضرت اپنی ظاہری حیات کے ساتھ ہمارے عقائد ونظریات کی حفاظت و پاسبانی فرمایا کرتے تھے مگر اب اپنی روحانی زندگی کے ذریعہ اور اپنے فیضان کے توسط سے ہماری دست گیری بھی کریں گے اور ان شاء اللہ تعالیٰ اپنے اجداد کرام اور اپنے مشائخ عظام کے فیوض وبرکات کی مدد سے ہم سب کی دینی ومسلکی رہنمائی بھی فرمائیں گے۔صدر مجلس کی رقت انگیز دعاؤں پر محفل کا اختتام ہوا۔جناب فاروق شیخ،ادریس بھائی،شہیر عبد اللہ،عبد الحمید سرکھوٹ،سلیمان صاحب،محمد خلیل،محمد ضمیر وضمان،عبد القادر جولے، محمد عمران اور سید الطاف وغیرہم نے محفل میں شرکت بھی کی اور اس کے انتظام وانصرام میں ہاتھ بھی بٹایا۔اللہ تعالیٰ ہم سب کے سروں پر مشائخ بریلی خاص کر حضرت تاج الشریعہ علیہم الرحمہ کے فیضان کو سایہ فگن فرمائے۔آمین

ولایت کا معیار تقوی

از۔حضرت علامہ مفتی عبدالحلیم صاحب قبلہ شانتی نگر ناگ پور

برصغیر ہند و پاک میں اسلام کی سربلندی اور اس کی ترویج و اشاعت صوفیائے کرام ہی کی مرہون منت ہے، جنہوں نے علم، و عمل، رشد و ھدایت کے انوار سے ایک جہاں کو منور کیا اور ہزاروں ہزار گم گشتگان راہ کو راہ راست سے ہمکنار کیا، تشنگان علم و معرفت کو اپنے علمی اور روحانی جام سے شاد کیا، جن کی آفاقی تعلیمات، روحانی اور اخلاقی عظمت نے جوق در جوق لوگوں کو دامن اسلام میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا، جن کی دینی، علمی، فکری، روحانی اور اصلاحی خدمات کو آب زر سے لکھا جائے تب بھی ان کی شخصیت کا حق کما حقہ ادا نہ ہو پائے۔

وہ ایسے پاکیزہ خصلت انسان ہوتے ہیں جن کے قلوب و اذہان پر روز اول ہی سے ماحول و عوامل اثر انداز نہیں ہوتے، وہ ہر حال میں اپنی حیات کو ہر قسم کی آلودگی اور ناشائستہ حرکتوں سے پاک وصاف رکھتے ہیں، وہ سماج میں اتنے ارفع و اعلیٰ مقام پر فائز ہوتے ہیں کہ معاشرے اور سوسائٹی میں کتنی ہی بدکاریاں پھیل جائیں لیکن ان کا مقدس دامن ان آلودگیوں سے داغدار نہیں ہوتا، ان کا ذہن ان بری باتوں کو قبول نہیں کرتا بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ غلط باتوں سے وہ اپنے آپ کو اتنا دور رکھتے ہیں کہ دلائل و براہین کے ذریعہ کوئی ان کو کتنا ہی مطمئن کرنے کی کوشش کرے یا اپنی چرب زبانی سے ان پر اثر ڈالنا چاہے تو اس کو اس میں محرومی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا۔

وہ ایسی باتوں سے اجتناب فرماتے ہیں جو نسل انسانی میں نفرت و عداوت، نفاق و دشمنی کا بیج بوتی ہیں اور آپس میں منافرت کی آگ بھڑکاتی ہیں کیونکہ وہ عوام الناس کی اصلاح کا ذریعہ انجام دینے میں فرحت و انبساط محسوس کرتے ہیں۔

ایسے ہی نیک طینت، پاکیزہ خصلت اور مقدس نفوس میں امام اہل سنت محبّ عرب و عجم، پیر طریقت، رہبر سنیت، مجدد دین وملت پروانہ شمع رسالت حضرت علامہ و مولانا الشاہ امام احمد رضا خاں بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سچے وارثوں میں، جانشین حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ و مولانا مفتی اختر رضا خاں ازہری معروف بہ حضور تاج الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کی ذات ستودہ صفات بھی ہے۔

حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ و مولانا مفتی اختر رضا خاں قادری ازہری علیہ الرحمہ سے ہماری ملاقات اس وقت ہوئی جب حضرت اسکول میں پڑھتے تھے، جب کبھی میں بریلی شریف ان کے گھر مفسر اعظم ہند استاذ محترم حضرت ابراہیم رضا خاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے جاتا دروازے پر دستک دیتا تو ازہری میاں ۳؍ سوال کرتے۔

(۱) کون ہو؟

(۲) کہاں سے آئے ہو؟

(۳) کیوں آئے ہو؟

جب ہم ان کے سوالوں کے تشفی بخش جواب دے دیتے تو دروازہ کھل جاتا اور ہم اپنی ضرورت کے مطابق وہاں رکتے اور استاذ گرامی حضرت مولانا ابراہیم رضا خاں صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی برکتوں سے اپنے قلب کو منور ومجلی کرنے کی سعی کرتے اور اجازت طلب کرکے واپس چلے آتے۔

حضور تاج الشریعہ درس نظامی کی تعلیم کے لئے منظر اسلام تشریف لائے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب ﷺ کے فضل و کرم سے اساتذہ سے پڑھے اور یہاں تک کہ خود مسند تدریس پر فائز ہوئے۔ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے بریلی شریف میں ان اساتذہ سے خاص طور پر پڑھا۔

(۱) بحرالعلوم حضرت مفتی افضل حسین مونگیری علیہ الرحمہ

(۲) حضور حافظ جہاں گیر صاحب قبلہ علیہ الرحمہ

پھر اس کے بعد آپ جامعہ ازہر مصر چلے گئے دنیا نے دیکھا کہ آپ علیہ الرحمہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے عکس جمیل تھے اور مفتی اعظم ہند کے بالکل آئینہ تھے، حضور مفتی اعظم ہند کا تقوی دنیا میں مشہور ہے یہاں تک کہ اپنے ہی نہیں بلکہ غیر بھی آپ کے تقوی کے قائل تھے۔

عبدالرحیم رائے پوری۔ جو تبلیغی جماعت کا امیر تھا۔ کہتا تھا:

''ایسا متقی میں نے دنیا میں کسی کو نہیں دیکھا انہوں نے آج تک کسی غیر محرم کے ہاتھ کو بھی نہیں دیکھا''

حضور تاج الشریعہ بالکل اپنے نانا جان کے آئینہ تھے، مفتی اعظم ہند کے تقوی کو دیکھنا ہو تو حضور ازہری میاں کو دیکھ لو، مفتی اعظم ہند کی زندگی دیکھنی ہو تو انہیں دیکھ لو، حضور ازہری میاں کی زندگی دیکھنے کے بعد مفتی اعظم ہند کی یاد تازہ ہو جاتی ہے اور مفتی اعظم ہند کا تقوی تو غیر نے بھی قبول کیا اور حضور ازہری میاں کے تقوی کی مثال اور ان کی زندگی کیسی تھی اس کا بخوبی اندازہ آپ حضرت کے تعلیمی دور کے ایک واقعہ سے لگا سکتے ہیں:

حضور ازہری میاں اس وقت جوان اور عالم شباب میں تھے یہ اور مولانا شمیم ازہری (خطیب اعظم موریشس) دونوں ازہر میں ساتھ رہے، ایک ساتھ تعلیم حاصل کی۔

مولانا شمیم ازہری فرماتے ہیں:

''مصر میں جشن جمہوریہ منایا جا رہا تھا اور وہاں کا طریقہ یہ تھا کہ ازہر کے تمام طلبہ لائن میں کھڑے ہوتے اور مصر کی حکومت کا ایک نمائندہ ان سے ہاتھ ملاتا اور طلبہ اس کو مبارک باد دیتے۔''

تاج الشریعہ بھی لائن میں تھے اور علامہ شمیم ازہری بھی اور اس وقت جو ملک کا نمائندہ بن کر آیا تھا وہ ایک خاتون تھی اور وہ لائن میں کھڑے تمام طلبہ سے یکے بعد دیگرے ہاتھ ملا رہی تھی، جب وہ میرے (مولانا شمیم ازہری کے) پاس پہنچی تو میں (مولانا شمیم) حضرت کو ترچھی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا اور پھر میں (مولانا شمیم) نے اس خاتون سے ہاتھ ملالیا اور اس کے بعد وہ تاج الشریعہ کے قریب آئی تو حضور تاج الشریعہ پیچھے ہٹ گئے اور ہاتھ نہیں ملایا''

علامہ شمیم ازہری کا کہنا ہے:

''حضرت نے مجھ سے بات کرنا بند کردی، یہاں تک کہ سلام کا جواب بھی نہیں دیتے اور ایسے ہی کئی دن گزر گئے، میں گھبرا گیا کہ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یادگار اور مجھ سے ناراض رہیں۔

لہٰذا میں حضرت کی قدموں میں گر گیا اور رونے لگا تو حضرت نے اپنا دست شفقت میرے سر پر پھیرا اور کہا:

''شمیم! میں تم سے اپنے نفس کے لئے ناراض نہیں ہوا بلکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا و خوشنودی کے لئے ناراض ہوا تھا کیوں کہ وہ خاتون جس سے تم نے ہاتھ ملایا وہ تمہاری محرم نہیں تھی بلکہ وہ تمہارے لئے غیر محرم تھی اور تم نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا؟''

اس طرح انہوں نے ازہری میاں کے سامنے توبہ کی اور معافی مانگی تو حضرت نے انہیں معاف فرما دیا۔۔۔

آپ خیال کریں اس عمر میں جب جوانی کی عمر تھی اور شباب کا عالم تھا اور آپ طالب علم تھے، عموماً طالب علم کی زندگی ان باتوں کا خیال نہیں رکھتی مگر اس وقت بھی آپ شریعت مطہرہ کے کیسے پابند تھے، اللہ اللہ ہم نے انہیں بہت قریب سے دیکھا ہے آج دنیائے سنیت ان کا سوگ منا رہی ہے، کوئی جیتا ہے تو اپنے لئے اور اپنے خاندان کے لئے جیتا ہے جب وہ مرتا ہے تو پورا خاندان اس کا سوگ مناتا ہے، کوئی جیتا ہے تو اپنے شہر و ملک کے لئے اور جب وہ مرتا ہے تو سارا شہر و ملک سوگ وار ہوتا ہے، مگر حضور ازہری میاں کا جینا تو اللہ و رسول ﷺ کے لئے تھا اور سنیت کو فروغ دینے کے لئے تھا، آج ان کی رحلت پر پوری دنیائے سنیت رو رہی ہے۔

ایک عالم اپنے لئے نہیں جیتا بلکہ وہ اپنی زندگی قوم کے حوالہ کر دیتا ہے، مسلک و ملت کے لئے جیتا ہے، جیسا کہ کہا گیا ''موت العالم موت العالَم''، یعنی ایک عالِم کی موت ایک عالَم یعنی جہان کی موت ہے۔

اس لئے کہ ایک عالم اپنے لئے نہیں جیتا بلکہ وہ ساری قوم کے لئے جیتا ہے۔

ازہری میاں علیہ الرحمہ کی زندگی مذکورہ بالا قول کی مصداق ہے کہ آپ کا جینا دین متین کی سر بلندی کے لئے تھا اس وجہ سے ساری قوم کی آنکھیں آپ علیہ الرحمہ کے وصال پر ملال پر اشک بار تھی۔ تاج الشریعہ اپنے لئے نہیں بلکہ قوم کے لئے مسلک کے لئے، ملت کے لئے، جی رہے تھے اس وجہ سے ساری دنیا سوگ واری کے عالم میں کہہ رہی ہے کہ ؎

داغ فرقت دے گئے اختر رضا خاں ازہری
سارے سنی رو پڑے اختر رضا خاں ازہری

روٹھ کر ہم سے چلے اختر رضا خاں ازہری
مسکرا کر دیکھئے اختر رضا کاں ازہری

تھا لقب تاج الشریعہ آپ کا کتنا حسیں
تاج والے چل دیئے اختر رضا خاں ازہری

وقت رحلت لب پہ اللہ اکبر کی صدا
موت پائی آپ نے اختر رضا خاں ازہری

تیری قبر پاک پر رحمت کی بارش ہو مدام
سب یہی کہتے رہے اختر رضا خاں ازہری

اللہ اللہ حور و غلماں آئے استقبال کو
سوئے جنت جب چلے اختر رضا خاں ازہری

آپ کے غم سے سسکتا رہ گیا عبد الحلیمؔ
سوئے جنت جب چلے اختر رضا خاں ازہری

حضورتاج الشریعہ خانوادۂ رضویہ کا ''مردحق آگاہ''

تحریر: علامہ محمد فروغ القادری، ورلڈ اسلامک مشن انگلینڈ

یہ سحر جو کبھی فردا ہے ، کبھی ہے امروز
نہیں معلوم کہ ہوتی ہے کہاں سے پیدا
وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستان وجود
ہوتی ہے بندۂ مومن کی اذاں سے پیدا

مجھے یہ جان کر بے حد مسرت ہوئی کہ ہندو پاک کے صحافتی ادارے اور جامعات کے ارباب علم و دانش وارث علوم امام احمد رضا، جانشین حضور مفتی اعظم ہند، تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں صاحب قبلہ ازہری نور اللہ مرقدہ ادام المولی فضلہ کے ایوان علم وعمل اور ان کی تابناک زندگی کے مختلف گوشوں کو اپنی عقیدتوں کا خراج پیش کرنے کے لئے ملک وبیرون ملک کے ارباب قلم کے جامع و وقیع مقالات پر مشتمل ایک عظیم کتاب شائع کرنے جارہے ہیں۔

ہر چند کے ایجاد معانی ہے خدا داد
کوشش سے کہاں مرد ہنر مند ہے آزاد
خون رگِ معمارگی گرمی سے بے تعمیر
مئے خانۂ حافظ ہو کے بت خانۂ بہزاد

حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی اختر رضا خاں صاحب قبلہ ازہری مرکز اہلسنت بریلی شریف اور عالم اسلام کی ان قد آور شخصیات میں تھے جنہیں مبدأ فیاض نے ماضی وحال کے بے پناہ علم وفضل اور تقوی و طہارت کی دولت لازوال سے نوازا تھا۔ان کی سب سے بڑی دینی ومسلکی خدمت خودان کی تابناک اور قابل عمل زندگی کا نمونہ تھی۔وہ چودہویں صدی ہجری کے مجدد اعظم سیدی امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے علوم وفنون کے حقیقی وارث تھے۔انہوں نے عہد حاضر کے فتنہ پرور ماحول میں تحریری وتقریری طور پر حالات کا صحیح مقابلہ کرنے کے لئے اپنی باوقار شخصیت میں اعلیٰ نصب العینی، الوالعزمی، اور ملت اسلامیہ کی ناقابل تسخیر قدروں کو اپنی حیات ظاہری کا عنوان بنایا تھا۔ان کی پرکشش شخصیت کے نہا خانوں میں علم وفن کا بحر نا پیدا کنار ہر لحہ ٹھاٹھیں مارتا ہوا محسوس ہوتا تھا۔ان کے پیکر جمال میں ٹھہراؤ بھی تھا اور جولانی بھی۔ استحکام کا سکون بھی تھا اور انقلابی شرارے بھی۔ غیرت جلال بھی تھی اور جمال مروت بھی۔ دعوت و عزیمت کی صحرانوردی اور دینی فیصلوں کے نفاذ میں ان کی پرشکوہ اور مبسوط شخصیت جب ایک بار اپنی رائے پیش کردیتی تھی تو پھر وہ کج کلاہان زمانہ کے تنقیدات اور تبصروں کی پرواہ نہیں کرتی۔ان کی فکرو نظر کی اصابت، علم وفن کا تبحر، فضل وکمال کی انفرادیت اور دین و سنت کے ارتقاء کی راہوں میں ان کے جذبۂ ایثار کی عظمت کو عرب و عجم کے علماء نے تسلیم کیا ہے۔

شمع کی طرح جئیں بزم گہے عالم میں
خود جلیں، دیدۂ اغیار کو بینا کردیں

عصر حاضر کے معاصر علماء میں مجھے کوئی دور دور تک علمی، اور فقہی صلاحیتوں کے اعتبار سے حضور تاج الشریعہ کا ہم پلہ نظر نہیں آتا۔ انتہا درجہ ذہانت، استحضار علمی، معاملہ فہمی اور حاضر دماغی انہیں اپنے جد امجد سیدی امام احمد رضا سے میسر آئی تھی۔ انہیں علوم متداولہ میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ فقہ حنفی کے جزئیات پر ان کی بلاخیز دقت نظر دیکھ کر سند نشان درس و افتاء کو خوشگوار حیرت ہوتی ہے۔ وہ قرآن، حدیث، تفسیر، ادب، تاریخ، فلسفہ، منطق اور کلام کا گہرا مطالعہ رکھتے تھے۔ ان کی عربی تصانیف اور شہ پاروں کو پڑھ کر ان پر عربائے عرب کا شائبہ گزرتا ہے۔ کہیں سے بھی عجمیت کا احساس نہیں ہوتا۔ صحت کلام سے بعض مقامات پر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ عربی زبان و ادب ان کی ذاتی میراث بن چکی ہو۔ جس کا اظہار ان کی انشاء پردازی اور عربی خطابت و محادثت میں مقتضائے حال مقولے، مقفیٰ و مسجع عبارت اور موضوع اشعار کے فی البدیہہ استعمال سے ظاہر ہوتا ہے۔

''الفردة فی شرح البردة'' عربی زبان و ادب میں حضور تاج الشریعہ کی ایسی شاہکار تصنیف ہے جسے پڑھ کر ان کی عالمانہ ندرت، تبحر علمی، کاروان شوق کی کیف و مستی، اور انداز کلام کا بانکپن ظاہر ہوتا ہے۔ ساتھ ہی ان کے اعلیٰ ذہن و دماغ کے نقش و نگار، زبان و بیان کی سلاست، عربی جملوں کی ترتیب و تہذیب میں فصاحت و بلاغت اور معنی خیز استعارے، تخیل و خاکات کی فراوانی جذبۂ دل کے انکشافات، جبرئیلی عشق کا فیضان اور دردمند دل کا الہام قاری کو ایک لمحے کے لئے ورطۂ حیرت میں ڈال دیتے ہیں۔ اور ان تمام مرحلۂ لوح و قلم سے گزرتے ہوئے ان کی معقولیت پسند دلنوازی اجتہاد فکر، جرأت رندانہ اور کون و مکاں کے تاجدار کے قدم ناز سے ان کے قلب و جگر اور ہوش و خرد کی وابستگی ہر ہر لفظ سے نمایاں ہو رہی ہے۔ عشق رسالت کے جاذب کی منزل یقینی طور پر ایک دشوار تر منزل ہے اس سے سرخ رو ہو کر گزرنا اتنا آسان نہیں جتنا کے عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔ بعض اوقات عاشق زار کے محسوسات و جذبات اس درجہ لطیف اور نازک ہوتے ہیں کہ الفاظ ان کا بار اٹھا ہی نہیں سکتے۔ ایسے عالم میں ان کے وجدان و خیالات اور علم و فکر کی ہئیت وضاعی اپنے ایجاد معانی میں عالم غیب کے تصرفات و عنایات کا مرہون رہتی ہے۔ ''الفردة فی شرح البردة'' کو آپ پڑھتے جائیے۔ قدم قدم پر آپ کو عشق بے نیاز کا پہرہ نظر آئے گا۔ اور یہی حضور تاج الشریعہ کی داخل زندگی کا حسن اور نمایاں کمال ہے۔

مرد خدا کا عمل عشق سے صاحب فروغ
عشق ہے اصلِ حیات موت ہے اس پر حرام
عشق دم جبرئیل، عشق دم مصطفےٰ
عشق خدا کا رسول عشق خدا کا کلام
عشق کے مضراب سے نغمۂ تار حیات
عشق سے نور حیات عشق سے نار حیات

حضور تاج الشریعہ نے اپنی مصروف ترین زندگی کے باوجود عملی دنیا کو تشنہ نہیں چھوڑا۔ ان کی تمام تر تصنیفات نے اپنے دامن سیماب میں معلومات و حقائق کے جتنے آفاق تلاش کئے ہیں یہ انہیں کا اعجاز ہنر ہے۔ ان کی تمام تحریروں میں تعمیر خودی کا جوہر اور متعلقہ مباحث سے مظاہرات فن کا عکس دور دور تک پھیلا نظر آتا ہے۔ وہ دبستان رضا کے نہایت ہی پُر جوش معتبر اور بلند پایہ شاعر بھی تھے۔ ان کا ایک ایک

لفظ ادب لطیف کے عرق دو آتشہ میں ڈوبا ہوا ہے۔ وہ جس جذبۂ بے خودی اور سوز درونی سے اپنے محبوب حقیقی کو آواز دیتے ہیں اس میں بظاہر کسی اور ترفع کی گنجائش نظر نہیں آتی۔ عالم نور کے پیکر لطیف اور عرش الٰہی کے مسند نشین کی بارگاہ ناز میں ان کی اجابت کا یہ حال تھا کہ مدیح نبوی کہتے وقت وہ افکار وتخیلات کی مشاطگی کے بجائے اپنے عشق لازوال تک براہ راست رسائی حاصل کر کے اپنے اعجاز ہنر سے اصناف سخن کے ماہرین کو دیدۂ حیرت بنا دیتے ہیں۔ فن شاعری میں زبان وبیان کی اہمیت کیا ہے۔ ترسیل وابلاغ کی راہوں میں کس قدر دشواریاں درپیش ہوتی ہیں۔ ایک سخن ور کو زندگی کی تزئین وتعمیر اور اس کے بقائے دوام میں کیا کردار ادا کرنا چاہئے حضور تاج الشریعہ کا بافیض اور سیال قلم فطرت کی حنا بندیوں سے واقف کار ہے۔

وہ غیر مرئی سے مرئی کی صورت پذیری کا ہنر جانتے ہیں۔ گویا کہ فن شاعری کا محرک اول خودان کی داخلیت اور پرکشش جاہ وجلال ہے۔

میری مشاطگی کی کیا ضرورت حسن معنیٰ کو
کہ فطرت خود بخود کرتی ہے لالہ کی حنا بندی
(اقبال)

حضور تاج الشریعہ کی گرانقدر تصنیفات کی ایک لمبی فہرست ہے، عربی فارسی، اردو اور انگریزی زبان وادب پر انہیں مکمل دسترس حاصل تھا۔ ان کی جامع اور وقیع تحریروں سے ہر صنف سخن پر ان کے گہرے مطالعہ کا اندازہ ہوتا ہے۔ تحقیق وتدقیق کے حوالے سے ان کا رنگ و آہنگ حددرجہ منفرد اور اثر پذیر ہے۔ قحط الرجال کے نامساعد حالات میں اب ہمارے ہاں کی درسگاہوں میں اس طرح کے حساس موضوعات پر طبع آزمائی کی روایت اٹھتی جارہی ہے۔ حضور تاج الشریعہ نے اپنی مؤثر ترین اور لازوال نگارشات کے ذریعہ سے ملک وبیرون ملک کے عصری جامعات کا رشتہ ایک بار پھر خانقاہوں سے جوڑ دیا تھا۔

خاص کر ان کی عربی تصنیفات نے عالم عرب میں اپنی شہرت وپذیرائی کے جتنے آفاق فتح کئے ہیں اس سے حقیقی معنوں میں اہلسنت وجماعت کا وقار بلند ہوا ہے۔ انہوں نے معمولات اہلسنت کو استدلال کی زبان عطا فرمائی ہے۔ حضور تاج الشریعہ کی مندرجہ ذیل کتابیں اپنے عناوین کے لحاظ سے حددرجہ معلومات افزا اور معارف وحقائق سے پر ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

(۱) الدفاع عن کنز الایمان فی جزأین (۲) حکم التصویر (۳) الحق المبین (۴) مراۃ النجدیہ (۵) تحقیق ابا ابراهیم تارح ولیس آزر (۶) تعریب رسالة شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام للعلامة احمد رضا خان رحمه الله (۷) رسالة سد المشارع علی من یقول ان الدین یستغنی عن الشارع (۸) رسالة الصحابة نجوم الاهتداء (۹) تعریب رسالة "الهاد الکاف فی حکم الضعاف" للامام احمد رضا (۱۰) تعریب رسالة" قوارع القهار علی المجسجة الفجار" للامام احمدرضا (۱۱) تعریب رسالة" الامن والعلیٰ لناعتی المصطفیٰ بدافع البلآء" للامام احمد رضا (۱۲) تعریب رسالة "سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح" للامام احمدرضا (۱۳) الفردة فی شرح البردة (عربی شرح)

مذکورہ بالا تمام کتابوں میں ''الفردہ'' جو قصیدہ بردہ شریف (للشیخ علامه شرف الدین محمد بن سعید البوصیری رحمة الله علیه ۔المتوفی ۶۹۷ھ) کی شرح ہے۔اس کے ایک ایک لفظ سے کوثر وتسنیم کے چشمے پھوٹتے ہیں۔حضور تاج الشریعہ نے عالم عرب کی خانقاہوں میں قصیدہ بردہ کی عربی شرح لکھ کر حضرت امام بوصیری کے جذب ومستی ،فکروفن،عشقِ بے پناہ اور ذوق تصوف کو دوبارہ زندہ کردیا ہے۔

ساتھ ہی امام احمد رضا فاضل بریلوی کے تتبع میں آپ کا نعتیہ دیوان ''سفینۂ بخشش'' (۱۹۸۶ء) جو آپ کی عربی واردو نعت، قصائد، رباعیات اور مناقب پر مبنی ہے شعروسخن کی دنیا میں نمایاں مقام رکھتا ہے۔اشعار کی بندش اور صنعت کلام سے بے شمار مقامات پر فاضل بریلوی کا رنگ وآہنگ وارفتگی شوق اور فکری تجلیات کا عکس دور دور تک نکھرا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ میرے نزدیک جذبات کی حرارت جب فکر وخیال کی روشنیوں کے رنگ نکھارتی ہے تو الفاظ الہام کی آئینہ بندی کرکے ذہنی حجابوں سے اُدھر پوشیدہ حقیقتوں کا سراغ لگاتے اور محسوسات کے آفاق سے پرے اسرار ورموز کا پتہ لگاتے ہیں۔دراصل شعری معنویت اپنے مقاصد بیان میں لفظیات کا سہارا چاہتی ہے۔ جب تک کے صاحب نطق وبیان لفظوں کے مزاج سے مکمل طور پر واقف کار نہ ہو وہ جذب وخیال کے آفاق کو مسخر نہیں کرسکتا۔لفظیات پر باضابطہ گرفت کے بغیر نثر ونظم کی دنیا نا تمام رہتی ہے۔میں ہمیشہ سے الفاظ کے حسیاتی اور عملی اثر ونفوذ کا قائل رہا ہوں۔لفظیات کا صحیح اور برمحل انتخاب معانی کی ترسیل وابلاغ کے لئے ازبس ضروری ہے۔لفظ انسانی زندگی کا سرمایہ۔تہذیب وتمدن کا عنوان ،فکری نظریات کی پہچان اور احساس خودی کا استعارہ ہے۔لفظ ہماری کائنات بیکراں، ہماری ذات کے ادراک کا مؤثر ذریعہ اور ہمارے محسوسات کے اظہار کا توانا تر وسیلہ ہے۔

دریا متلاطم ہوں تری موج گہر سے
شرمندہ ہو فطرت ترے اعجاز ہنر سے
خورشید کرے کسب ضیا تیرے شرر سے
ظاہر تیری تقدیر ہو سیمائے قمر سے
(اقبالؔ)

میرے ممدوح گرانی حضور تاج الشریعہ سیدی علامہ اختر رضا خاں قادری الازهری دام ظله العالی علی الامة المسلمة بعد الوصال رحمة الله علیه کی ہمہ جہت شخصیت عالم اسلام میں مرجع فتاویٰ تھی اور مرکز علم وفن بھی، وہ مفتی بھی ہیں قاضی بھی، مفسر بھی ہیں محدث بھی، فلسفی بھی ہیں اور مایہ ناز مفکر بھی، دانشور بھی ہیں اور کہنہ مشق شاعر وادیب بھی، دعوت وعزیمت اور جرأت واستقامت کی تمام تر خوبیوں سے مرصع ان کی زندگی کی داخلی خوبیوں پر ہندوپاک کے ارباب قلم نے اب تک بہت کچھ لکھا ہے تاہم ہندو پاک کے جامعات کے زیر اہتمام حضور تاج الشریعہ کی حیات وخدمات پر شائع ہونے والی کتاب اپنی نوعیت کی منفرد ہوگی جس میں ان کے طغراہائے جمال کے دلکش خدوخال کو لوح وقلم کے دامن سیماب میں اتارنے کے لئے ملک وبیرون ملک کے مشاہیر ارباب علم ودانش کی خدمات حاصل کی گئی ہیں۔جس کے لئے میں ارباب حل وعقد اور ان کے تمام رفقائے کار کو اپنی جانب سے ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں بلاشبہ پوری علمی دنیا اور عشاقان تاج الشریعہ کی طرف سے بے شمار خواہشات اور دعاؤں کے مستحق ہیں رب قدیر وجباران کی کاوشوں کو قبول فرمائے۔آمین۔

جہان تازہ کی افکار تازہ سے ہے نمود
کے سنگ وخشت سے ہوتے نہیں جہاں پیدا

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کے بارے میں تاج الشریعہ کی تحقیق

از۔ مولانا فیضان سرور

ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کے تقریباً ہزار سال بعد نمرود بن کنعان بن سام کے دور پُرفتن میں ابوالانبیاء حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اس خاکدان گیتی پر جلوہ گر ہوئے۔ ہمارے آقا ﷺ کا سلسلۂ نسب تقریبا ۲۹/ واسطوں سے آپ تک پہونچتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد گرامی کے نام کے سلسلے میں کئی طرح کی باتیں ملتی ہیں۔ مثلا:

ان کے والد کا نام ''آزر'' ہے۔

ان کے والد کا نام ''تارخ'' ہے۔

اصلی نام ''تارخ'' ہے لقب ''آزر'' ہے۔

اصلی نام ''آزر'' ہے اور لقب ''تارخ'' ہے۔

آزر اس بت کا نام ہے جس کی پرستش آپ کے والد گرامی کیا کرتے تھے بعد میں آپ کے والد گرامی کو اسی نام سے جانا جانے لگا۔

''آزر'' آپ کے والد کا اصلی نام ہے نہ بت کا، بلکہ یہ آپ کے والد کا وصفی نام ہے کہ اس کا لغوی معنی ہے کج رو، خطا کار۔ بت پرستی کی وجہ سے قرآن نے اس لفظ سے یاد کیا ہے۔

''آزر'' حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام نہیں بلکہ چچا کا نام ہے۔ والد کا نام تارخ ہے۔ (جمہور کا موقف یہی ہے)

آپ کے والد کے نام کے سلسلے میں اس شدید اختلاف کی وجہ بیان کرتے ہوئے شمس العلماء حضرت مفتی غلام مجتبیٰ اشرفی بھیونڈی نے ''مرأۃ الانساب'' کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت سے قبل کاہنوں نے نمرود کو خبر دی کہ ایک لڑکا پیدا ہوگا، جو بت پرستی اور دین نمرودی کے زوال کا سبب بنے گا، سن کر نمرود بڑا بوکھلایا اور پیدا ہونے والے تمام لڑکوں کے قتل عام کا حکم جاری کردیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش کا وقت آیا تو آبادی سے دور ایک غار میں آکر آپ کی والدہ نے آپ کو جنم دیا اور وہیں نشو ونما ہوئی۔ جب نوجوانی کی دہلیز پر قدم رکھا تو آبادی میں تشریف لائے، حالات کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والدین کی طرح آپ کے والدین بھی خفیہ طریقہ سے اپنی زندگی گزارتے رہے، نتیجہ یہ نکلا کہ دونوں کا نام مشتبہ ہوکر رہ گیا۔

(آزر چچا نہ کہ والد، ص:۱۳، ناشر اسلامک ریسرچ سینٹر بریلی شریف)

آیت کریمہ: "و اذا قال ابراهیم لابیه آزر اتتخذ اصناما الهة"۔ کے ظاہر پر نظر کرتے ہوئے بعض حضرات نے سمجھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام ''آزر'' تھا، اور اسی کا قول بھی کردیا۔ جمہور علمائے اسلام نے تحقیق پیش کی کہ ان کے والد کا نام ''تارخ'' ہے۔ اور آیت کریمہ سے ''آزر'' کا قول کرنا درست نہیں کہ ''چچا'' کے لئے ''اب'' کا اطلاق کئی زبانوں میں شائع وذائع ہے۔ خود قرآن کریم میں کئی جگہ ''اَب'' کا اطلاق غیر والد حقیقی کے لئے ہوا ہے۔ اہل علم کے درمیان یہ بحث کافی معرکہ آرا بنی رہی اور شروع ہی سے علما طبقوں میں بٹے رہے۔

۱۴۰۷ھ میں اسلام پورہ، بھیونڈی (مہاراشٹر) میں ایک صاحب نے اس مسئلے کو عوامی حلقوں میں چھیڑ کر انہیں مضطرب کر دیا، عوام کا کہنا تھا کہ ایک اولوالعزم پیغمبر کے والد آخر مشرک و بت پرست کیسے ہو سکتے ہیں؟ معاملہ وقت کے مدبر اعظم حضرت تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں پہنچا۔ آپ نے مختصر مگر جامع جواب تحریر فرما کر معاملے کا تصفیہ فرما دیا۔

آپ کا یہ تاریخی فتوی ''حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد تارخ یا آزر'' کے نام سے ایک رسالہ کی شکل میں شائع ہوا تھا اور اب مولانا شہاب الدین رضوی نے نومبر ۲۰۱۵ء میں ''حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام'' کے عنوان سے شائع کیا ہے اور یہی نسخہ میرے پیش نظر بھی ہے۔ واضح رہے کہ حضرت کے اس تاریخی فتوی کو دار المقطم قاہرہ، مصر نے عربی زبان میں ''**تحقیق ان ابا ابراهیم تارخ ولیست آزر**'' کے نام سے بھی شائع کیا ہے۔

ہم ذیل کے سطور میں اس باب کے تحت مذکورہ کتاب سے اخذ کر کے حضرت کی چند تحقیقات پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

''محققین علمائے کرام کا مسلک یہ ہے کہ حضور پرنور شفیع المذنبین سیدنا محمد ﷺ کے تمام آبائے کرام وامہات کریمات، سیدنا آدم علیہ السلام سے حضرت عبداللہ وسیدہ آمنہ تک سب مؤحد تھے، کوئی کافر نہ تھا، اور آیت کریمہ "**الذی یرٰك حین تقوم و تقلبك فی السٰجدین**" یعنی جو تمہیں دیکھتا ہے جب تم قیام فرماتے ہو اور مومنوں کے اصلاب میں تمہارے دورہ کو دیکھتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس کی تفسیر میں مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

''**ای تقلبک عن اصلاب طاهرة من بعد اب الی ان جعلک نبیا فکان نور النبوة ظاهرا فی آبآئه**''

یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کی پاک پشتوں میں دورہ کو اور ایک پدر سے دوسرے پدر کی پشت میں منتقل ہونا دیکھا ہے۔ یہاں تک کہ حضور کو اللہ تعالیٰ نے نبی بنا کر بھیجا تو نبوت کا نور آپ کے آباء کرام میں ظاہر تھا۔ یہ تفسیر امام ابوالحسن ماوردی نے سیدنا عبداللہ ابن عباس سے نقل فرمائی اور امام جلال الدین سیوطی نے اپنی تصنیف ''**مسالک الحنفاء**'' میں ان سے نقل فرما کر اسے باقی رکھا اور اس خصوص میں امام جلال الدین سیوطی نے چند رسالے تحریر فرمائے جن کا خلاصہ ''**شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام**'' تصنیف لطیف اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی میں ہے۔

آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد نہ تھے، ان کے والد کا نام تارخ تھا اور آپ کے چچا کا نام آزر ہے جو کافر تھا یہی مسلک بکثرت نسابین (یعنی وہ لوگ جو شجرۂ نسب بیان کرتے ہیں) کا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور سلف کی ایک جماعت کا بھی یہی قول ہے۔ (حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام، ص: ۴/۵، مطبوعہ اسلامک ریسرچ سینٹر بریلی شریف، نومبر ۲۰۱۵ء)

اپنے موقف کو دلائل سے پختہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

چنانچہ اسی ''**مسلک الحنفاء**'' میں امام سیوطی فرماتے ہیں:

وهذا القول اعنی ان آزر لیس ابا ابراهیم، ورد عن جماعة من السلف، اخرج ابن ابی حاتم بسند ضعیف عن ابی عباس فی قوله: '' و اذا قال ابراهیم لابیه آزر''.

"ابا ابراهيم لم يكن اسمه آزر و انما كان اسمه تارخ"
یعنی یہ قول کہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام آزر نہ تھا، ایک جماعت سلف سے منقول ہے ابن ابی حاتم نے بسند ضعیف ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت کریمہ" و اذا قال ابراهيم لابيه آزر" کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام آزر نہ تھا، ان کے باپ کا نام تارخ تھا۔

اسی میں مجاہدے سے ہے:"ليس آزر ابا ابراهيم" آزر ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہ تھا۔

اسی میں ابن جریج سے بسند صحیح بروایت ابن المنذر رہے کہ ابن جریج نے فرمایا"يس آزر بابيه انما هو ابراهيم بن تيرح، اوتارخ بن شارخ بن نار حور بن فالغ"

اسی میں اسدی سے بہ سند صحیح بہ طریق ابن ابی حاتم مروی ہوا:" انه قيل له اسم ابى ابراهيم آزر فقال : بل اسمه تارخ"
یعنی اسدی سے کہا گیا: ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام آزر ہے، انہوں نے فرمایا: بلکہ ان کے والد کا نام تارخ ہے۔

اوراسی **مسلک الحنفاء** کی توجیہ باعتبار لغت یوں ہے کہ لفظ اب کا اطلاق چچا پر شائع وذائع ہے، اوراس کی نظیر قرآن کریم میں موجود ہے۔قال اللہ تعالیٰ:"ام كنتم شهدآء اذ حضر يعقوب الموت اذ قال لبنيه ما تعبدون من بعدى قالوا نعبد الهك واله آبائك ابراهيم و اسماعيل و اسحق"
یعنی کیا تم اس وقت حاضر تھے جب یعقوب علیہ السلام کی وفات کا وقت تھا، جب کہ انہوں نے اپنے بیٹوں سے فرمایا" میرے بعد تم کسے پوجوگے، وہ بولے ہم آپ کے خدا اور آپ کے آبائے کرام ابراہیم اواسماعیل واسحاق کے خدا کو پوجیں گے۔" آیت کریمہ میں اسماعیل علیہ السلام کو حضرت یعقوب کا" اَب" باپ فرمایا، حالانکہ وہ چچا ہیں۔(حوالہ سابق ص:٦۔٥)

اس کے بعد حضرت تاج الشریعہ نے امام سیوطی کے حوالے سے ایک اثر نقل کیا ہے۔جس کا خلاصہ یہ کیا ہے کہ" آزر" آپ کا چچا تھا۔جس نے نار نمرود کو گلزار ہوتا دیکھ کر کہا تھا کہ"من اجلى رفع عنه"یعنی اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تمہیں بچالیا، اسی وقت اللہ تعالیٰ نے آگ کا ایک شرارہ بھیج کر چچا کو خاکستر کردیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام پر جب یہ عقدہ کھلا کہ آپ کی چچا کی موت کفر پر ہوئی ہے تو آپ نے ان کے حق میں سابقہ دعائے مغفرت سے بیزاری کا اعلان فرمادیا۔ اپنے چچا کی وفات کے طویل عرصے بعد آپ نے اپنے والدین کے حق میں مغفرت کی دعا کی اس سے صاف واضح ہے کہ قرآن میں جس کی دعائے مغفرت سے تبری کا ذکر آیا ہے وہ ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا ان کا پدر حقیقی نہیں۔(دیکھیں ص:٧۔٨)

چند مرجوح دلائل کی وضاحت: سائل نے پوچھا تھا کہ زید جو کہ" آزر" کو حضرت ابراہیم کا والد بتا تا ہے اور حوالے کے طور پر درج ذیل اقتباسات پیش کرتا ہے، ان کی حقیقت کیا ہے۔

(ا)قيل كان اسم ابيه اى ابراهيم تارخ ، فعرب، فجعل آزر. (المفردات الامام راغب اصفهانى، ص: ١٣)

(٢) قال ابن جرير الطبرى فى تفسيره: قد يكون له اى الآزر اسمان كما لكثير من الناس، او يكون احدهما لقبا و هذا الذى قاله جيد قوى (تفسیر ابن کثیر، ج:٢ص:١٥١)

(٣)ابن حبیب بغدادی (م:٢٥۴ھ) نے لکھا ہے:تارخ وهو

آزر. (المحبر، ص: ۴ مطبوعه دائرة المعارف العثمانية، حیدرآباد ۱۹۴۲ء)

(۴) یہ قول کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا، ضعیف ترین قول ہے ۔ کلدانی زبان میں بڑے پجاری کے لئے آدار کا لفظ مستعمل تھا یہ معرب ہوکر آزر بن گیا، اصل نام تارخ تھا، اور آزر علم وصفی، قرآن کریم نے اسی علم وصفی سے یاد کیا۔ امام سیوطی فرماتے ہیں:

وهو ای ابراهیم ابن آزر و اسمه تارخ.

(الاتقان فی علوم القرآن ، ج: ۲ ص: ۱۳۸)

پہلے قول کی توجیہ کرتے ہوئے حضرت تاج الشریعہ لکھتے ہیں:

''رہی مفردات کی عبارت تو وہ ''قیل'' سے شروع ہے اور ''قیل'' سے ''قول ضعیف'' کو تعبیر کرتے ہیں، اور کبھی مجرد قول کی حکایت مقصود ہوتی ہے، مگر غالبا ضعف کی طرف اشارہ کرنے کے لئے مستعمل ہوتا ہے۔ تو باعتبار غالب امام راغب کے نزدیک بھی یہ قول ضعیف معلوم ہوتا ہے۔ اور علی الاقل احتمال ہے اور محتمل کو مستدل بنانا صحیح نہیں۔ (صفحہ ۹۔۸)

دوسرے قول کی وضاحت میں درج بالا عبارت سے ماقبل کی عبارت نقل کر کے حضرت تاج الشریعہ نے یہ ثابت کیا ہے کہ خود تفسیر ابن کثیر میں بھی یہ درج ہے کہ عبداللہ بن عباس اور کثیر علما کا مذہب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام ''تارح'' یا تارخ'' تھا، آزر ان کے چچا کا نام تھا۔

ان باتوں کو لکھنے کے بعد رقم طراز ہیں: ''تو ابن عباس رضی اللہ عنہما اور اکثر علما کے مقابل تنہا ابن جریر یا ابن کثیر کا قول کیوں کر لائق تسلیم ہے۔'' (صفحہ ۹۔۱۰)

''الاتقان فی علوم القرآن کی عبارت کے بارے میں لکھتے ہیں۔

''اتقان کی عبارت کا جواب خود تصریحات امام سیوطی رضی اللہ عنہ سے ہو گیا اسی اتقان میں ہے: '' ولو الذی اسم ابيه تارخ و قيل آزر و قيل يازر ''یعنی ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام ''تارخ'' تھا اور کہا گیا ہے کہ ''آزر'' اور کہا گیا ہے کہ ''یازر'' تھا۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ علامہ امام سیوطی کے نزدیک راجح ومعتمد یہی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام ''تارخ'' تھا اسی لئے اسے مقدم کیا اور ''آزر'' کو قیل سے جو مشعر ضعیف ہے، تعبیر کیا۔ یہاں سے ظاہر ہے کہ اتقان کی وہ عبارت جو اس تصریح کے خلاف ہے، ناسخ کی طرف سے زلت قلم یا سہو ونسیان کا نتیجہ ہے۔

(ص: ۱۰ ملخصا وملتقطا)

سائل نے ساری تفصیلات ذکر کرنے کے بعد پوچھا تھا کہ حضرت ابراہیم کے والد کی جانب کفر کی نسبت کرنے پر زید کے تعلق سے حکم شرع کیا ہے؟ کیا وہ گمراہ ہے؟

اس پر حضرت تاج الشریعہ نے جو جواب لکھا ہے وہ پڑھنے کے قابل ہے۔ میں آج کے صاحبان جبہ ودستار کو دعوت فکر دیتا ہوں کہ حضرت کے اس طرز عمل کو اپنائیں اور کسی پر شرعی حکم نافذ کرنے میں خوب تحقیق اور احتیاط سے کام لیں کہ رواں مسئلے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد بلکہ بالواسطہ حضور ﷺ کے آبائے کرام کی جانب کفر کی نسبت ہو رہی ہے مگر اس کے باوجود حضرت تاج الشریعہ گمراہ کا فتویٰ نہیں دیتے، بلکہ لکھتے ہیں:

''زید کے حوالوں کا جواب ہمارے اس فتوے سے ظاہر ہو گیا، اور زید اگر دانستہ معاندین بین، نہ مرض قلب کا شکار ہو، تو اسے گمراہ کہنا صحیح نہیں، البتہ اتباع جمہور محققین کا ضرور تارک اور خاطی ہے۔'' (ص: ۱۰)

خلاصہ یہ کہ حضرت کا یہ فتویٰ نہایت تحقیقی اور اپنے موضوع کے اعتبار سے کافی وشافی ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت کا فیضان عام وتام فرمائے۔

حضور تاج الشریعہ اور فروغ تعلیم

از: مولانا محمد ابو ہریرہ رضوی، رام گڑھ (جھارکھنڈ)

عالم اسلام کی عبقری شخصیت حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی کے ''فروغ تعلیم'' کو میں نے اپنا موضوع سخن بنایا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر علم وفن کے کن کن پہلوؤں کا جائزہ لوں اور کن کو نظر انداز کروں؟

شکار ماہ یا تسخیر آفتاب کروں
میں کس کو ترک کروں کس کا انتخاب کروں

باتیں زیادہ، صفحات کم ہیں۔ کائنات علم کو آخر مٹھی میں بند کون کرسکتا ہے اور وہ بھی اس وقت جب کہ ممدوح کے گھر کا بچہ بچہ علم وفن کا کوہ ہمالہ ہو، پورا کا پورا گھرانہ علم وفضل کے زیور سے آراستہ ہو، اَن پڑھوں سے ہمیں بحث نہیں۔ پڑھے لکھے لوگوں سے پوچھ لیجئے حضرت رضا علی خاں ہندوستان کے کس عظیم سپوت کا نام ہے۔ حضرت مفتی نقی علی خاں کس متکلم زمانہ کو کہتے ہیں؟ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علم وفن کی کس حجت و برہان کا نام ہے، مفتی اعظم حضرت علامہ مصطفےٰ رضا خاں ہندوستان کے کس متقی و مدبر اعظم کا نام ہے۔ غرض کہ خانوادہ رضویہ کے افراد و اشخاص کا آپ بہ نظر انصاف جائزہ لیتے ہیں تو حقیقت خود آپ کو بتاتی جائے گی کہ ابھی جو ایشیا و یورپ میں دین وسنیت کی بہاریں ہیں، مدارس اہل سنت کی قطاریں ہیں اور تیرہویں صدی سے لے کر آج تک وہ علماء جن کے وارے نیارے ہیں۔ تقریبا سب کے سب اس خانوادے کے بالواسطہ یا بلاواسطہ سنوارے ہیں۔

آپ دنیا کا جائزہ لیں گے تو آپ کو بہت سی ایسی خانقاہیں مل جائیں گی جن کے آباواجداد اور بانی مبانی نے تو تعلیم و تعلم اور دین وسنیت میں کارہائے نمایاں انجام دیئے مگر آج کی مسند پر بیٹھنے والوں کا حال یہ ہے کہ ارکان اسلام سے بھی ناآشنا ہیں، وہ دوسروں تک کیا اسلام کا پیغام پہنچائیں گے خود جب اسلام اور علوم دینیہ سے کوسوں دور ہیں۔ آخر ایسا کیوں ہوا؟ کیا ان کے پاس تعلیم حاصل کرنے کی راہیں مسدود تھیں؟ کیا انہیں کسی شرعی مجبوری نے علوم اسلامیہ سے غافل رکھا؟ بلکہ ان میں ''پدرم سلطان بود'' کا نشہ تھا، جب دیکھا کہ بچپن ہی سے اپنے آباواجداد کی نیک نامی کی بھیک مل رہی ہے تو پھر تعلیم حاصل کرنے کی کیا ضرورت؟ سفر کی تکالیف اور مدارس سے قید و بندانہ زندگی گزارنے سے کیا فائدہ؟ بنا بنایا فیلڈ ہے چمکی چمکائی دکان ہے بس اِدھر مرشد گرامی کی آنکھ بند ہوئی اُدھر جانشینی ہاتھ آئی۔

مگر واہ رے تاج الشریعہ کی ذات! پورا کا پورا ایشیا بلکہ

عالم اسلام آپ کے گھرانے کا معتقد ہے ایک اشارہ ابرو پر تن، من، دھن کی بازی لگا دینے کو تیار ہے، فیض یافتوں کی خاصی بھیڑ لگی ہوئی ہے، ہر طرف سے آؤ بھگت ہو رہی ہے مگر ان سب کو چھوڑ کر آپ علم کی طرف لپکے جا رہے ہیں۔ ہندوستان میں ایک سے ایک رجال علم وفن سے علمی تشنگی بجھانے کی کوشش کی مگر تشنگی بڑھتی ہی رہی ہے، پڑھتے گئے بڑھتے گئے، جب خوب پر نکل آئے تو پرواز کے لئے پر تولنے لگے، جامعہ ازہر سے بڑی وقت کی کوئی دینی درس گاہ نظر نہ آئی۔ بس کیا تھا پرواز کی اور پھر عالم اسلام کی سب سے عظیم یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا، خوب پڑھا، وقت کا صحیح استعمال کیا، آنکھوں کا تیل جلایا، کتابوں میں دماغ کھپایا، رات کو رات نہ سمجھا، جب جامعہ ازہر کا نتیجہ نکلا تو سارے طلبہ بالخصوص طلبۂ مصر دیکھ کر حیران و ششدر رہ گئے کہ ایک ہند نژاد طالب علم نے اپنے درجے میں وہ نمایاں مقام حاصل کیا ہے کہ سارے رفیق درس جس مقام کو حاصل کرنے کے لئے ترستے رہتے ہیں۔ آخر ایک عجمی نے ہم عربوں کے ملک میں آ کر اپنی شوکت وسطوت کا جھنڈا کیسے گاڑ دیا؟

اس طرح جہاں گئے دور طالب علمی ہی سے اپنی علمی دھاک بٹھاتے رہے اور ایک کامیاب طالب علم کی حیثیت سے جانے جاتے رہے۔ آج انہیں محنتوں اور مشقتوں کا ثمرہ ہے کہ ان کے ہم پلہ کوئی نظر نہیں آتا، مرجع العلماء ہیں، مرجع اصحاب فقہ وتحقیق ہیں۔ آیئے ذرا اب ان کی علمی میدان میں ان کی کارفرمائیاں ملاحظہ فرمائیں:

''تاج الشریعہ اور فروغ تعلیم'' کے تحت بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے کیونکہ یہ آپ کی زندگی کا ایک اٹوٹ حصہ ہے، سفر میں ہوں یا حضر میں ہر جگہ علم وفضل کے جوہر لٹاتے رہے، کبھی مسند تدریس پر بیٹھ کر تشنگان علوم نبویہ کو سیراب کرتے رہے، تو کبھی دار الافتاء کو زینت بخش کر حل المشکلات بنتے رہے، کبھی دنیا کے چپے چپے میں گھوم کر علوم رضا تقسیم فرماتے رہے، کبھی فقہی سیمینار میں علماء کی نمائندگی کر کے اُن کے علمی تسامحات پر مطلع فرماتے رہے۔

زبان کی بات آئی تو زبان سے اور جب سنان قلم کی بات نکلی تو پھر اپنے قلمی جواہر پارے بکھیر کر وقت کی ضرورت کو پورا کرنے میں لگے رہے۔ غرض کہ علم وفن کی تمام مروجہ شاخوں پر اپنا آشیانہ بنا کر موقع محل کی مناسبت سے نغمہ سنجی کرتے رہے۔

تدریس کے ذریعہ فروغ تعلیم: جامعہ ازہر سے فراغت کے بعد ہندوستان واپس تشریف لا کر اپنے مادر علمی ''دار العلوم منظر اسلام'' میں تدریس کے ذریعہ علم وفضل کے گوہر لٹانے لگے۔ یہ ۱۹۶۷ء کا آغاز تھا، برادر اکبر حضرت علامہ ریحان رضا خاں رحمانی میاں علیہ الرحمہ نے جب آپ کی تدریس کا نرالا انداز دیکھا تو آپ کو ۱۹۷۹ء میں صدر المدرسین'' کے اعلیٰ عہدے پر فائز فرما دیا۔ اس طرح آپ یہاں مسلسل ۱۲/سال تک خدمت دین وسنیت میں لگے رہے اور علمی غلغلہ میں اپنے بہت سے معاصرین کو پیچھے چھوڑ دیا۔

آپ کی تدریسی دھمک ہندوستان کے کونے کونے میں محسوس کی جانے لگی، اور تشنگان علوم ومعرفت آپ کی جانب رخت سفر باندھنے لگے اس طرح منظر اسلام آپ کے عہد تدریس میں شہرت ومقبولیت کے بام عروج کو پہنچ گیا۔ چنانچہ آپ کی درس گاہ سے ایسے ایسے علم و فضل کے بادشاہ نکلے کہ آج دنیا انہیں سر آنکھوں پر سجا رہی ہے اور دلوں میں جگہ دے رہی ہے۔ جب دعوتی اور مذہبی مصروفیات بڑھ گئیں، تبلیغی اسفار کے بغیر چارہ کار نہ رہا تو آپ دار العلوم منظر اسلام سے علیحدہ ہوگئے۔ مگر آپ کے عالمانہ اور رضویانہ ذہن نے اس بات کو قبول نہ کیا کہ صرف تبلیغی اسفار میں لگے رہیں اور طالبان علوم نبویہ کو یک سر نظر انداز کردیں چنانچہ آپ نے ایک بار پھر اپنے کاشانۂ اقدس میں مسند تدریس کو شرف بخشا۔ درس قرآن ودرس بخاری کے ذریعہ مذہب اسلام کی نشر واشاعت کرنے لگے۔ جس میں طلبہ منظر اسلام، مظہر اسلام اور جامعہ نوریہ کثرت سے شریک ہوکر مستفید ہوئے۔

جب ''جامعۃ الرضا'' قائم ہوا تو وہاں جاکر آپ نے طلبہ کو بخاری شریف کا درس دینا شروع کیا اور ایک زمانے تک طلبہ جامعۃ الرضا کو اپنے کاشانہ اقدس ہی پر درس دیا کرتے تھے۔ جس میں فضیلت تخصص فی الفقہ اور افتاء کے بچوں کی حاضری لازمی ہوا کرتی تھی اس طرح آپ اپنی پیرانہ سالی اور ضعف ونقاہت کے باوجود فروغ تعلیم دین میں لگے رہے۔

فتاویٰ نویسی کے ذریعہ فروغ تعلیم: ۱۹۶۷ء ہی سے جب آپ نے تدریسی دنیا میں قدم رکھا تھا اس وقت سے لے کر اخیر تک فتویٰ نویسی کا اہم فریضہ انجام دیتے رہے، بقول مولانا محمد شہاب الدین رضوی ایک اندازے کے مطابق حضور تاج الشریعہ کے فتاویٰ کے رجسٹروں کی تعداد اکتیس سے متجاوز ہوگئی ہے۔

(حیات تاج الشریعہ، ص:۲۰)

جو اپنے آپ میں ایک بہت بڑا علمی کارنامہ ہے۔ اس کے علاوہ اپنے مدرسے سے (جامعۃ الرضا) میں مشق افتا کے طلبہ کو درس دیا کرتے تھے اور انہیں دار الافتاء کے اسرار ورموز سکھا کر فتاویٰ نویسی کے لائق بناتے۔ اس طرح فروغ تعلیم اور اشاعت سنیت کا کام جاری و ساری رہا۔

تقریر کے ذریعہ فروغ تعلیم: درس گاہوں میں تو آپ کی خالص علمی وتحقیقی تقاریر ہوتی ہی رہتی تھیں، جب جلسہ گاہوں میں آپ پہنچتے تھے تو وہاں بھی آپ اسلام کا حقیقی چہرہ پیش کرتے کیونکہ جلسہ گاہ مدارس سے جدا نہیں۔ اگر مدارس طلبہ کے پڑھنے کی جگہ ہیں تو جلسے عوام کے لئے بہترین درس گاہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ چنانچہ آپ ابتدا ہی سے اپنی تقاریر کے ذریعہ عوام کو کچھ سکھانے کے درپے رہے اور قرآن وحدیث کی صحیح تعلیمات سے روشناس کرایا۔

تحریر کے ذریعہ فروغ تعلیم: حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ قلم وقرطاس کی اہمیت کے پیش نظر وقتاً فوقتاً کتابیں تحریر فرماتے رہے اور شریعت مطہرہ کی حقیقی تعلیمات پیش کرتے رہے۔ حتی کہ

کثرت اسفار، کثیر دینی مشاغل بلکہ آنکھوں سے معذور ہونے کے باوجود ان کی نئی نئی کتابیں اہل علم کو ذوق تسکین فراہم کرتی رہیں تو اہل علم مزید ورطہ حیرت میں ڈوبتے رہے کہ آخر اتنی مصروفیات کے باوجود کتابی کام کے لئے کہاں سے وقت نکال لیتے ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

آپ کی کتابیں کتابوں کے ڈھیر میں اضافے کا سبب نہیں بنتیں بلکہ وقت کی ضرورت کو پورا کیا کرتی ہیں اور اسلام کا اجالا لے کر آتی ہیں۔ حواشی، تعاریب، تراجم اور تصانیف کی مختلف شکلوں میں آپ کی کتابوں کی تعداد ۷۵؍ سے زائد ہے۔

جامعۃ الرضا: حضور تاج الشریعہ نے فروغ تعلیم کے سلسلے میں اپنے طور پر علمی جدو جہد کرنے کے ساتھ ہی ساتھ سب سے بڑا کام یہ کیا کہ ایک علمی کارخانہ ''جامعۃ الرضا'' کھول کر تعلیم کی راہیں ہموار کر دی ہیں جس میں ہر طرف سے تشنگان علوم وفنون جوق در جوق آکر اپنی علمی تشنگی بجھا رہے ہیں۔ اس میں محض روایتی تعلیم شامل نصاب نہیں ہے بلکہ اس کا نصاب قدیم نافع اور جدید صالح کا حسین سنگم ہے۔

شرعی کونسل آف انڈیا: امت کو درپیش جدید مسائل کے حل کے لئے آپ نے شرعی کونسل آف انڈیا قائم کی جس کے تحت اپنے آغاز ہی سے اب تک بارہ سیمینار کا انعقاد ہو چکا ہے۔ اب تک (تقریبا ۳۶) نو پید مسائل کا حل تلاش کیا جا چکا ہے۔ یہ کام آپ کی سرپرستی میں ہر سال بحسن وخوبی انجام پاتا رہا۔ اس طرح آپ کی اس تحریک کے ذریعے چیلنجز کے اس دور میں مسلمانوں کو جدید فقہی مسائل سے آگاہ کیا جا رہا ہے۔

اداروں کی سرپرستی: آپ کی علمی وفقہی دلچسپی اور بہترین قائدانہ صلاحیتوں کے پیش نظر ہر شخص نے آپ کو سرمہ نگاہ بنائے رکھا اور آپ کے سایہ کرم میں رہنے کو اپنے لئے باعث افتخار سمجھا۔ یہی وجہ ہے کہ سینکڑوں تعلیمی اور تنظیمی ادارے آپ کی سرپرستی میں چلتے رہے اور تعلیم وتبلیغ کا یہ سلسلہ دراز سے دراز تر ہوتا رہا۔

پیش ہے چند تعلیمی اداروں کی ایک فہرست:

(۱) جامعہ مدینۃ الاسلام، ہالینڈ
(۲) مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا، بریلی شریف
(۳) الجامعۃ النوریہ، بہرائچ
(۴) الجامعۃ الرضویہ، پٹنہ
(۵) مدرسہ عربیہ غوثیہ حبیبیہ، برہان پور۔
(۶) مدرسہ اہل سنت گلشن رضا، دھنباد
(۷) مدرسہ غوثیہ جشن رضا، گجرات۔
(۸) دار العلوم قریشیہ رضویہ، آسام
(۹) مدرسہ رضاء العلوم، ممبئی
(۱۰) مدرسہ تنظیم المسلمین، پورنیہ

اس طرح حضرت کی زندگی کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کو تعلیم سے یا تعلیم کو آپ سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔

منقبت در شان تاج الشریعہ

از: (مولانا) تحسین رضا قادری مدرس دار العلوم ضیائے مصطفیٰ کانپور

حامئ دین و شریعت حضرت اختر رضا ہیں
ماحئ کفر وضلالت حضرت اختر رضا ہیں

زینت بزم طریقت حضرت اختر رضا ہیں
رونق گلزارِ وحدت حضرت اختر رضا ہیں

کردیا شاداب و تازہ گلشن اسلام کو
رنگ و بوئے قادریت حضرت اختر رضا ہیں

مسلک احمد رضا کی عمر بھر تشہیر کی
رضویت کی شان وشوکت حضرت اختر رضا ہیں

ہم شبیہ حجۃ الاسلام سراپا مان لو
یادگارِ اعلیٰ حضرت حضرت اختر رضا ہیں

جس نے کی ہے خلق کی خدمت رضا کے فیض سے
ہاں وہی محسن ملت حضرت اختر رضا ہیں

کتنے لوگوں کو ملی ان کے بدولت روشنی
شمع راہِ دین و سنت حضرت اختر رضا ہیں

عمر بھر جس نے سنواری زلف برہم دین کی
رہبر راہِ شریعت حضرت اختر رضا ہیں

عابد شب خیز لیتے بھیک بابِ خیر سے
عارف راز حقیقت حضرت اختر رضا ہیں

کچھ توجہ چاہتا ہے قادری تحسینؔ بھی
صاحب علم و بصیرت حضرت اختر رضا ہیں

منقبت در شان تاج الشریعہ

از:: علوی پوکھریروی

لیکے ہونٹوں پر مسرت حضرت اختر رضا
جارہے ہیں سوئے جنت حضرت اختر رضا

جام عشق مصطفیٰ دنیا میں باٹا ہر طرف
سر پہ رکھا تاج شریعت حضرت اختر رضا

عصر حاضر میں یقیناً ذات تھی اک آپ کی
مرجع ہر علم و حکمت حضرت اختر رضا

ہم شبیہ غوث اعظم مفتی اعظم سے تھی
آپ کی شان ولایت حضرت اختر رضا

آپ تھے بزم طریقت کے یقیناً تاجدار
غوث وخواجہ کی کرامت حضرت اختر رضا

اپنی بخشش کیلئے بیشک جنازے میں ترے
تھی کروڑوں رب کی خلقت حضرت اختر رضا

جان کر حیراں فقیہان جہاں ہیں بالیقیں
آپ کی فہم و فراست حضرت اختر رضا

یک نظر کن سوئے علویؔ مرشدی یا پیر ما
جان لوں راز حقیقت حضرت اختر رضا

اختر رضا علوم کا اعلیٰ منار ہے

از۔ شیر قادریت حضرت علامہ مختار احمد قادری بہیڑوی

یہ سب رضا کے فیض کرم کی بہار ہے
اختر رضا علوم کا اعلیٰ منار ہے

اختر رضا کا ذکر ہے وجہ سکون جاں
یادوں سے اُن کی گلشن دل میں بہار ہے

ہر ازہری کو نسبت ازہر پہ فخر ہے
ازہر کا فخر اختر عالی وقار ہے

ارباب علم و فضل بھی کہتے تھے دیکھ کر
اس دور میں ہمارا یہی تاجدار ہے

اختر رضا کی شان نظر آئے کیا انہیں
آنکھوں میں جن کی بغض وحسد کا غبار ہے

دیوانگان عشق سجائے ہیں بزم شوق
آجایئے کہ آپ کا اب انتظار ہے

اس روئے نورو بار کو دیکھیں گے اب کہاں
اس غم میں سینوں کا جگر تار تار ہے

اہل صفا کی بزم میں آئے تو یوں نظر
تاروں میں جیسے چاند دکھاتا بہار ہے

ہاں ہاں یہی ہے تاج الشریعہ کا آستاں
ہر وقت جس پہ رحمت حق کی پھوار ہے

رکھنا گلی سے دور گوارہ نہیں کیا
کتنا رضا کو حضرت اختر سے پیار ہے

مختارؔ وہ نگاہ سے رو پوش ہو گئے
خوشبو سے اُن کی اب بھی فضا مشکبار ہے

موریشس میں تعزیتی اجلاس

مورخہ ۲ راگست ۲۰۱۸ء کو موریشس کی راجدھانی پورٹ لوئیس میں سنی رضوی عیدگاہ آستانۂ علامہ خوشتر پر حضرت تاج الشریعہ کی یاد میں ایک محفل منعقد ہوئی جس کی سرپرستی صاحب سجادہ خانقاہ خوشتریہ حضرت مسعود ملت نے فرمائی۔ قرآن خوانی اور ایصال ثواب کیا گیا۔ وہیں مولانا احمد رضا فیصل اور مولانا شمیم احمد نورانی کے اہتمام وانصرام میں ایک عظیم الشان محفل منعقد کی گئی جس میں مولانا احمد رضا، مولانا شمیم نورانی اور مولانا ہارون صاحبان نے حضرت تاج الشریعہ کی حیات و خدمات پر روشنی ڈالتے ہوئے انہیں خراج عقیدت پیش کیا اس محفل مبارک میں بہت سے ائمۂ موریشس نے شرکت کی۔ اس کے ساتھ ہی جامع مسجد پورٹ لوئیس کے خطیب وامام خلیفۂ حضور صاحب سجادہ حضرت مفتی اسحاق صاحب نے بھی کئی جگہ ایصال ثواب کی محفلوں کا انعقاد کرایا اور حضرت تاج الشریعہ کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے ایصال ثواب کیا گیا۔ اُدھر لاونیر میں مولانا ذیشان رضا منظری نے بھی ایصال ثواب کی محفل منعقد کر کے موریشس کے بہت سے ائمہ کو جمع کر کے خراج عقیدت پیش کیا۔ الحاج نوشاد علی جواتا، الحاج فیصل نورانی، الحاج مولانا شمیم ازہری صاحب وغیرہم نے بھی اپنے اپنے طور پر ایصال ثواب کی محفلیں منعقد کیں۔ مولانا ندیم احمد منظری، مولانا قمر رضا منظری اور مولانا ریاض الحسن منظری صاحبان نے بھی اپنی اپنی مسجدوں میں ایصال ثواب کی محفلوں کا انعقاد کیا۔

(رپورٹ: مولانا ذیشان رضا منظریؔ، موریشس)

منقبت درشان تاج الشریعہ

از۔خلیفۂ تاج الشریعہ مفتی خواجہ سید عظیم الدین ہادؔی جیلانی بغدادی،سجادہ نشین درگاہ خواجہ نورالدین اولیاء برپچی شریف،محمدی کھیری۔

مطلوب عارفاں ہیں اختر رضا ہمارے
ممدوح مفتیاں ہیں اختر رضا ہمارے

پڑھتا رہے زمانہ ہوگی نہ وہ مکمل
اک ایسی داستاں ہیں اختر رضا ہمارے

احمد رضا کا مسلک ان سے چمک گیا ہے
انوار کاملاں ہیں اختر رضا ہمارے

گستاخِ اعلیٰ حضرت کیسے سمجھ سکے گا
دھرتی پہ آسماں ہیں اختر رضا ہمارے

ہر سلسلے کا رہبر تسلیم کر رہا ہے
سردار رہبراں ہیں اختر رضا ہمارے

عسجد کی جانشینی اعلان کر رہی ہے
زندہ ابھی یہاں ہیں اختر رضا ہمارے

جن کے حضور ہادؔی ہر قوم دے سلامی
اک ایسے آستاں ہیں اختر رضا ہمارے

صدیاں رہیں معطر جس کی مہک سے ہادؔی
وہ بوئے گلستاں ہیں اختر رضا ہمارے

منقبت درشان تاج الشریعہ

(از۔مولانا سلمان رضا فریدی صدیقی،مسقط عمان)

(ا) اہل سنن کی آنکھ کا تارا چلا گیا
افسوس ! پاسباں وہ ہمارا چلا گیا

(خ) خستہ جگر ہے عالم اسلام و سنیت
اربابِ علم و فن کا سہارا چلا گیا

(ت) تقسیم کرکے عشق نبی کی تجلیاں
افسوس! اب وہ ماہ دل آرا چلا گیا

(ر) روح سخن وقار ادب آبروئے فن
حکمت کا ایک عظیم منارہ چلا گیا

(ر) رونق تھی جس کے دم سے حریم علوم کی
دنیا سے وہ رضا کا دلارا چلا گیا

(ض) ضرب شدید نجد پہ جس نے لگائی ہے
باطل سے عمر بھر جو نا ہارا چلا گیا

(الف) اختر میاں کو دیکھ لو جانے سے پہلے تم
کرتے وہ عاشقوں کو اشارہ چلا گیا

(خ) خوش بخت ہیں وہ جن کو زیارت ہوئی نصیب
اب وہ نہ مل سکے گا دوبارہ چلا گیا

(الف) اک شمع جس کے چاروں طرف عاشقوں کی بھیڑ
جس سے تھا یہ حسین نظارا چلا گیا

(ن) نورِ نظر حامد و نوری کا تھا عظیم
دونون کے بحر فن کا وہ دھارا چلا گیا

(الف) اللہ نے جسے کیا مجموعہ علوم
وہ انجمن گئی وہ ادارہ چلا گیا

(ز) زائل نہ ہوگا لوح عقیدت سے اس کا نام
تا عمر جس نے سب کو سنوارا چلا گیا

(ہ) ہر سمت اس کے نغمۂ ہستی کی گونج ہے
اپنا بناکے سب کو وہ پیارا چلا گیا

(ر) رحمت ہو اس کی قبر پہ رب غفور کی
جس نے جمال حق کو نکھارا چلا گیا

(ی) یزداں کے فیصلے پہ فریدی کا سر ہے خم
صدہا قلب عشق کا پارا چلا گیا

Flower of Islamic Gardدen
Huzoor Tajush-sharia

By Mr. Kamal Ahmad, Lecturer Jamia Razvia Manzar-e-دIslam Bareilly Shareef

It was sunprising and shocking news for the whole world that the great islamic scholer, great man, great talented and out standing personality HuzoorTajush-Sharia has been disappeared from our eyes on 20th July.

The news spread through out the world with in no second. People from all over the world were excited to appear to join the last journey of Huzoor Azhari miyan.

Ulma-e-eqram felt that they have become empty handed as they have last something Rare and Unique.

There was an outstanding crowd in this last Journey. Millions of their disciples appeared in the last Namaz of Huzoor Tajush-sharia The people of Bareilly have seen first time such a great crowd. Huzoor Tajush-sharia was the topper of Azhar University of Egypt.

He got the Award Fakhre-Azhar. the best award of the University.

Huzoor Tajush-shariya has the Reflection of Aala Hazrat and Huzoor Mufti-e-Azam Hind. This face was so Impressive that when ever any one sees his face he becomes his disciple. He spread the light of Sunniyat not only in India but in the whole world. In the presence of Huzoor Tajush-sharia All the Ulema- E- Kiram used to feel themselves strong. If they feel any difficulty, he immidiate take the help of Tajush-sharia. He was the Ocean of Knowledge.

He has written many books and nat shareef. He was a great speaker of English. He has given speeches not only in Arabic but also in Urdu & English. We Pay our heartly tribute to Huzoor Tajush-sharia, the flower of Islamic garden. May Allah give him high position in heaven!

حضرت تاج الشریعہ کی آخری آرام گاہ

Monthly "Aala Hazrat" Urdu Magazine
84, Saudagran Street, Bareilly 243003-(U.P.)
Ph.: 2555624, 2575683-(Office)
Fax : 2574627 (0091-581)

R.N.P. NO. 6802/60 N.I.C.
POSTEL REGD. NO. U.P/BR-175/2018-20
PUBLISHING DATE : 14th
POSTING DATE : 18th] EVRY ADVANCE MONTH
PAGES : 116 PAGE WITH COVER WEIGHT : 110 GRM

Rs. 20/-
Editor : Mohammad Subhan Raza Khan (Subhani Mian)
Sep.+ Oct. 2018

دعوت خیر

طالبان علوم نبویہ کے قیام وطعام، منظر اسلام کے تمام شعبوں کے عروج وارتقا، دارالافتا کے عمدہ واحسن انتظام، لائبریریوں کی آرائش وزیبائش، ماہنامہ اعلیٰ حضرت کی مسلسل اشاعت، رضا مسجد کی زیب وزینت، خانقاہ رضویہ کی تب وتاب اور عرس رضوی کے وسیع انتظامات میں دل کھول کر حصہ لیں۔

Printed Published & Owned by Mohammad Subhan Raza Khan "Subhani Mian" Printed at Raza Barqi Press, Moh. Saudagran Bareilly & Published at Office of Monthly Aala Hazrat 84, Saudagran Street Bareilly (U.P.)